دینی نصاب

نو مبائعین کی تربیت کیلئے

نومبائعین کی تربیت کیلئے

شائع کردہ

نظارت نشرواشاعت قادیان

نام کتاب: : دینی نصاب (نومبائعین کی تربیت کیلئے)
مرتبہ: : نظارت نشرواشاعت قادیان
اشاعت باراوّل (انڈیا) : جون 1999ء
اشاعت باردوم (انڈیا) : اگست 2001ء
اشاعت ہٰذا بارسوم (انڈیا) : جون 2017ء
تعداد : 1000
مطبع : فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان
ناشر : نظارت نشرواشاعت قادیان
ضلع: گورداسپور، پنجاب، انڈیا، 143516

Name of the Book	DINI NISAAB
Compiled by	NAZARAT NASHR-O-ISHA'AT QADIAN
Ist Edition India	June 1999
2nd Edition India	August 2001
Present Edition India	June 2017
Quantity	1000
Printed at	Fazl-e-Umar Printing Press Qadian
Published by	Nazarat Nashr-o-Isha'at Qadian Distt. Gurdaspur, Punjab, India, 143516

ISBN-81-7912-008-2

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

تبلیغ و اشاعت اسلام کیلئے ضروری ہے کہ دعوت الی اللہ کے مقدس فریضے کو اپنا لیا جائے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ○ (حٰمٓ سجدہ آیت ۳۴)

ترجمہ:۔اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بُلائے اور نیک اعمال بجالائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ’’دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ‘‘ ’’اللہ کی طرف بلانے والا‘‘ کا لقب عطا فرمایا گیا۔ چنانچہ بعثت کے پہلے دن سے لیکر وصال کے آخری وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعوت الی اللہ کے مقدس فریضے میں منہمک رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی دعوت الی اللہ کی غرض سے شب و روز قلمی ولسانی و مالی جہاد میں مصروف رہے۔آپ نے ایک موقع پر اپنے دل کی کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’ہمارے اختیار میں ہوتو ہم فقیروں کی طرح گھر گھر پھر کر خدا تعالیٰ کے سچے دین کی اشاعت کریں اوراس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دُنیا میں پھیلا ہوا ہے لوگوں کو بچائیں اوراس تبلیغ میں زندگی ختم کردیں خواہ مارے ہی جاویں۔‘‘

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۹۱)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی تحریکات میں سب سے بنیادی اور اہم تحریک جس کی

طرف آپ اپنے ابتدائے عہد خلافت سے جماعت کو توجہ دلاتے رہے وہ دعوت الی اللہ کی تحریک ہے۔آپ نے بارہا یہ فرمایا کہ اب وہ وقت نہیں رہا کہ چند مبلغین یا معلمین کے ذریعے دعوت الی اللہ کا کام پورا ہو سکے بلکہ اب تو جماعت کے ہر فرد کو داعی الی اللہ بننا لازمی ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

''اے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامو! اور اے دین محمدؐ کے متوالو! اب اس خیال کو چھوڑ دو کہ تم کیا کرتے ہو اور تمہارے ذمہ کیا کام لگائے گئے ہیں۔تم میں سے ہر ایک داعی الی اللہ ہے اور ہر ایک خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوگا۔تمہارا کوئی بھی پیشہ ہو کوئی بھی تمہارا کام ہو دُنیا کے کسی خطہ میں تم بس رہے ہو کسی قوم سے تمہارا تعلق ہو تمہارا اولین فرض یہ ہے کہ دُنیا کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی طرف بلاؤ اور ان کے اندھیروں کو نور میں بدل دو اور ان کی موت کو زندگی بخش دو۔اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵ر فروری ۱۹۸۳ء)

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے امام کی اس تحریک میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ دعوت الی اللہ کے نتیجے میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں نفوس حقیقی اسلام احمدیت کی آغوش میں آ رہے ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کثرت سے آنے والوں کی اس رنگ میں تربیت کا انتظام کیا جا سکے جس کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ خود ان کے اندر استحکام اور استقامت پیدا ہو جائے بلکہ یہ آگے داعی الی اللہ بن کر مزید ہزاروں لاکھوں سعید روحوں کی ہدایت کا موجب بنتے چلے جائیں جیسا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا۔

''اتنی کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے انعامات کے پھلوں کی بارش ہو رہی ہے کہ انہیں سنبھالنا ایک بہت بڑا کام ہے اور جو پھل سنبھالا نہ جائے وہ ضائع ہو جایا

کرتا ہے۔اس لئے ایسی تربیت گاہیں کھولنی ضروری ہیں جو تمام سال کام کرتی رہیں اور نئے آنے والوں کو دین کی باتیں اس حد تک سمجھا دیں کہ شیطان ان کو پھسلا نہ سکے اور جب وہ واپس جائیں تو نذیر بن کر جائیں ان نئے آنے والوں کو ایسے مراکز میں بلاؤ جہاں دین کی تعلیم دی جارہی ہو **تفقُّہ فی الدین** ہو اور اس حد تک ان کو دین سے آگاہ کردو کہ ان کے اندر دین کا ولولہ پیدا ہوجائے۔وہ شاگرد کے طور پر ہی نہ بیٹھے رہیں بلکہ استاد بن کر جلد واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرائیں (ہوشیار کریں)''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹/اگست ۱۹۹۴ء)

☆۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرکز احمدیت قادیان میں دینی علوم سے آراستہ کرنے کیلئے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی قائم کردہ مبارک درسگاہ جامعہ احمدیہ کے نام سے قائم ہے۔

چونکہ ہر داعی الی اللہ کیلئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ قادیان آکر سات سال کا کورس پڑھ کر باقاعدہ مبلغ بن کر خدمت دین کا حق ادا کرسکے اور دوسری طرف کثرت سے ایسے داعیین الی اللہ کی ضرورت ہے جو ابتدائی معلومات اور بنیادی تعلیم سے واقفیت حاصل کر کے تبلیغ اور تربیت کے کاموں میں مشغول ہوجائیں ایسے داعیین الی اللہ تیار کرنے کیلئے مجلس مشاورت بھارت منعقدہ دسمبر ۱۹۹۸ء میں یہ تجویز پیش ہوئی تھی کہ ایک ایسا مختصر نصاب تیار کیا جائے جس کو ہر صوبہ کے اندرونی تربیتی مراکز میں داعیین الی اللہ کو بلا کر پڑھا دیا جائے تا کہ جہاں وہ خود احمدیت حقیقی اسلام کی ابتدائی تعلیمات سے واقف ہوجائیں وہاں اپنے اپنے علاقوں میں تبلیغ و تربیت کے کاموں کو سنبھالنے کے قابل ہوجائیں۔

چنانچہ سلسلہ احمدیہ کی مختلف کتب 'انصار اللہ کا بنیادی نصاب'، 'تبلیغ ہدایت' از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ وغیرہ کی مدد سے ایک مختصر نصاب 1999 میں تیار کر کے شائع کیا گیا جس میں

اسلام کے بنیادی ارکان ۔نماز ۔روزہ ۔زکوٰۃ ۔حج کے مسائل اور ارکانِ ایمان کی تشریح اور روز مرہ کے فقہی مسائل کے علاوہ اختلافی مسائل اور مختصر سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اور مختصر سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت کے علاوہ نظام جماعت سے واقفیت کرادی گئی ہے۔اُمید ہے کہ عام داعیین الی اللہ کیلئے خواہ وہ پرانے احمدی ہوں یا نئی نسل سے تعلق رکھتے ہوں یا نومبائعین سے تعلق رکھتے ہوں یہ نصاب مفید ثابت ہوگا۔

اس کے بعد مزید تفصیلی معلومات کے حصول کیلئے جماعت کا بکثرت لٹریچر موجود ہے۔زیادہ دلچسپی رکھنے والے دوستوں کو روحانی خزائن، کتب حضرت مصلح موعودؓ بالخصوص کتاب 'دعوۃ الامیر'۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی کتب 'تبلیغ ہدایت' اور 'ختم نبوت کی حقیقت' اور 'الحجۃ البالغۃ' کے مطالعہ کے لئے تحریک کی جاتی ہے۔اس طرح مخالفین کے اعتراضات کے جوابات کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ۱۸ خطبات جمعہ جو ۱۹۸۵ء میں آپ نے پاکستان کے قرطاس ابیض کے جواب میں ارشاد فرمائے تھے اور ہفت روزہ بدر کا مسیح موعود نمبر دسمبر ۱۹۹۵ء کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

ہر احمدی کو پتہ ہونا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض کیا ہے؟ اور یہ کہ آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے۔۔۔پس ہر احمدی کو چاہئے کہ آپ کی کتب کو پڑھے۔ انگریزی دان جو ہیں یا جن کو اردو زبان نہیں آتی ان کے لئے دوسرے ملکوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف زبانوں میں اتنا لٹریچر موجود ہے کہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد اور آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے اس بارے میں وضاحت سے مواد موجود ہے۔اپنے عقیدے کو مضبوط اور پختہ کرنے کی ہر ایک کو ضرورت ہے۔اعتراض کرنے والوں کے اعتراضوں کے جواب دیں۔خود تیاری کریں گے تو علم بھی حاصل ہوگا اور اعتراضوں

کے جواب بھی تیار ہوں گے۔

اس کے لئے بھی علاوہ اس کے کہ ہر شخص خود سعی اور کوشش کرے، جماعتی نظام کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی اپنے پروگرام بنانے چاہئیں کہ کس طرح ہم اس بارے میں ہر فرد تک یہ تعلیم پہنچا دیں کہ آپؑ کی بعثت کی غرض کیا ہے اور آپ کو ماننا کیوں ضروری ہے۔

مذکورہ بالا ارشادات سے واضح ہے کہ ہر فرد جماعت کے لئے اپنے دینی علوم کو بڑھانا کس قدر ضروری ہے اور اس کے حصول کے لئے کتاب ہٰذا 'دینی نصاب' کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی سیرت اور خلافت خامسہ کے بابرکت دور کے اضافہ کے ساتھ ضرورت کے پیش نظر نظارت نشر و اشاعت قادیان حضور انور کی منظوری سے اس کتاب کو ایک مرتبہ پھر شائع کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ داعیین الی اللہ کو تیار کرنے میں یہ مختصر تبلیغی و تربیتی نصاب بہت مفید اور بابرکت ثابت ہو۔ آمین۔

ناظر نشر و اشاعت قادیان

......☆......☆......☆......

ضروری نوٹ:۔ ہر داعی الی اللہ کو جو اس نصاب کو پڑھنے پر آمادہ ہے اسے سب سے پہلے قرآن کریم ناظرہ آنا ضروری ہے۔ اگر کسی کو سادہ قرآن پڑھنا نہیں آتا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس نصاب کی تدریس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم ناظرہ اور پھر اس کا ترجمہ سکھانے کا انتظام کیا جائے۔

......☆......☆......☆......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

جماعت احمدیہ کا تعارف وعقائد

مخبرِ صادق حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر جہاں اُمّت کے عروج اور ترقی کے بارہ میں عظیم الشان خبر دی تھی وہاں آخری زمانہ میں اس اُمّت پر آنے والے تنزّل و اِدبار کی بھی بڑے واضح الفاظ میں پیشگوئیاں فرمائی تھیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ :-

لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِیَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰی عُلَمَآءُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم فصل الثالث صفحہ ۳۸)

یعنی اسلام صرف نام کا رہ جائے گا۔ اور قرآن مجید صرف الفاظ میں رہ جائے گا۔ ان کی مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر ہدایات سے خالی ہوں گی۔ اُن کے علماء آسمان کی چھت کے نیچے بدترین خلائق ہوں گے۔

اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں عابد جاہل ہوں گے۔ قاری لوگ فاسق ہوں گے۔ میاں اپنی بی بی کی اطاعت کرے گا۔ مسجدوں میں شور ہوگا۔ عالم اس لئے علم سیکھیں گے کہ روپیہ کما سکیں۔ قرآن کو تجارت ٹھہرادیں گے۔ لوگ مسجد میں بیٹھ کر دنیا کی باتیں

کریں گے۔خطباء بہت ہوں گے آمر بالمعروف کم ہوں گے۔شراب پی جائے گی۔مرد عورتوں کی شکل بنائیں گے۔عورتیں مرد کی ہم شکل بنیں گی۔بے گناہ قتل ہوں گے۔

(از اقتراب الساعۃ صفحہ ۳۸ طبع فی مطبعۃ مفید عام الکائنہ فی آگرہ بادارۃ المنشی محمد احمد خاں ۱۳۰۱ھ)

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اُمّت کے اس ادبار اور تنزّل کی بڑی واضح پیشگوئیاں فرمائی تھیں وہاں آپ نے اُمّت کو یہ خوشخبری بھی دی تھی کہ اس تنزّل اور ادبار کے بعد پھر میری امّت پر بہار کا زمانہ آئے گا اور یہ امّت اپنی کھوئی ہوئی ابتدائی شان وشوکت دوبارہ حاصل کرے گی اور آخری زمانہ میں جبکہ مندرجہ بالا پیشگوئیوں کے مطابق حالات وقوع پذیر ہوں گے تو ایک عظیم وجود خدا تعالیٰ کی طرف سے امّت میں کھڑا کیا جائے گا۔جس کو آپ نے مہدی اور مسیح کے نام سے یاد فرمایا۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

كَيْفَ تَهْلِكُ اُمَّةٌ أَنَا اَوَّلُهَا وَعِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اٰخِرُهَا ۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۳ حدیث نمبر ۲۱۲۴)

کہ میری اُمّت کبھی تباہ و برباد نہیں ہوسکتی جس کے اوّل میں خُدا نے مجھے بھیجا اور جس کی حفاظت اور حمایت کے لئے آخر میں مسیح موعود آئے گا۔آنحضورؐ کے اس فرمان سے یہ بھی واضح ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کا آنا ایسے زمانہ میں مقدّر تھا۔جو اُمّت محمدؐیہّ کے لئے انتہائی خطرات کا زمانہ تھا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انذاری پیشگوئی کے مطابق ہم دیکھتے ہیں کہ تمام علامات ظاہر ہوچکی ہیں جن کی اس عظیم وجود کے زمانہ میں ظاہر ہونے کے متعلق آپؐ نے خبر دی تھی۔پس ضروری تھا کہ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ اس مسیح اور مہدی کو بھی ظاہر فرماتا جس کے ظہور کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آج سے ایک سو سال سے کچھ زائد عرصہ قبل بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت

مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو یہ خبر دی کہ وہ مسیح اور مہدی جس کے ظہور کی خبر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دی تھی وہ آپ ہی ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:۔

''جب خدا تعالیٰ نے زمانہ کی موجودہ حالت کو دیکھ کر اور زمین کی طرح طرح کے فسق اور معصیت اور گمراہی سے بھرا ہوا پاکر مجھے تبلیغِ حق اور اصلاح کے لئے مامور فرمایا اور یہ زمانہ بھی ایسا تھا کہ......اس دنیا کے لوگ تیرھویں صدی ہجری کو ختم کر کے چودھویں صدی کے سر پر پہنچ گئے تھے تب مَیں نے اُس حکم کی پابندی سے عام لوگوں میں بذریعہ تحریری اشتہارات اور تقریروں کے یہ نِدا کرنی شروع کی کہ اس صدی کے سر پر جو خُدا کی طرف سے تجدید دین کے لئے آنے والا تھا وہ مَیں ہی ہوں تا وہ ایمان جو زمین پر سے اُٹھ گیا ہے اس کو دوبارہ قائم کروں اور خدا سے قوت پاکر اُسی کے ہاتھ کی کشش سے دنیا کو اصلاح اور تقویٰ اور راستبازی کی طرف کھینچوں......جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریمؐ نے دی تھی وہ میں ہی ہوں۔'' (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۳)

چنانچہ آپ نے ۲۳؍مارچ ۱۸۸۹ء کو ایک جماعت کی بنیاد رکھی تا دینِ حق کی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ دُنیا میں قائم کیا جائے۔ اور قرآن کریم کی حکومت کو قائم کیا جائے اور ادیانِ باطلہ کو مٹا کر ساری دُنیا کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کیا جائے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لُب لُباب یہ ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیاوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل وتوفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیّدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النّبیّین و خاتم المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے

اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔''

(ازالۂ اوہام حصّہ اوّل، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۶۹، صفحہ ۱۷۰)

''نوع انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔''

(کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۳)

''آنحضرت ؐ خاتم النّبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب۔اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہوسکتی۔جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو قرآن شریف میں ہے۔اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اس کو چھوڑے گا جہنم میں جائے گا۔یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔'' (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۵۲)

''اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیّبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اسی پر مریں۔اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم وصلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کار بند ہوں۔اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔''

(ایّام الصلح، روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۲۳)

''ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں اور ہمارا رسول بجز محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے۔اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب

ہے۔سودین کو بچوں کا کھیل بنانا نہیں چاہئیے اور یاد رکھنا چاہئیے کہ ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے ہم اپنے نبی کے ذریعہ فیض و برکات پاتے ہیں اور قرآن کریم کے ذریعہ ہمیں فیض ملتا ہے۔''

(مکتوب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ الحکم ۱۷/اگست ۱۸۹۹ء)

جماعت احمدیہ کے عقائد

ذیل میں جماعت احمدیہ کے عقائد کی مختصر وضاحت درج کی جاتی ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی موجود ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں وہ واحد لاشریک ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ تمام عیبوں سے پاک اور سب خوبیوں کا جامع ہے۔

۴۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور وہ ہر وہ کام کرتے ہیں جس کا اللہ انہیں حکم دیتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی کتابیں برحق ہیں ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت کا سامان کرتا ہے۔مشہور الہامی کتابوں میں تورات، انجیل، زبور، صحفِ ابراہیم اور قرآن مجید شامل ہیں۔قرآن مجید آخری شرعی کتاب ہے جو تا قیامت منسوخ نہیں ہوسکتی۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے نبی سچے ہیں۔اب تک دنیا کے ہر خطے اور ہر قوم میں ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آچکے ہیں۔مشہور انبیاء میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراھیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحٰق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ یہ سب انبیاء اپنے اپنے وقت پر آکر اور خدا کے بندوں کو ہدایت دے کر وفات پا چکے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری شرعی

نبی ہیں۔قرآن مجید میں آپ کو خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین فرمایا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق چودھویں صدی میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام آپ کے غلام کی حیثیت سے امام مہدی اور مسیح موعود بن کر تشریف لائے ہیں۔

۷۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دُعائیں سُنتا ہے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر خیر و شر کی جاری کرتا ہے۔

۹۔ مرنے کے بعد انسان اُٹھایا جائے گا اور اس کا حساب کتاب ہوگا۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کے منکر اور دین کے مخالف اگر وہ ان کو اپنی رحمت کاملہ سے بخش نہ دے جہنم کا عذاب چکھیں گے لیکن یہ جہنم دائمی نہیں ہوگی۔ جب اصلاح ہو جائے گی اللہ تعالیٰ پھر جنّت میں داخل فرما دے گا۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور بعث بعد الموت اور تقدیر خیر و شر پر دل و جان سے ایمان رکھنے والوں اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں کو اللہ تعالیٰ دائمی جنتوں کا وارث بنا دے گا۔

مذکورہ بالا عقائد کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے اسے زبانی مع ترجمہ یاد کرنا چاہئیے۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ۔

میں اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور موت کے بعد اُٹھنے پر اور تقدیر خیر و شر پر ایمان لاتا ہوں۔

پنج ارکانِ اسلام

جو شخص دل سے کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے۔

اُسے مذکورہ صحیح عقائد کی تعلیم دینی چاہئے۔علاوہ ازیں ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اعمال صالحہ کی طرف بھی توجہ دے تب ہی وہ خدا کی رضا حاصل کرسکتا ہے۔اہم اعمال جن پر اسلام کی بنیاد ہے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پانچ ہیں جو ارکان اسلام کہلاتے ہیں:

۱۔کلمۂ طیبہ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

۲۔پانچ نمازوں کا ہر روز ان کے مقررہ وقت پر ادا کرنا۔

۳۔رمضان کے روزے رکھنا۔

۴۔زکوٰۃ ادا کرنا۔

۵۔بیت اللہ کا حج کرنا۔

نماز سے متعلق ضروری امور

۱۔اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں مقرر کی ہیں یعنی نماز فجر،ظہر،عصر،مغرب اور عشاء۔

۲۔اوقاتِ نماز:۔فجر کی نماز صبح صادق کے ظاہر ہونے سے سورج کے نکلنے تک پڑھی جاتی ہے۔

ظہر:۔ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور اُس وقت ختم ہوجاتا ہے جب کسی چیز کا سایہ اس کی اونچائی سے بڑھ جائے۔یہ سایہ اس سایہ کے علاوہ ہے جو کسی چیز کا ٹھیک دوپہر کے وقت ہوتا ہے۔

عصر:۔ظہر کا وقت ختم ہونے سے شروع ہوتا اور دھوپ کا رنگ زرد ہونے تک رہتا ہے۔مجبوری کی صورت میں سورج کے غروب ہونے تک پڑھی جاسکتی ہے۔

مغرب:۔سورج کے غروب ہوجانے کے بعد سے اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ

مغرب کی جانب سُرخی اور سفیدی باقی رہے۔یعنی شفق کے آخری وقت تک۔

عشاء:۔شفق کے ختم ہونے سے شروع ہوتا ہے اور آدھی رات تک رہتا ہے۔مگر کسی مجبوری کی وجہ سے آدھی رات تک نہ پڑھی گئی ہو تو اس کے بعد بھی فجر سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے۔

۳۔اوقاتِ ممنوعہ:۔

مندرجہ ذیل اوقات میں نماز پڑھنا ممنوع ہے:۔

(ا)جب سورج نکل رہا ہو یا جب غروب ہو رہا ہو۔

(ب)جب سورج سر پر ہو یعنی ٹھیک دوپہر کے وقت۔

(ج)نماز عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک نفل نماز نہیں پڑھنی چاہیئے۔

(د)صبح کی نماز کے بعد سے سورج کے نکلنے تک نفل نہیں پڑھنے چاہئیں۔

۴۔تعداد رکعات:۔

فجر:۔دوسنت۔دوفرض۔سنتیں اگر فرض سے پہلے نہ پڑھی جاسکیں تو فرضوں کے بعد پڑھ لینا جائز ہے۔

ظہر:۔چار سُنّت۔چار فرض۔بعد میں دو یا چار سنتیں۔پہلی چار سنتوں کی بجائے دو پڑھنا بھی جائز ہے۔

عصر:۔چار فرض۔مغرب:۔تین فرض۔دوسنّت۔

عشاء:۔چار فرض۔دوسنّت۔پھر تین رکعت وتر۔

۵۔نوافل:۔(ا)فجر کے علاوہ باقی ہر اذان اور اقامت کے درمیان دو نفل۔

۲۔نماز تہجد کے کم از کم دو نفل زیادہ سے زیادہ آٹھ۔

۳۔نماز اشراق کے دو یا چار نفل۔ یہ نماز سورج نکلنے کے بعد کچھ دن چڑھے تک پڑھی جاتی ہے۔

۴۔نماز چاشت کے دو یا چار نفل۔اس کا وقت اشراق کے کچھ دیر بعد ہے۔

٦۔شرائط نماز و مسائل وضو:۔

نماز کیلئے جسم ،لباس اور جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر انسان جنبی ہو یعنی منی خارج ہوگئی ہو یا مجامعت کی ہو تو پہلے غسل کرنا ضروری ہے اگر کسی مجبوری کے باعث غسل نہ کر سکے تو تیمّم کر کے نماز ادا کر سکتا ہے۔

۷۔نماز سے قبل وضو کرنا ضروری ہے۔وضو کا طریق یہ ہے کہ تین مرتبہ ہاتھ پہنچوں تک دھوئے۔ پھر تین مرتبہ کلّی کرے۔تین دفعہ ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرے۔تین مرتبہ منہ دھوئے۔ پھر کہنیوں تک ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر ہاتھ تر کر کے سر کا مسح کرے پیشانی سے گدّی تک پھر انگلی کان کے اندر پھرائے اور انگوٹھوں کو کان کی پشت پر سے گزارے۔ پھر دائیں اور بائیں پاؤں کو تین تین مرتبہ دھوئے۔اگر پانی کی قلّت ہو تو دو دو یا ایک ایک مرتبہ دھونا بھی جائز ہے۔

۸۔اگر پانی بالکل میسّر نہ ہو یا اس قدر کم ہو کہ صرف پینے کیلئے کافی ہو یا وضو کرنے یا نہانے سے بیماری پیدا ہونے یا بڑھنے کا ڈر ہو تو تیمّم کر لینا چاہیئے۔تیمّم کا طریق یہ ہے کہ پاک مٹی یا کچی دیوار پر ہاتھ مار کر منہ پر ملے اور دوسری مرتبہ ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں یا کلائی تک ملے۔ایک مرتبہ ہاتھ مار کر تیمّم کرنا بھی مسنون ہے۔

۹۔غسل اور وضو کیلئے پانی پاک صاف ہونا چاہیئے ۔چشموں ،ندی نالوں ،دریاؤں اور کنوؤں کا پانی پاک ہوتا ہے بند پانی مثلاً تالاب وغیرہ کا پاک سمجھا جاتا ہے بشرطیکہ کسی گندگی کی وجہ سے اس کا رنگ اور ذائقہ نہ بدلا ہو اور نہ بُو بدلی ہو۔اگر کنویں یا تالاب میں کوئی جانور گر کر

مرجائے یا اور کوئی گندی چیز گر جائے تو اسے نکال دینا چاہئے۔جب تک پانی کے رنگ، بو یا ذائقہ میں اس کی وجہ سے فرق پیدا نہ ہو وہ پاک ہے۔اگر ان میں تبدیلی ہوگئی ہے تو اس قدر پانی نکالا جائے کہ رنگ، ذائقہ اور بو صاف ہوجائے۔ڈولوں کی تعداد معیّن نہیں۔

۱۰۔وضو کے بعد یہ دُعا پڑھنی چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔ اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کردے اور مجھے پاک رہنے والوں میں سے بنادے۔

۱۱۔پیشاب، پاخانہ یا کوئی رطوبت یا ریح خارج ہونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔کسی چیز کا سہارا لگا کر یا لیٹ کر سونے سے بھی وضوٹوٹ جاتا ہے۔

ہوا خارج ہونے یا وضوٹوٹ جانے کے بارے میں اگر شک ہو تو شک کی وجہ سے تازہ وضو کرنا لازم نہیں آتا۔تاہم وضو کر لینا باعثِ ثواب ہے۔

۱۲۔جرابیں اگر وضو کی حالت میں پہنی ہوں تو ان پر مسح کیا جاسکتا ہے۔مقیم کیلئے جرابوں پر ایک دن رات تک مسح کرنا جائز ہے۔لیکن مسافر تین دن اور تین رات ان پر مسح کرسکتا ہے۔وقت کی ابتداء اس گھڑی سے ہوگی جب جرابیں پہننے کے بعد وضوٹوٹے۔اگر کسی نے ظہر کے وقت وضو کر کے جرابیں پہنیں اور مغرب کے وقت وضوٹوٹا تو اس مغرب سے مسح کا وقت شروع ہوگا اور اگلے روز مغرب تک رہے گا۔

۱۳۔نماز میں کھڑے ہوئے یا رکوع یا سجدہ میں سوجانے یا اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۱۴۔اگر بوٹ ٹخنوں تک ہوں اور ان کو پہن کر نماز پڑھنی ہو۔تو ان پر مسح ہوسکتا ہے ورنہ بوٹ اُتار کر پاؤں دھوئے یا جرابیں باوضو پہنی ہوں تو ان پر مسح کرے۔

نماز اور اس کے پڑھنے کا طریق :

نماز پڑھنے والا جب نماز کیلئے تیار ہو تو قبلہ رُخ کھڑا ہو کر پہلے یوں نماز کی نیّت پڑھے :

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔

یقیناً میں نے اپنا رُخ خالص ہوکر اس کی جانب کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائے اور اپنے ہاتھ سینے پر یا اس کے نیچے اس طرح باندھے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر پہنچے سے آگے ہو اور حسب ذیل ثناء اور تعوّذ اور تسمیہ پڑھے :

ثناء :

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَیْرُكَ

یعنی اے اللہ! تو ہر عیب اور کمزوری سے پاک ہے اور (صرف پاک ہی نہیں بلکہ) تمام قابل تعریف صفات سے متّصف ہے۔ تیرا نام برکت والا اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

تَعَوُّذ :

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

مَیں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی دھتکارے ہوئے شیطان سے۔

تسمیہ :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

پڑھتا ہوں اللہ کے نام سے جو بِن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اس کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھ کر کوئی اور سورۃ یا کچھ حصہ قرآن کریم کا پڑھے۔

سورۃ فاتحہ :

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ○الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ○اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ○اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ○صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ○اٰمِیۡنَ۔

سب تعریف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ بے حد کرم کرنے والا۔ بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جزا سزا کے وقت کا مالک ہے۔(اے خدا) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ اُن لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ جن پر نہ تو (بعد میں تیرا) غضب نازل ہوا اور نہ وہ بعد میں گمراہ ہوئے۔(اے اللہ! تُو یہ دعا قبول فرما)

سورۃ اخلاص :

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ○ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ○ وَلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

(مَیں) اللہ کا نام لے کر جو بے حد کرم کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے (پڑھتا ہوں) تو کہتا چلا جا کہ اللہ اپنی ذات میں اکیلا ہے۔ اللہ وہ ہستی ہے جس کے سب محتاج ہیں۔ (اور وہ کسی کا محتاج نہیں) نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور (اس کی صفات میں) اس کا کوئی بھی ہم مرتبہ نہیں۔

اس کے بعد اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور کم از کم تین بار سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ پڑھے۔(یعنی پاک ہے میرا رب بڑی عظمت والا)۔ اطمینان سے رکوع کرنے کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر تسمیع و تحمید پڑھے۔

تسمیع :

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنۡ حَمِدَهٗ

اللہ تعالیٰ نے اس کی سُنی جس نے اس کی تعریف کی۔

تحمید :

رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ

اے ہمارے رب! سب تعریف تیرے لئے ہے۔ تعریف بہت زیادہ اور پاک جس میں برکت ہو۔

اس کے بعد اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر سجدہ میں جائے اور کم از کم تین بار تسبیح پڑھے۔ یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى۔ (پاک ہے میرا رب جو بڑی شان والا ہے)

اس کے بعد اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر بیٹھ جائے اور یہ دُعا پڑھے:۔

دُعا بین السجدتین :

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَارْفَعْنِيْ ۔

اے میرے اللہ! میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور مجھے ہدایت دے اور مجھے خیریت سے رکھ اور میرے نقصان کو پورا کر اور مجھے رزق دے اور میرا رفع کر۔

اس دُعا کے بعد اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر دوسرا سجدہ کرے اور تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھے جس طرح پہلے سجدہ میں پڑھی تھی۔ پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر دوسری رکعت کیلئے سیدھا کھڑا ہو جائے اور ہاتھ باندھ کر پہلی رکعت کی طرح سورۃ فاتحہ اور کوئی اور حصہ قرآن کا پڑھے۔ پھر پہلے کی طرح رکوع کرے۔ کھڑا ہو اور سجدے کر کے دوسری رکعت مکمل کرے اور پھر اس طرح بیٹھ جائے کہ دایاں پاؤں کھڑا ہو اور بایاں پاؤں بچھا ہوا ہو۔ ہاتھوں کو گھٹنوں کے پاس رانوں پر رکھ کر تشہد، درود اور دعائیں پڑھے۔

تشہد :

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ہمیشہ کی زندگی اللہ ہی کیلئے ہے۔اور تمام عبادتیں اور پا کیزگیاں بھی۔(اور) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں نیز ہم پر بھی سلام ہو اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

درود شریف :

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اے اللہ! فضل کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرنے والوں پر جس طرح فضل کیا تو نے ابراہیمؑ اور ابراہیمؑ کی پیروی کرنے والوں پر۔ضرور تو ہی بہت تعریف والا اور بڑی شان والا ہے۔اے اللہ برکت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسم) اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرنے والوں پر جس طرح تُو نے برکت نازل فرمائی ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی پیروی کرنے والوں پر۔ضرور تو ہی بہت تعریف والا اور بڑی شان والا ہے۔

دُعائیں :

۱۔رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے ہمارے رب! دے ہم کو اس دنیا میں ہر قسم کی بھلائی اور آخرت میں بھی ہر قسم کی بھلائی اور بچا ہم کو آگ کے عذاب سے۔

۲۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا۔اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما۔اے ہمارے رب! میری اور میرے والدین اور تمام مومنوں کی بخشش فرما جس دن حساب ہونے لگے۔

ان دعاؤں کے بعد پہلے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔(یعنی سلامتی ہو تم پر اور اللہ کی رحمت)

نماز کے بعد کی دُعائیں :

۱۔اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

یعنی اے اللہ! تو سلام ہے۔اور تجھ سے ہی ہر قسم کی سلامتی ہے تو بہت برکتوں والا ہے اے جلال اور اکرام والے (خدا)۔

۲۔اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ۔

اے اللہ! میری مدد فرما کہ مَیں تیرا ذکر اور شکر اور تیری اچھی عبادت بجالاسکوں۔

۳۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

اے اللہ! کوئی روکنے والا نہیں اس چیز کو جو تو نے عطا کی اور نہیں دینے والا کوئی چیز جس کو تو نے روک دیا ہو۔اور نہیں فائدہ دیتی بزرگی والے کو تیرے سامنے کوئی بزرگی۔

دُعاؤں کے بعد تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ۔تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔اور چونتیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے۔

نمازِ وتر:

نماز وتر واجب ہے۔اس کی تین رکعتیں ہیں جوعشاء کی فرض اوردوسنّتوں کے بعد سے تہجد کا وقت ختم ہونے تک پڑھی جاسکتی ہیں۔بہتر ہے کہ عشاء کی نماز کے ساتھ پڑھی جائیں لیکن جس شخص کویقین ہوکہ وہ تہجد کے وقت اُٹھ سکتا ہے وہ اس وقت ادا کرے۔پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ،دوسری میں سورۃ الکافرون اور تیسری میں سورۃ اخلاص پڑھنا مسنون ہے۔تینوں رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے بعدکوئی حصہ قرآن کریم پڑھنا ضروری ہے۔نماز وتر پڑھنے کے کئی طریق ہیں۔

۱۔دورکعت علیحدہ اورتیسری رکعت علیحدہ۔(بخاری ومسلم)

۲۔تینوں رکعتیں ملا کریعنی دورکعت کے تشہد کے بعدتیسری رکعت پڑھیں۔

(ابوداوٗد۔ترمذی)

دُعائے قنوت تیسری رکعت میں رکوع کے بعد پڑھیں۔

دعائے قنوت نمبر ۱ :

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ ۔ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

اے اللہ!ہم یقیناً تیری مدد چاہتے ہیں اور تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور ہم تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور ہم توکل کرتے ہیں تجھ پر اور ہم تعریف کرتے ہیں تیری بہتر اور ہم تیرا شکرادا کرتے ہیں اور ہم تیری ناشکری نہیں کرتے اور ہم الگ ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں اسے جو نافرمانی کرے تیری۔اے اللہ!صرف تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تیرے لئے ہم نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری طرف ہم دوڑتے ہیں اور ہم تیرے حضور حاضر ہوتے

ہیں اور ہم اُمید رکھتے ہیں تیری رحمت کی اور ہم ڈرتے ہیں تیرے عذاب سے۔ یقیناً تیرا عذاب کافروں کوپہنچنے والا ہے۔

دُعائے قنوت نمبر ۲ :

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِي فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَاِنَّهٗ لَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَ نَتُوْبُ اِلَيْكَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ۔

اے اللہ! مجھے ہدایت دے ان کے ساتھ کہ جن کو تو نے ہدایت دی اور مجھ سلامت رکھ ان لوگوں کے ساتھ کہ جن کو تو نے سلامت رکھا اور مجھے دوست رکھ ان کے ساتھ کہ جنہیں تو دوست رکھتا ہے اور برکت دے مجھے اسمیں جو تو نے مجھے عطا کیا اور بچا مجھے اس چیز کے شر سے جسکا تو نے فیصلہ کیا۔ پس یقیناً تو ہی فیصلہ کرتا ہے اور نہیں فیصلہ کیا جاتا تیرے خلاف۔ یقیناً وہ نہیں ذلیل ہوگا جسکا تو دوست بن جائے۔ اور یقیناً وہ نہیں عزّت پاتا جس کا تو دشمن ہوجائے۔ ہم بخشش مانگتے ہیں تجھ سے اور ہم رجوع کرتے ہیں تیری طرف۔ تُو برکتوں والا ہے اے ہمارے رب! اور تو بلند شان والا ہے اور رحمتیں ہوں اللہ کی نبی (کریم) پر۔

نماز سے متعلق ضروری باتیں :

۱۔ اگر نماز کی صرف دو رکعت پڑھنی ہوں تو دوسری رکعت کے تشہّد کے بعد درود اور دُعائیں پڑھ کر سلام پھیر دے۔

۲۔ اگر نماز کی تین رکعتیں پڑھنی ہوں تو دوسری رکعت میں تشہّد پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہوجائے۔ تیسری رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھے اور رکوع وسجود سے فارغ ہوکر تشہّد وغیرہ پڑھے اور سلام پھیر دے۔

۳۔اگر فرض نماز کی چار رکعتیں پڑھنی ہوں تو پہلی دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ جائے اور تشہّد پڑھے۔ تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھے۔ اور چوتھی رکعت کے سجدوں سے فارغ ہوکر تشہّد کیلئے بیٹھے اور درود اور دُعاؤں کے بعد سلام پھیر دے۔

۴۔اگر سنّتیں یا نفل چار پڑھنے ہوں تو ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی حصہ قرآن کریم کا پڑھے۔

۵۔امام سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ پڑھنے کیلئے بِسمِ اللہ خواہ دل میں (سرًا) پڑھے یا بلند آواز سے (جہرًا) پڑھے دونوں طرح درست ہے۔ اسی طرح آمین بھی آہستہ یا بلند آواز سے کہنا درست ہے۔

۶۔تشہّد میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت شہادت کی اُنگلی اُٹھائے۔ انگلی اُٹھانا مستحب (پسندیدہ) ہے۔

۷۔رکوع کے وقت کمر سیدھی ہو اور نگاہیں نیچے سجدہ گاہ پر ہوں۔ رکوع پورے اطمینان سے کیا جائے۔

۸۔رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا چاہیئے۔ پھر اطمینان سے سجدہ کیا جائے۔ سجدہ میں جانے کیلئے گھٹنے زمین پر پہلے رکھے سوائے اس کے کہ کوئی مجبوری ہو۔ سجدہ کے وقت پیشانی، ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے پنجے زمین کو چھو رہے ہوں۔ کہنیاں زمین سے اونچی ہوں۔ بازو بغلوں اور رانوں سے الگ ہوں۔ ہاتھوں کی انگلیاں اکٹھی اور قبلہ رُخ ہوں۔ اسی طرح پاؤں کی انگلیاں بھی، پاؤں زمین سے اُونچے نہ کرے۔

۹۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ بعض لوگ ناف پر یا پیٹ پر باندھتے ہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ یہ جواز کی صورتیں ہیں۔

۱۰۔نماز میں اگر کچھ بھول جائے یا کسی قسم کی کمی بیشی کا خیال ہو تو یقینی حصہ سے نماز پوری

کرے۔اور تشہّد ، درُود اور ماثورہ دُعاؤں کے بعد سلام سے پہلے یا پیچھے دو سجدے سہو کرے۔ مثلاً شبہ ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو تین یقینی سمجھ کر ایک رکعت اور پڑھے اور پھر سجدہ سہو کرے۔

۱۱۔امام اگر کوئی چیز بھول جائے یا غلطی کرے تو مقتدیوں کو چاہیئے کہ سبحان اللہ کہیں۔اگر امام اپنی غلطی کو نہ پہچانے تو امام کی اتباع کی جائے اور بعد نماز غلطی سے مطلع کر دیا جائے۔اگر امام کوئی آیت بھول جائے یا غلط پڑھے تو مقتدی اونچی آواز سے صحیح آیت پڑھ دیں۔غلطی سے اگر نماز کے ارکان کی ترتیب بدل جائے یا نماز کا کوئی واجب رکن رہ جائے مثلاً درمیانی قعدہ تو سجدہ سہو ضروری ہو جاتا ہے۔

۱۲۔مقتدی کی کوئی حرکت امام سے پہلے نہیں ہونی چاہیئے۔

۱۳۔اگر صرف ایک ہی مقتدی ہو تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو۔ جب دوسرا مقتدی آجائے تو وہ امام کے بائیں طرف کھڑا ہو۔

۱۴۔جس وقت امام سورۃ فاتحہ کے علاوہ کوئی حصہ قرآن کریم کا پڑھے تو مقتدی خاموش کھڑے رہ کر سنیں۔آیات کو زبان سے نہ دہرائیں۔البتہ سورۃ فاتحہ خلف امام سب کیلئے پڑھنا ضروری ہے۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۴۳۶)

۱۵۔نمازی کے سامنے سے گذرنا منع ہے۔اگر کوئی نمازی مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو تو ایک صف کی جگہ چھوڑ کر اس کے سامنے سے گذر سکتے ہیں۔جو نمازی کھلی جگہ نماز پڑھے اس کو چاہیئے کہ کوئی چیز اپنے سامنے رکھ لے۔اسے سترہ کہتے ہیں۔

۱۶۔اگر کوئی شخص ایسے وقت میں جماعت میں شامل ہو جب امام ایک یا دو رکعتیں پڑھ چکا ہو تو جتنی رکعتیں رہ گئی ہیں امام کے سلام پھیر لینے کے بعد پوری کرے۔یعنی خود امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے بلکہ نماز کی تکمیل کیلئے کھڑا ہو جائے۔اگر نمازی پہلی یا دوسری رکعت میں

شامل نہ ہوسکا ہوتو ایسی صورت میں جو رکعت یا رکعتیں وہ پڑھے گا اس میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ بھی قرآن کریم کا ایک حصہ پڑھنا ضروری ہے جو کم وبیش تین آیات کے برابر ہو۔اس کیلئے یہ رکعتیں ابتدائی ہوں گی۔

۱۷۔اگر کوئی شخص وضوٹوٹ جانے کی وجہ سے باجماعت نماز سے الگ ہوا اور وضو کرنے کے بعد دوبارہ جماعت میں شامل ہوجائے تو جتنی رکعتیں رہ گئی ہیں وہ پوری کرے۔اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہے اور نماز پڑھتے پڑھتے وضوٹوٹ جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وضو کر کے وہیں سے نماز شروع کرے جہاں سے چھوڑی تھی بشرطیکہ کسی سے بات نہ کی ہو۔ بات کرنے کی صورت میں شروع سے نماز پڑھنی ہوگی۔

۱۸۔جو شخص رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہوا اس کی یہ رکعت ہوگئی۔رکوع کے بعد شامل ہونے والے کی وہ رکعت نہیں ہوتی۔جب نماز کھڑی ہوجائے تو اِس خیال سے جماعت میں شامل ہونے سے رُکے رہنا کہ رکوع میں شامل ہوجائیں گے درست نہیں جب نماز ہورہی ہوتو فوراً اس میں شامل ہونا ضروری ہے۔

۱۹۔نماز میں شامل ہونے کیلئے بھاگ کر جانا درست نہیں۔

۲۰۔اگر کسی شخص نے پہلے وقت کی نماز نہ پڑھی ہو اور دوسرے وقت کی نماز کھڑی ہوگئی ہوتو ایسی صورت میں اسے پہلے وقت کی نماز پہلے پڑھنی چاہیئے۔اگر دوسرے وقت کی نماز کا وقت اس قدر تنگ ہوگیا ہو کہ اگر پہلی پڑھے تو دوسری کا وقت گذر جائے گا تو ایسی صورت میں بعد والی نماز پہلے ادا کرے اور جو پہلی اس کی ذمّہ تھی اس کو پیچھے ڈال دے۔

۲۱۔اگر کسی وقت امام دو نمازوں کو جمع کرے اور نمازی کو علم نہ ہو کہ کونسی ہے اور وہ جماعت میں شامل ہوجائے تو اس کی وہ نماز ہوگی جو امام کی تھی۔اور دوسری نماز بعد میں پڑھے۔

مثلاً اگر امام عصر کی نماز پڑھ رہا تھا اور نمازی اُسے ظہر سمجھ کر اس میں شریک ہوا تو وہ اس کی بھی عصر کی نماز ہو گی اور ظہر کی قضاء وہ بعد میں ادا کرے گا۔لیکن اگر نمازی کو علم ہو جائے کہ امام عصر پڑھ رہا ہے تو اُسے ظہر بہر حال پہلے پڑھنی چاہئیے ۔اور پھر بعد میں عصر میں شریک ہو۔

۲۲۔ اگر کوئی مقتدی سنّتیں پڑھ رہا ہو اور اس اثناء میں نماز کھڑی ہو جائے تو اس کو چاہئیے کہ فوراً سلام پھیر کر نماز با جماعت میں شامل ہو جائے۔اور سنّتیں بعد میں پڑھ لے۔

۲۳۔ اگر امام چار رکعت پڑھا رہا ہو اور وہ درمیانی تشہّد بھول کر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہونے لگے تو اگر اس کے گھٹنے سیدھے نہیں ہوئے تو وہ تشہّد میں بیٹھ جائے سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ۔لیکن اگر وہ تیسری رکعت کیلئے پورا کھڑا ہو گیا ہے تو تشہّد کیلئے نہ بیٹھے بلکہ تیسری رکعت پڑھے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ جو شخص دو رکعت پڑھ رہا تھا۔ بھول کر تیسری کیلئے کھڑا ہو گیا اور بعد میں اُسے یاد آ گیا کہ وہ نماز پوری کر چکا ہے تو وہ اسی وقت بیٹھ جائے اور تشہّد پڑھے اور اپنی نماز پوری کرے۔لیکن اگر اس نے تیسری رکعت کا رکوع کر لیا اور پھر یاد آیا تو وہ فوراً تشہّد کیلئے بیٹھ جائے اور آخر میں سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔

۲۴۔رکوع یا سجدہ کی حالت میں قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھنا منع ہے۔

۲۵۔مومن کا امام متقی مومن ہی ہو سکتا ہے۔حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اسی طرف اشارہ کر رہی ہے اور یہ کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”وہ لوگ ہم کو کافر کہتے ہیں ۔اگر ہم کافر نہیں ہیں تو وہ کفر لوٹ کر ان پر پڑتا ہے۔مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔اس واسطے ایسے لوگوں کے پیچھے نماز جائز نہیں“۔

(بدر جلد ا نمبر ۳۹ صفحہ ۲ مورخہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۰۵ء، ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۸۲)

۲۶۔نماز کا امام وہ ہونا چاہئیے جسے قرآن کریم زیادہ حفظ ہو۔اگر اس میں کئی لوگ برابر ہوں تو وہ ہو جو زیادہ عالم اور فقیہہ ہو۔اگر اس میں بھی کئی برابر ہوں تو جو عمر میں بڑا ہو وہ امام

ہو۔اگر دوسری مسجد میں جائے جہاں پہلے سے امام مقرر ہےتو وہاں وہی امام ہوگا۔سوائے اس کے کہ وہ دوسرے کو امامت کی اجازت دے۔اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کے مکان پر ملنے جائےتو مالک مکان امام ہوگا۔سوائے اس کے کہ وہ دوسرے کو اجازت دے۔قرآن کریم کے حفظ کے لحاظ سے نابالغ بھی امام ہوسکتا ہے۔

۲۷۔امام اور مقتدی ایک ہی سطح پر ہونے چاہئیں۔لیکن اگر جگہ نہ ہوتو مقتدی امام سے اونچی یا نیچی جگہ پر کھڑے ہوسکتے ہیں بشرطیکہ کچھ مقتدی امام کے ساتھ برابر کی سطح میں موجود ہوں۔

۲۸۔مرد عورتوں کا امام ہوسکتا ہےخواہ مقتدی صرف عورتیں ہوں یا مرد اور عورتیں ملے جُلے۔عورت مَردوں کی امام نہیں ہوسکتی البتہ عورتوں کی امام ہوسکتی ہے۔جب مرد امام ہو اور مقتدی صرف ایک عورت ہوتو وہ اکیلی پیچھے کھڑی ہوگی۔اگر مقتدی امام کی بیوی یا محرم ہو یعنی بہن، بیٹی وغیرہ تو وہ مَرد کے ساتھ کھڑی ہوسکتی ہے۔

۲۹۔اگر امام مسافر ہوتو وہ دوگانہ پڑھے گا اور جو مقتدی مقیم ہیں وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی نماز مکمل کریں گے۔

۳۰۔اگر امام کھڑے ہونے سے معذور ہوتو وہ بیٹھ کر بھی نماز پڑھا سکتا ہےلیکن مقتدی اس کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھیں گے۔

۳۱۔اگر امام کا نماز پڑھاتے وقت وضوٹوٹ جائے تو وہ مقتدیوں میں سے کسی کو امام بنائے اور آپ الگ ہوجائے۔

۳۲۔کوئی مقتدی امام سے آگے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتا۔

۳۳۔نماز میں مسنون دُعاؤں کے علاوہ اپنی زبان میں بھی دُعائیں کرنی چاہئیں۔اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’نماز کے اندر اپنی زبان میں دُعا مانگنی چاہیئے کیونکہ اپنی زبان میں دُعا مانگنے سے پورا

جوش پیدا ہوتا ہے......نماز کے اندر ہر موقعہ پر دُعا کی جاسکتی ہے۔رکوع میں بعد تسبیح ،سجدہ میں بعد تسبیح ،التحیّات کے بعد، کھڑے ہوکر ،رکوع کے بعد بہت دُعائیں کرو۔تا کہ مالا مال ہوجاؤ۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۵۵)

۳۴۔ایک وقت کی نماز بھی اگر جان بوجھ کر ترک کی جائے تو یہ کفر کی حالت کو پہنچا دیتی ہے۔اس کیلئے بہت توبہ اور استغفار کرنی چاہیئے۔اگر کسی بھول کی وجہ سے کوئی نماز رہ جائے تو قضا ادا کرے اور استغفار و توبہ لازم ہے۔

نماز جمعہ :

۱۔نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے لیکن کسی ضرورت کی وجہ سے امامِ وقت کی اجازت سے سورج ڈھلنے سے پہلے بھی جمعہ پڑھا جاسکتا ہے۔

۲۔جمعہ کی نماز سب مسلمان مَردوں پر جو مقیم ہوں فرض ہے۔جمعہ عورتوں پر واجب نہیں۔ البتہ اگر فتنہ کا ڈر نہ ہو اور پردہ کا انتظام ہو تو عورتیں بھی جمعہ پڑھ سکتی ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جب مستثنٰی کردیا ہے تو پھر یہ حکم صرف مَردوں کیلئے ہی رہا۔'' (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۱۲۹)

مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔سفر میں ہوں تو خواہ ظہر پڑھیں۔

۳۔اگر کسی جگہ تین مَرد ہوں تو ضرور جمعہ پڑھیں۔اگر تین کی تعداد پوری نہ ہو تو عورتوں کو شامل کرلیا جائے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا کہ دو احمدی کسی گاؤں میں ہوں تو وہ بھی جمعہ پڑھ لیا کریں یا نہ۔حضورؑ نے فرمایا:

''ہاں پڑھ لیا کریں۔فقہاء نے تین آدمی لکھے ہیں۔اگر کوئی اکیلا ہو تو وہ اپنی بیوی وغیرہ کو پیچھے کھڑا کر کے تعداد پوری کرسکتا ہے۔'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۱۴)

۴۔ جمعہ کی دو اذانیں ہوتی ہیں۔ ایک شروع وقت میں اور دوسری اس وقت جب امام خطبہ کیلئے کھڑا ہو۔

۵۔ جب جمعہ کی اذان ہوجائے تو سب کاروبار بند کر کے مسجد کی طرف چلے جانا چاہئے۔ اس بارہ میں قرآن کریم کا حکم بہت واضح ہے۔

۶۔ نماز جمعہ کے دو حصے ہیں۔ ایک خطبہ اور ایک باجماعت نماز۔ خطبہ پہلے ہوتا ہے اس کے بعد دو رکعت فرض پڑھے جاتے ہیں۔ خطبہ کے بغیر نماز جمعہ نہیں ہوتی۔

۷۔ فرض سے پہلے چار سنتیں پڑھے بشرطیکہ خطبہ شروع نہ ہوا ہو۔ جب خطبہ شروع ہو جائے تو صرف دو سنتیں جلدی جلدی پڑھے لیکن اسے عادت نہ بنائے اور فرض کے بعد دو یا چار سنتیں پڑھے۔

۸۔ خطبہ پوری توجہ سے سُنا جائے اور بالکل باتیں نہ کی جائیں۔ کسی کو باتوں سے روکنا ہو تو اشارہ سے روکا جاسکتا ہے۔ خطبہ کے وقت تنکوں سے کھیلنا بھی ممنوع ہے۔

۹۔ جمعہ کے روز غسل کرنے کی خاص تاکید کی گئی ہے۔ غسل کے بعد انسان اچھے صاف سُتھرے کپڑے پہنے اور میسّر ہو تو خوشبو لگائے۔

۱۰۔ امام جب مسجد میں آئے تو اذان کا حکم دے۔ اور خطبہ کھڑے ہوکر پڑھے۔

خطبہ جمعہ :

امام پہلے تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت اس طرح کرے

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ

اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآ لِّیۡنَ ۝ آمین۔

اس کے بعد حسبِ موقعہ ضروری باتیں اور تربیتی مسائل بیان کر کے تھوڑی دیر کیلئے خاموش بیٹھ جائے پھر کھڑے ہو کر خطبہ ثانیہ پڑھے۔ خطبہ ثانیہ کے الفاظ یہ ہیں:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ط وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَنَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ۔ عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ وَ اِیۡتَآءِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَیَنۡھٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ وَالۡبَغۡیِ یَعِظُکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ۔ اُذۡکُرُوا اللّٰہَ یَذۡکُرۡکُمۡ وَادۡعُوۡہُ یَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ وَلَذِکۡرُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ۔

ہر تعریف اللہ کیلئے ہے۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور ہم پناہ مانگتے ہیں اللہ کی اپنے نفسوں کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے۔ جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ قرار نہیں دے سکتا۔ اور جس کو وہ گمراہ قرار دے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ کے بندو! تم پر اللہ رحم کرے۔ یقیناً اللہ حکم دیتا ہے انصاف کا اور احسان کا اور قریبی رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنے کا اور روکتا ہے بے حیائی، بُری باتوں اور بغاوت سے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔ اللہ کو یاد کرو وہ تمہیں یاد کرے گا اور اسے بلاؤ وہ تمہیں جواب دے گا اور اللہ کا ذکر کرنا سب سے بڑی (نعمت) ہے۔

اس کے بعد امام دو رکعت نماز جمعہ پڑھائے گا۔ دونوں رکعات میں قرأۃ بالجہر ہوتی ہے۔ جس بستی میں تین مومن بندے ہوں ان پر نماز جمعہ واجب ہے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوسکتا۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ جمعہ ہر اس بستی میں ہوسکتا ہے جہاں تین مسلمان ہوں۔ البتہ ایک گاؤں میں کئی مساجد ہوں تو نماز جمعہ جامعہ مسجد میں ادا کی جانی چاہئے۔

نمازعیدین :

یکم شوال کو عید الفطر اور دس ذی الحجہ کو عید الاضحیہ منائی جاتی ہے۔ کسی کھلی جگہ پر زوال سے پہلے دو رکعت نماز عید پڑھی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں ثناء کے بعد سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے ہی پانچ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں۔ دونوں رکعات میں قرأۃ بالجہر ہوتی ہے۔

نماز کے بعد امام خطبہ عید دیتا ہے اور عید کا خطبہ جمعہ کی طرح ہی دیا جاتا ہے۔ خطبہ کے بعد امام تمام سامعین سمیت دُعا کراتا ہے۔ اور پھر سب بغل گیر ہو کر ایک دوسرے کو عید کی مبارکباد دیتے ہیں۔

نمازقصر :

۱۔ سفر کی حالت میں نمازیں قصر کرنی چاہئیں۔ جو فرض نماز چار رکعت والی ہو اس کو دو پڑھے جو فرض نماز دو یا تین رکعت کی ہے وہ پوری ادا کرے اور پچھلی سنتیں ضروری نہیں۔ البتہ صبح کی دو سنتیں اور عشاء کے تین وتر ضرور پڑھے۔

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ انسانوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ بعض نو دس کوس کو بھی سفر نہیں سمجھتے بعض کیلئے تین چار کوس بھی سفر ہے۔ حضورؑ نے فرمایا:

’’شریعت نے ان باتوں کا اعتبار نہیں کیا۔ صحابہ کرامؓ نے تین کوس کو بھی سفر سمجھا ہے‘‘۔

عرض کیا گیا۔ حضورؑ بٹالہ جاتے ہیں تو قصر فرماتے ہیں؟ (بٹالہ قادیان سے گیارہ میل ہے)

فرمایا:-

’’ہاں کیونکہ وہ سفر ہے۔ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی طبیب یا حاکم بطور دَورہ کئی گاؤں میں پھرتا ہے تو وہ اپنے تمام سفر کو جمع کر کے اسے سفر نہیں کہہ سکتا۔‘‘ (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۱۰۰)

۳۔اگر کسی جگہ پندرہ روز قیام کرنے کا ارادہ ہو تو قصر نہ کرے۔اور اگر کوئی ارادہ نہیں تو پھر قصر کرتا رہے۔

نماز جمع :

سفر کی حالت میں یا بارش کے وقت یا کسی اور مجبوری کے وقت یا کسی دینی اجتماع کی خاطر نمازیں جمع کی جاسکتی ہیں یعنی ظہر اور عصر اور مغرب وعشاء۔نمازیں جمع کرنے کی صورت میں سنتیں معاف ہیں۔

میّت کے احکام اور نماز جنازہ

۱۔جب کوئی شخص فوت ہونے لگے تو اُس کے پاس سورۃ یٰسین پڑھی جائے ،ذکر الٰہی کیا جائے ،کلمہ طیبہ کا وِرد کیا جائے اور جب وہ فوت ہو جائے تو **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن** پڑھے اور اس کی آنکھیں یا منہ کھلا ہو تو انہیں فوراً بند کر دینا چاہیئے۔اور پاؤں سیدھے کر دینے چاہئیں۔

۲۔میّت کو غسل دیا جائے۔غسل کے پانی میں بیری کے پتّے اُبال لینا بہتر ہے۔یا کوئی جراثیم کُش دوا ملالی جائے ۔کیونکہ بظاہر بیری کے پتّوں کی یہی حکمت معلوم ہوتی ہے۔غسل کرانے والا پہلے استنجاء کروائے پھر وضو کی جگہوں کو دھودے، ناک اور منہ میں پانی نہ ڈالے پھر داہنے پہلو کو، پھر سارے بدن کو غسل دے۔عورت کے بال گُندھے ہوئے نہ رہیں انہیں کھول دیا جائے۔بعدہٗ کافور وغیرہ لگایا جائے۔

۳۔غسل کے بعد میّت کو کفن پہنایا جائے۔کفن میں مرد کیلئے تین کپڑے ہیں۔ایک کُرتہ،

ایک تہہ بند اور ایک چادر عورت کیلئے ان کے علاوہ سینہ بند اور کمر بند ہے۔ یہ کپڑے سلے ہوئے نہیں ہونے چاہئیں۔ کُرتے سے مراد ایسا کپڑا ہے جو اوپر نیچے گھٹنوں تک آ جائے۔ اس کو درمیان میں سے گریبان کی طرح چیر دیا جائے تا کہ سر گذر سکے۔ اگر پورا کفن میّسر نہ ہو تو ایک چادر یا کمبل میں لپیٹ کر دفن کیا جا سکتا ہے۔

۴۔فوت ہونے کے بعد کفن دفن میں جلدی کرنی چاہیئے تا کہ نعش خراب نہ ہو۔

۵۔کفن پہنانے کے بعد میّت کو ایسی جگہ لے جایا جائے جہاں نمازِ جنازہ ادا ہو سکے۔ یہ نماز مسجد کے باہر ہونی چاہیئے۔ حسب ضرورت مسجد میں بھی جائز ہے۔ لیکن نعش مسجد میں نہ لانی چاہیئے۔ محراب کے باہر امام کے سامنے رکھی جا سکتی ہے۔

۶۔نمازِ جنازہ کی ترکیب :۔

امام میّت کو سامنے رکھ کر نماز پڑھائے۔ مقتدی ایک یا تین یا پانچ غرض طاق صفوں میں کھڑے ہوں۔ اس نماز میں رکوع اور سجدہ نہیں۔ صرف چار تکبیریں ہوتی ہیں۔ ہاتھ اُٹھا کر پہلی تکبیر کہے۔ پھر ثناء، تعوّذ و تسمیہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ پڑھے۔ دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھے۔ تیسری تکبیر کے بعد ذیل کی دُعا پڑھے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔

دُعائے نماز جنازہ :۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثٰنَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔

اے اللہ! بخش دے ہمارے زندوں کو اور مُردوں کو اور ان کو جو حاضر ہیں اور جو حاضر نہیں اور ہمارے چھوٹوں کو اور بڑوں کو اور ہمارے مَردوں کو اور عورتوں کو۔ اے اللہ! جس کو تو ہم میں سے زندہ رکھے اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو ہم میں سے وفات دے اس کو ایمان کے ساتھ

وفات دے۔اے اللہ!اس کے اجر سے ہم کو محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہم کو کسی فتنہ میں نہ ڈال۔

نابالغ کیلئے دُعا :۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّذُخْرًا وَّاَجْرًا ۔

اے اللہ!اس کو ہمارے فائدہ کیلئے پہلے جانے والا بنا۔اور ہمارے آرام کا ذریعہ بنا اور سامانِ خیر بنا اور آرام کا موجب بنا۔

۸۔اگر میّت نابالغ لڑکی کی ہو تو اس طرح دُعا کرے:۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّذُخْرًا وَّاَجْرًا ۔

اگر میّت سامنے نہ ہو یعنی مرنے والا کسی دوسری جگہ فوت ہو گیا ہو تو حسبِ ضرورت نماز جنازہ غائب پڑھی جاسکتی ہے۔

۹۔ایک ہی نیّت میں کئی میّت کی نماز جنازہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

۱۰۔ایسا شخص جو وبائی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا ہو اور دوسروں کے بیمار ہونے کا خطرہ ہو تو اس کو اپنے کپڑوں میں بغیر غسل دفن کرنا جائز ہے۔اسی طرح شہید کو بھی بغیر غسل اور کفن دفن کرنا چاہیئے۔تاہم اگر موقع ہو تو نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔

۱۱۔قبر کشادہ اور گہری بنائی جائے۔میّت کو بغیر صندوق کے قبر میں لحد بنا کر دفنانا بہتر ہے تاہم حفاظت کی غرض سے یا امانتاً صندوق میں بند کر کے دفن کرنا جائز ہے۔تابوت (صندوق) کی لمبائی سوا چھ فٹ۔چوڑائی پونے دو فٹ۔درمیان میں اونچائی ڈیڑھ فٹ۔کناروں پر اونچائی ایک فٹ۔قبر کو زمین سے اونچا کر دینا چاہیئے اور اونٹ کے کوہان کی مانند بنا دینا چاہیئے۔

صندوق کو رکھنے کیلئے قبر کی لمبائی سات فٹ۔چوڑائی ڈھائی فٹ اور گہرائی عموماً ساڑھے تین فٹ رکھی جاتی ہے۔

۱۲۔میّت کو دفن کرنے کے بعد میّت کیلئے اور اس کے پسماندگان کیلئے دُعا کی جائے۔

۱۳۔نماز جنازہ فرض کفایہ ہے یعنی ایک مسلمان کے مرنے پر سب مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔اگر کچھ لوگ نماز جنازہ پڑھ لیں تو وہ سب کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔لیکن اگر کوئی نہ پڑھے تو سب گنہگار رہوں گے۔

۱۴۔جنازہ ہر ایک مسلمان کا پڑھنا چاہئیے۔خواہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بڑا۔جو بچہ ماں کے پیٹ سے زندہ پیدا ہو اس کا جنازہ پڑھا جائے۔

۱۵۔جو شخص جنازہ کے ساتھ نماز جنازہ تک رہے اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہے اسے دو قیراط ثواب ملتا ہے۔

۱۶۔میّت کو بوسہ دینا جائز ہے لیکن رونا پیٹنا اور نوحہ کرنا، کپڑے وغیرہ پھاڑنا خلافِ سنّت ہے۔فاتحہ خوانی۔قُل خوانی یا تیسرا۔دسواں۔چالیسواں وغیرہ سب منع ہے۔

۱۷۔میّت کیلئے تین دِن سے زیادہ سوگ کرنا منع ہے۔ہاں اگر متوفی عورت کا خاوند ہو تو اس عورت کیلئے ۴ مہینے ۱۰ دن سوگ ہے۔وہ اس عرصہ میں زینت وغیرہ نہ کرے۔

۱۸۔احمدی کو غیر احمدی کا جنازہ پڑھنے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔اسلئے کسی احمدی کو غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہئیے۔

۱۹۔ قبرستان میں داخل ہوتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآاَھْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَا حِقُوْنَ۔ترجمہ: سلامتی ہو تم پر اے قبروں کے رہنے والو مسلمانوں میں سے! اور ہم بھی اللہ چاہے تو تم سے ملنے والے ہیں۔

۲۰۔قبرستان میں جا کر اھل قبور کے حق میں دُعا کرنی چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور ان کو اپنے قُرب اور جنّت میں جگہ دے۔

روزے کے احکام :

۱۔ماہِ رمضان کے روزے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر بالغ مومن مرد وعورت پر فرض کئے گئے ہیں۔ایک دن کا روزہ بھی عملاً بلا کسی شرعی عذر کے ترک کرنا بڑا گناہ ہے جس کی تلافی عمر بھر روزے رکھ کر بھی نہیں ہوسکتی۔جب تک کہ ندامت کا احساس اور توبہ واستغفار نہ ہو۔

۲۔ جو شخص مسافر ہو یا بیمار ہو اس کیلئے رخصت ہے۔ وہ دوسرے دنوں میں روزے پورے کرے۔جو دائم المرض ہو یا بہت بوڑھا اور ضعیف ہو گیا ہو اس پر روزہ فرض نہیں وہ بطور فدیہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے۔

۳۔جو عورت حاملہ ہو یا بچے کو دودھ پلاتی ہو اس پر روزہ فرض نہیں وہ بطور فدیہ ایک مسکین کو ہر روز کھانا کھلائے۔

۴۔بھولے سے اگر کوئی چیز کھالی جائے یا پی لی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن اگر عمداً بنا شرعی عذر مثلاً بیماری یا سفر روزہ توڑ دیا جائے تو ایسے شخص کا کفّارہ یہ ہے کہ وہ ساٹھ دن مسلسل روزے رکھے۔اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

۵۔روزہ کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔

۶۔اگر کسی شخص کو سحری کے وقت کھانا کھانے کا موقعہ نہیں ملا تو وہ اس عذر کی وجہ سے روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔سحری کا کھانا روزہ کیلئے شرط نہیں ہے۔

۷۔مرض اور سفر کی حد شریعت نے مقرر نہیں کی۔ اس کا انحصار ہر شخص کی حالت پر ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تعامل سے سفر کی حد گیارہ میل معلوم ہوتی ہے اور مرض کی حد یہ ہے کہ جس سے سارے بدن میں تکلیف ہو یا کسی ایسے عضو میں تکلیف ہو جس سے سارا جسم بے قرار ہو جائے۔جیسے بخار یا آنکھ کا درد۔ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ روزہ دار کی آنکھ میں تکلیف ہو تو دوائی ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔فرمایا:

''یہ سوال ہی غلط ہے۔ بیمار کے واسطے روزے رکھنے کا حکم نہیں''

(بدر 7رفروری 1907ء صفحہ 4 بحوالہ فقہ المسیح صفحہ 217، روزہ اور رمضان)

۸۔ جو شخص سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے وہ بھی خدا کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا''۔

(بدر ۱۷/۱کتوبر ۱۹۰۷ء بحوالہ فقہ احمدیہ جلد اول صفحہ 290)

۹۔ جو شخص صحت کی حالت میں ہے لیکن اسے خوف ہے کہ اگر مَیں روزہ رکھوں گا تو بیمار ہو جاؤں گا تو ایسا خوف محض نفس کا دھوکہ ہے اور ہرگز شرعی عذر نہیں۔ ہاں اگر طبیب کہتا ہے کہ روزہ نہ رکھو تو وہ بیمار کے حکم میں ہے۔

۱۰۔ جس شخص کا سفر ملازمت کے فرائض میں داخل ہے یا روزی کمانے کیلئے ہے جیسے ریلوے کے ملازم یا گاڑی کے ڈرائیور یا پھیری والے ان سب کو روزہ رکھنا چاہیئے۔ ان کا سفر سفر نہیں بلکہ معمول کی حالت ہے۔

۱۱۔ جو لوگ مزدور پیشہ یا زمیندار پیشہ ہیں اور رمضان میں انہیں ایسی مشقّت کا کام پڑ جائے کہ اگر چھوڑیں تو ٦ ماہ کی فصل ضائع ہو جائے اور اگر کام کریں تو روزہ نہ رکھ سکیں تو وہ مجبور کے حکم میں ہیں۔ مزدور پیشہ کو چاہیئے کہ وہ باقی سال کے گیارہ مہینہ اس قدر محنت کرے کہ رمضان میں آرام کر سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے کاشت کاروں اور مزدوروں کے بارے میں جن کا گذارہ مزدوری پر ہے اور روزہ ان سے نہیں رکھا جاتا۔ فرمایا:۔

''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ و طہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ مریض کے حکم میں ہے۔ پھر جب میسّر ہو رکھ لے''۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۳۹۴)

۱۲۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ روزہ دار آنکھ میں سُرمہ ڈالے یا نہ ڈالے۔فرمایا:۔

''مکروہ ہے اور ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ دن کے وقت سُرمہ لگائے۔رات سُرمہ لگا سکتا ہے'' (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۷۳)

۱۳۔رمضان کی ابتداء چاند دیکھنے سے ہوتی ہے۔اگر مطلع صاف نہ ہوتو شعبان کے تیس دن پورے کریں اور پھر روزے شروع کریں۔چاند کے دیکھے جانے کے بارے میں اگر یقینی اطلاع دوسری جگہ سے مل جائے تو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔اسی طرح چاند دیکھ کر ہی رمضان کا اختتام ہوتا ہے۔اور اگر مطلع ابر آلو ہوتو رمضان کے تیس دن پورے کریں۔سوائے اس کے کہ دوسری جگہ سے یقینی اطلاع موصول ہوجائے۔

۱۴۔قادیان اور ربوہ ہر احمدی کے لئے وطنِ ثانی کا حکم رکھتا ہے لیکن وطن ثانی کی طرف سفر بھی سفر ہی ہے۔اس لئے سفر میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے افطاری کے وقت سے پہلے قادیان آنے والے روزہ داروں کا روزہ کھلوادیا تھا۔اس تعامل سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر روزہ رکھنے کے بعد سفر پیش آجائے تو ایسی صورت میں روزہ کھول دینا چاہیئے۔مرکز میں پہنچنے کے بعد دوسرے دن اگر کوئی چاہے تو روزہ رکھ سکتا ہے۔

۱۵۔بچوں کو روزہ نہیں رکھنے دینا چاہیئے۔کیونکہ اس سے ذہنی اور جسمانی ارتقاء پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ہاں جب بچے کافی بڑے ہوجائیں تو بلوغت سے قبل معتدل موسم میں ایک دو روزے رکھنے میں مضائقہ نہیں۔

۱۶۔روزوں کی دوسری قسم وہ ہے جو نفلی کہلاتے ہیں۔مثلاً ماہ شوال کے شروع میں چھ، ہر ماہ چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو، پیر اور جمعرات کے دن،عرفہ کے دن یعنی ماہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو،اسی طرح عاشورہ کا روزہ بھی مسنون ہے۔

۱۷۔رمضان کے ایاّم میں عشاء کی نماز کے بعد نماز تراویح پڑھی جاتی ہے۔اس سلسلہ میں ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کہ رمضان میں تراویح آٹھ رکعت باجماعت مسجد میں پڑھنی چاہیئے یا اگر پچھلی رات کو اُٹھ کر اکیلے گھر میں پڑھنی چاہیئے حضور نے فرمایا:

''نماز تراویح کوئی جُدا نماز نہیں۔دراصل نماز تہجّد کی آٹھ رکعت کو اوّل وقت میں پڑھنے کا نام تراویح ہے۔اور یہ ہر دوصورتیں جائز ہیں جو سوال میں بیان کی گئی ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو طرح پڑھی ہے لیکن اکثر عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر تھا کہ آپؐ پچھلی رات کو گھر میں اکیلے یہ نماز پڑھتے تھے۔'' (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۱۸)

۱۸۔روزہ کی حالت میں مسواک کرنا۔تر کپڑا اوپر لینا۔بدن کو تیل لگانا۔خوشبو سونگھنا یا لگانا۔تھوک نگلنا جائز ہے۔

مسائل زکوٰۃ

۱۔زکوٰۃ اسلام کے ارکان میں سے چوتھا رکن ہے۔اس کی اہمیّت اس سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں اکثر جگہ نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی ذکر کیا ہے۔اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ کے تارک ایک ہی حکم میں ہیں۔

۲۔زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال میں کمی نہیں آتی۔بلکہ وہ بڑھتا ہے جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اس سے مال کم ہوتا ہے وہ نفس کے دھوکے میں مبتلا ہے۔خدائے تعالیٰ تو قرآن کریم میں فرماتا ہے :۔

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۔

(سورۃ الروم آیت:۴۰)

جو زکوٰۃ تم محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے دو گے۔تو ایسے طور پر دینے والے (اپنے

مالوں کو کم نہیں کرتے بلکہ) بڑھاتے ہیں۔

۳۔ جب امامِ وقت موجود ہو تو زکوٰۃ اسی کے پاس آنی چاہیئے وہی بہتر جانتا ہے کہ اسے کس طرح خرچ کرے۔

۴۔ چندہ الگ چیز ہے اور زکوٰۃ الگ ہے۔ جو شخص وصیّت ادا کرتا ہے یا دوسرے طوعی چندے ادا کرتا ہے وہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔

۵۔ مندرجہ ذیل مالوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے:۔

چاندی، سونا، سکّے، اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، دُنبہ (نر و مادہ)، تمام غلّے، کھجور، انگور۔

۶۔ جن مالوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کیلئے شریعت نے ایک حد مقرر کی ہے جو مال اس مقدار کے برابر یا اس سے زیادہ ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اس حد اور مقدار کو نصاب کہتے ہیں۔

۷۔ غلّوں، کھجوروں، انگوروں پر اسی وقت زکوٰۃ یا عُشر واجب ہوتی ہے جب ان کی فصل تیار ہو جائے اور مالک انہیں کاٹ لے لیکن باقی مال پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب وہ مالک کے پاس ایک سال رہا ہو۔ غلّوں، کھجوروں اور انگوروں پر زکوٰۃ صرف ایک دفعہ واجب ہے خواہ وہ ایک سال سے زائد عرصہ رہیں لیکن باقی اموال پر ہر سال واجب ہوتی ہے بشرطیکہ ان کی مقدار نصاب سے کم نہ ہو۔

۹۔ غلّہ کا نصاب ۲۱ من ۵ سیر (۷۸۱ کلو ۸۷۰ گرام) ہے۔ اس سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ جس کھیت کیلئے پانی قیمت ادا کر کے نہ لیا گیا ہو گویا بارانی زمین ہو تو اس کی شرح زکوٰۃ دسواں حصہ ہے لیکن جس کیلئے قیمت ادا کر کے پانی مہیّا کیا گیا ہو مثلاً زمیندار خود نہر کھینچ کر لایا ہو یا ٹیوب ویل لگوا کر زمین سیراب کرے تو اس کی شرح بیسواں حصہ ہے۔

۱۰۔ چاندی کا نصاب ۵۲ تولہ ۶ ماشہ (۶۱۲ گرام ۳۵۱ ملی گرام) ہے۔ اور زکوٰۃ کی

شرح چالیسواں حصہ ہے۔یعنی ۵۲ تولہ ٦ ماشہ پر زکوٰۃ کی مقدار ایک تولہ تین ماشہ چھ رتی (۱۰ گرام ۱۳ ملی گرام) بنتی ہے۔یہی حکم چاندی کے زیور کا ہے۔

۱۱۔سونے کا نصاب چاندی کے نصاب کے تابع ہے اور زکوٰۃ کی شرح اس صورت میں بھی چالیسواں حصہ ہے سونے چاندی کے زیوارت پر وزن کے لحاظ سے زکوٰۃ ہوگی نہ کہ ان کی بنوائی وغیرہ کے لحاظ سے۔

۱۲۔ سونے اور چاندی کے وہ زیور جو عام طور پر استعمال میں رہتے ہیں اور غرباء کو بھی عاریتاً دیئے جاتے ہوں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔سونے کے ایسے زیوارت کا اندازہ آٹھ تولے تک ہے اور اسی بناء پر بعض فقہاء نے سونے کا نصاب ۸ تولے ۴ ماشہ (۹۷ گرام ۲۰۰ ملی گرام) مقرر کیا ہے لیکن یہ نصاب نہیں بلکہ استعمال کے زیور کے لحاظ سے چھوٹ ہے۔

۱۳۔ سکّے خواہ وہ کسی دھات کے ہوں یا کاغذ کے ہوں ان کا نصاب چاندی کے مطابق ہوگا۔یعنی جس شخص کے پاس اس قدر روپے یا پونڈ ،ڈالر یا کرنسی نوٹ ہوں جن کی قیمت ۵۲ تولہ ٦ ماشہ چاندی کے برابر ہو تو ایسا شخص صاحب نصاب سمجھا جائے گا۔اور اسے چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینی ہوگی۔یعنی ڈھائی فی صد۔

۱۴۔اونٹوں کا نصاب ۵ راس (یا عدد) ہے۔اگر ۵ سے کم اونٹ ہوں تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔گائیوں اور بھینسوں کا نصاب تیس راس ہے۔بکری،بھیڑ اور دُنبہ کا چالیس راس ہے۔

۱۵۔جس زمین کا گورنمنٹ لگان لیتی ہو اس کی پیداوار پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

۱٦۔اگر کاشت کار کے پاس زمین اجارہ کے طور پر ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی اس کے ذمہ ہوگی۔اگر اس نے زمین بٹائی پر لی ہو تو زکوٰۃ مشترکہ طور پر واجب ہوگی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد باقی غلّہ مالک اور کاشت کار کے درمیان تقسیم ہوگا۔

حج کے مسائل :

۱۔حج تمام عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔

۲۔ حج اس شخص پر فرض ہے جو تندرست ہو۔ اوراخراجات سفر برداشت کرسکتا ہو۔ اور اپنے گھر والوں کیلئے مناسب انتظام کرسکتا ہو۔ نیز یہ بھی شرط ہیکہ سواری میسّر ہواور راستہ میں امن ہو۔اگر مندرجہ بالا چار شرائط میں سے کوئی پوری نہ ہوتو حج فرض نہیں رہتا۔

۳۔اگر کوئی شخص خود حج نہ کرسکتا ہولیکن شوق حج میں اور حصول ثواب کیلئے نفلی طور پر کسی شخص سے حج کروانا چاہےتو جائز ہے۔اسے حج بدل کہا جاتا ہے۔

۴۔حج کیلئے وقت مقرر ہے۔یعنی مقررہ ایّام میں ہی حج ہوسکتا ہے۔لیکن عمرہ سال کے دَوران کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے۔

۵۔حج کے تین ماہ ہیں۔شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ یعنی ان مہینوں میں حج کا احرام باندھنا ہوگا۔

۶۔حج کے ضروری ارکان میں بیت اللہ کا طواف۔صفا مروہ کی سعی۔مقام ابراہیم پر نماز۔ منٰی میں رمی الجمار اور عرفات میں ۹ ذی الحجہ کا قیام شامل ہے۔

......☆......☆......☆......

دوسرا باب
بچے کی پیدائش پر ضروری مسائل

جب کسی مسلمان کے ہاں لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو اسلام نے حکم دیا ہے کہ اس کے دائیں کان میں اذان کہی جائے اور بائیں کان میں اقامت۔ کوئی صالح اور متبرک آدمی اُسے گھٹی دے۔ بچے کا اسلامی نام رکھا جائے۔ بہتر ہے کسی صالح آدمی سے نام رکھایا جائے۔ پھر ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا جائے۔ بچے کا سر منڈوایا جائے۔ سر منڈوانے کے بعد بالوں کے برابر چاندی تول کر دینا مستحب ہے اور بچے کے سر پر زعفران گھول کر لگانا بھی مستحب ہے۔ قربانی لڑکی کی طرف سے ایک بکرا یا دُنبہ وغیرہ اور لڑکے کی طرف سے دو بکرے یا دُنبے وغیرہ زیادہ پسندیدہ ہے۔ ایک ایک قربانی بھی جائز ہے۔ ساتویں روز ختنہ کرنا بھی پسندیدہ ہے۔ اگر نہ ہو سکے تو بالغ ہونے سے پہلے پہلے ضرور ختنہ کرا لینا چاہئیے۔ یہ ابراہیمی سنّت ہے۔

عقیقہ کا اصل دن تو پیدائش کے بعد ساتواں دن ہے۔ چودھواں اکیسواں دن بھی جائز ہے۔ بعض نے یہاں تک بھی لکھا ہے کہ لڑکے کے بالغ ہونے تک ماں باپ عقیقہ کر سکتے ہیں اور بالغ ہونے کے بعد لڑکا خود بھی کر سکتا ہے۔

بچے کے مربیوں کو بچہ کے بالغ ہونے تک درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئیے:

(۱) رضاع (دودھ پلانا)۔ یعنی بچے کو خواہ اس کی ماں کا دودھ پلائیں خواہ کسی دوسری عورت کا، دو سال کی عمر تک دودھ پلوا سکتے ہیں۔ یہی وہ دودھ ہے جس سے رشتوں کی حُرمت قائم ہوتی ہے۔ دو سال کے بعد اگر بچہ کسی عورت کا دودھ پیئے تو وہ عورت اس کی ماں نہیں بن سکتی۔

(۲) استیذان (اجازت حاصل کرنا):۔ جب بچہ چلنے پھرنے لگے اور باتیں سیکھ جائے

تو اس وقت اُسے اجازت حاصل کر کے اندر آنے کی تعلیم دینی چاہیئے یعنی ماں باپ کے پاس جب ان تینوں وقتوں میں آئے تو اجازت لے کر آئے (الف) صبح کی نماز سے پہلے (ب) عشاء کی نماز کے بعد (ج) عین دوپہر کے وقت جب وہ آرام کرتے ہیں۔ جب بچہ بالغ ہوجائے تو پھر اُسے ہر وقت گھر میں اجازت لے کر آنا چاہیئے۔

(۳) نماز کی تلقین :۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بچے کی عمر سات سال کی ہو تو اُسے نماز پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔اس سے ظاہر ہے کہ بچے کو سات برس کی عمر تک پہنچنے سے پہلے نماز یاد نہ ہو تو یاد کرا دینی چاہیئے کیونکہ اگر بچہ کو نماز یاد نہ ہو گی تو اُسے نماز ادا کرنے کی ترغیب کیونکر دی جائے گی۔

جب بچہ دس سال کا ہو تو اُسے نماز ادا کرنے کی سخت تاکید کی جائے یہاں تک کہ اُسے نماز ادا نہ کرنے پر مارنے کا بھی حکم ہے۔

ماں باپ کیلئے ضروری باتیں :

۱۔بچے کو جھوٹے وعدہ نہ دیئے جائیں جو بعد میں پورے نہ کئے جا سکتے ہوں۔

۲۔اگر بچہ امانت کے طور پر کوئی چیز رکھوائے تو اسی طرح اس کو واپس کی جائے۔

۳۔بچہ کے سامنے ماں باپ کو لڑائی جھگڑا یا بے حیائی کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔اوّل تو بچہ کی غیر موجودگی میں بھی ہر صورت میں پرہیز کرنا چاہیئے۔

خلاصہ یہ کہ ماں باپ یا مربیان کو چاہیئے کہ ہر کام یا بات کے کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح سوچ لیں کہ اس کام یا بات کا بچے کے اخلاق پر کیا اثر پڑے گا۔

نکاح :

نکاح کرنا سُنّت ہے۔جو شخص نکاح کی طاقت رکھنے کے باوجود نکاح نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح تاکیدی احکام کی نافرمانی کرتا ہے۔

نکاح کرنے سے علاوہ رشتہ داریاں بڑھنے کے انسان بہت سے گناہوں مثلاً بدنظری، زنا اور بہت سی خطرناک بیماریوں سے بھی بچ جاتا ہے۔ اور امن سے اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کے پاس نکاح کرنے کیلئے مال وغیرہ نہ ہو یا اسے کوئی رشتہ دار نہ ملتا ہو تو اسے روزے رکھنے کا حکم ہے۔

نکاح کرتے وقت یہ بات خصوصاً مدّنظر رکھنے کا حکم ہے کہ عورت علاوہ اَور خوبیوں کے دین دار، نیک اور پاک ضرور ہو۔ اگر کوئی عورت نیک اور دیندار نہیں تو اس کے ساتھ نکاح نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ پھر وہ فوائد حاصل نہ ہوسکیں گے جن کیلئے شریعت نے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔

نکاح کے اِنعقاد کیلئے چند شرطیں ہیں:۔

اوّل:۔ مرد اور عورت سے دریافت کیا جائے کہ کیا وہ آپس میں نکاح کرنے پر رضامند ہیں۔ اگر ہر دو رضامند ہوں تو پھر نکاح کیا جائے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی ناپسند کرے تو نکاح نہیں ہوسکتا۔

دوم:۔ عورت کی طرف سے اس کے ولی یعنی قریبی رشتہ دار مثلاً باپ یا بھائی کی منظوری بھی ضروری ہے کیونکہ شریعت نے عورت کیلئے ایک ولی کا ہونا ضروری قرار دیا ہے اس لئے عورت کو بطور خود کسی سے نکاح کرنے کا حکم نہیں جب تک کہ اس کا ولی نکاح کی منظوری نہ دے۔

سوم:۔ مہر[1] مقرر ہو۔ بغیر مہر کے نکاح نہیں ہوسکتا۔ شریعت نے مہر کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔

---

[1] مہر اُس مال کو کہتے ہیں جو عورت کو بطور جائیداد نکاح کے وقت خاوند کی طرف سے دیا جاتا ہے یا دیئے جانے کا وعدہ کیا جاتا ہے۔

مرد جس قدر اپنی حیثیت کے موافق دے سکتا ہو اور باہم فریقین کی رضامندی سے طے ہو اُسی قدر مہر مقرّر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص مہر تو زیادہ مقرر کر لیتا ہے مگر اس کو ادا نہیں کرتا تو وہ گنہ گار ہے۔

چہارم:۔ نکاح کا اعلان ہونا چاہیئے۔ اِعلان جتنے زیادہ لوگوں میں کیا جائے اتنا ہی بہتر ہے کیونکہ خفیہ نکاح کوئی نکاح نہیں۔

نکاح کے اعلان کا یہ طریق ہے کہ کسی مجلس میں جہاں چند لوگ (کم از کم دو آدمی) جمع ہوں۔ وہاں کوئی عالم مسنون طریق پر نکاح کا اعلان کرے۔ یعنی پہلے خطبہ نکاح پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۔اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ○ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ○ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

ترجمہ:۔ سب تعریفوں کا مستحق چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے ہم اُس کی تعریف کرتے ہیں۔ اور اس سے مدد مانگتے ہیں۔ اور اپنے گناہوں کی اُس سے بخشش چاہتے ہیں۔ اور اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اُس کی ذات پر توکّل کرتے ہیں۔ اور

اپنے نفسوں کے شرور اور اپنے اعمال کے بدنتائج سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔ (دیکھو!) جس کو خدا ہدایت دے تو اُسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے خدا گمراہ قرار دیدے تو اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ازاں بعد میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں دھتکارے ہوئے شیطان سے۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اِس سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور پھر اُن سے (اولاد پیدا کرکے) بہت سے مرد اور عورتیں بنا کر پھیلا دیئے۔ اور تم اللہ سے ڈرو۔ جس کا واسطہ دے کر آپس میں سوال کرتے ہو۔ اور رشتہ داروں کے متعلق بھی (دیکھو اگر خلاف شریعت کام کروگے تو) اللہ تعالیٰ ہر وقت تم پر نگہبان ہے۔ اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی باتیں کیا کرو۔ وہ تمہارے اعمال بھی درست کردے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف کردے گا۔ اور (دیکھو) جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کرے تو یقیناً وہ کامیاب ہوجائے گا۔ اے مومنو! اور اللہ سے ڈرو۔ اور چاہئیے کہ ہر شخص محاسبہ کرتا رہے کہ قیامت کے دن کیلئے اُس نے کیا جمع کیا ہے۔ اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ وہ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔

پھر اس کے بعد اعلان کرے کہ فلاں عورت کا نکاح فلاں مرد سے اتنے مہر پر ہونا قرار پایا ہے۔ پھر اِن ہر دو سے دریافت کرے کہ کیا اِنہیں یہ نکاح منظور ہے؟ اگر وہ اقرار کریں کہ انہیں منظور ہے۔ تب نکاح ہوتا ہے [1]۔ اِسے اصطلاح میں ایجاب وقبول کہتے ہیں۔

---

[1] نکاح پر مبارکبادی کے مسنون الفاظ یہ ہیں بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ۔ (حدیث ترمذی) ترجمہ: اللہ تعالیٰ تیرے لئے مبارک کرے اور تجھ پر برکت کرے اور تم دونوں کو باہم خیر میں اکٹھا کردے۔

چونکہ عورتوں کو پردہ کا حکم ہے۔ لہٰذا عورت کی طرف سے اُس کا ولی ایجاب وقبول کرے گا۔ عورت کا مجلس میں ہونا ضروری نہیں۔ اِسی طرح بعض مجبوریوں کے پیش نظر مرد کی طرف سے اُس کا ولی یا وکیل ایجاب وقبول کرسکتا ہے۔ اگر عورت کا ولی اُس مجلس میں حاضر نہ ہوسکتا ہوتو اُسے اختیار ہے کہ وہ اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو اپنا وکیل مقرّر کردے۔ تاوہ اُس کی طرف سے ایجاب وقبول کرے۔

جب ایجاب وقبول ہوجائے تو اب مرد وعورت خاوند اور بیوی بن گئے۔ اب خاوند اپنی بیوی کو اپنے گھر لے جاسکتا ہے۔

جب خاوند کی اپنی بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہوجائے تو اُسے چاہیئے کہ حسبِ توفیق اپنے قریبی رشتہ داروں، دوستوں اور مسکینوں کی دعوت کرے۔ اِس دعوت کو ولیمہ کہتے ہیں۔ یہ دعوت (ولیمہ) کرنا سُنّت ہے۔ اور اس کا قبول کرنا بھی سنّت ہے۔ اور اس دعوت میں غریب اور مسکین لوگوں کو بُلانے کا خاص حکم ہے۔

حقوق زَوجین :

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر فضیلت اور فوقیت دی ہے۔ اور اِس پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کیلئے تمام اخراجات خوراک، پوشاک اور رہائش وغیرہ کا اِنتظام حسبِ توفیق کرے۔ اُس پر ناحق خفا نہ ہو۔ اور اُس پر ناجائز سختی نہ کرے بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ اور نیک سلوک کرے اور اس کے ساتھ محبت اور پیار سے رہے۔

اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کے ماتحت رکھا ہے اور اُس پر فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے اور اُس کے ہر حکم کی تعمیل کرے۔ بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو۔ اُس کے مال ضائع نہ کرے۔ کفایت شعاری اور قناعت سے کام لے۔ خواہ مخواہ اُس کو تنگ نہ

کرے۔اُس کی عزت کی حفاظت کرے۔اوراولاد کی اچھی طرح سے پرورش کرے۔اورمرد کیلئے باعثِ راحت وآرام ہو۔

تعدّدِ ازدواج :

اگرکسی شخص کوحقیقی ضرورت ہو۔یعنی اس کی بیوی بیمارہو یااس کے اولاد نہ ہوتی ہو یا صحت پر بُرااثر پڑتا ہو۔یا فتنہ میں پڑنے کا خوف ہوتو وہ ایک سے زیادہ شادیاں کرسکتا ہے۔مگرایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں نہیں رکھ سکتا۔یہ صرف اسلام کی ہی خوبی ہے کہ اس نے خاص حالات میں کثرت ازدواج (ایک سے زیادہ شادیاں کرنے) کاحکم دیا ہے۔باقی کسی مذہب میں یہ خوبی نہیں پائی جاتی۔مگرشرط یہ ہے کہ وہ ہرایک بیوی کے ساتھ عدل وانصاف کرے۔کسی کاحق نہ مارے یعنی ہرایک بیوی کوایک جیسا خرچ دے اور برابر باری مقررکرے۔کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہ کرے۔

اگرکوئی شخص عدل وانصاف نہ کرسکتا ہوتواس کیلئے ہرگزاجازت نہیں کہ وہ دوسری شادی کرے۔

محرماتِ نکاح

وہ عورتیں جن سے نکاح کرنا حرام ہے یہ ہیں:۔

(۱) ماں (۲) باپ کی منکوحہ (۳) دادی (۴) نانی (۵) پھوپھی (۶) خالہ (۷) رضاعی ماں (۸) رضاعی بہن (۹) ساس (۱۰) شادی شدہ عورت (۱۱) بہن (۱۲) بیٹی (۱۳) بھتیجی (۱۴) بھانجی (۱۵) بیوی کے پہلے خاوند کی لڑکی (۱۶) ایک وقت میں دوحقیقی بہنیں (۱۷) ایک وقت میں خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی (۱۸) بیٹے کی بیوی (۱۹) مشرکہ اور (۲۰) زانیہ۔ان کے علاوہ سب عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔

عورت مومن ہونی چاہیئے۔ اگر مومن عورت نہ ملے یا کوئی دوسری مصلحت ہوتو اہل کتاب۔ مثلاً عیسائی۔ یہودی وغیرہ عورتوں سے بھی نکاح کرنا جائز ہے۔

رضاعت (دودھ پلانا) کی مدت دوسال ہے۔ اگر دوسال کے اندر کسی عورت نے کسی بچہ کوکم ازکم پانچ گھونٹ دودھ پلایا ہو وہ اس بچے کی رضاعی ماں اوراس کی اولاد بچے کے رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں۔ اوران سے نکاح کرنا حرام ہوتا ہے۔ اگر دوسال کے بعد پلایا جائے تو اس سے حُرمتِ نکاح لازم نہیں آتی۔

نکاح شغار یعنی تبادلہ کا نکاح کہ ایک شخص اپنی لڑکی یا بہن کا کسی شخص سے نکاح کردے۔ اوراسکی لڑکی یا بہن کا نکاح اپنے ساتھ کروائے۔ اورمہر دونوں کا مقرر نہ کیا جائے بلکہ تبادلہ ہی مہر سمجھا جائےتو اسے شغار کہتے ہیں۔ یہ نکاح منع ہے۔ اورشریعت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

متعہ۔ ایک خاص وقت تک کے لئے مثلاً گھنٹہ دو گھنٹے۔ رات دو رات یا مہینہ دو مہینے یا سال دوسال وغیرہ تک کیلئے نکاح کرنے کو متعہ کہتے ہیں۔ یہ نکاح بھی حرام ہے۔

طلاق

اگرمیاں بیوی میں ناچاقی ہوجائے اوروہ دونوں آپس میں شریعت کے حکم کے مطابق اپنی بقیہ زندگی نہ گزار سکتے ہوں یا عورت کسی خلافِ شریعت فعل کی مرتکب ہو یا ماں باپ طلاق دینے کا حکم دیں تو خاوند کو چاہیئے کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے نکاح سے آزاد کردے یعنی طلاق دیدے۔

طلاق دینا اگر چہ جائز ہے مگر طلاق دینے کا اس وقت حکم ہے جبکہ سخت مجبوری ہو۔ اوربغیر طلاق دینے کے زندگی گزارنا محال ہو۔ اگر کوئی شخص یونہی بغیر کسی خاص مجبوری کے طلاق دیتا

ہےتو وہ سخت بُرا کام کرتا ہےاوراللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔کیونکہ ایک پاک معاہدہ (نکاح) کوتوڑتا ہے۔

طلاق دینے سے قبل غوراورفکرنہایت ضروری ہے۔اسلئے شریعت نےحکم دیا ہے کہ جہاں تک ہوسکےصلح صفائی کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔اورعورت اورمرد ہردوکو ہرممکن طریق سے سمجھانا چاہئیے۔اگروہ بالکل نہ سمجھیں تو پھرمردکوطلاق دینی چاہئیے۔

طلاق دینے کا یہ طریق ہے کہ مرداپنی بیوی کوایام طہر میں طلاق دے۔جس طہر میں اس کے پاس نہ گیا ہو۔قرآن کریم نے مردکوتین طلاقیں دینے کا حق دیا ہے۔ان تین طلاقوں کا حق یاتو دورجعی اورایک بائن طلاق کی صورت میں استعمال ہوگا یا تین بائن طلاقوں کی صورت میں جس کی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کوایک طلاق رجعی دے پھرعدّت کے دَوران رجوع کرےتو وہ ایک طلاق واقع ہوجائے گی اس کے بعد اگر وہ دوبارہ طلاق رجعی دے اور پھر عدّت کے اندر رجوع کرےتو یہ اس کی طرف سے دوسری طلاق واقع شدہ شمار ہوجائے گی۔اب اس کے بعد جب تیسری مرتبہ طلاق دے گا تو وہ ’’طلاق بتّہ‘‘ ہوگی یعنی عدّت کے اندر رجوع کرنے اور عدّت کے بعد نکاح کرنے کا حق باقی نہیں رہے گا کیونکہ وہ اپنا طلاق دینے کا حق تین مرتبہ استعمال کرچکا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کوطلاق رجعی دے اورعدّت کے دَوران رجوع نہ کرے اس صورت میں عدّت گزرنے کے بعد ایک ’’طلاق بائن‘‘ ہوگی (یا مثلاً قبل از رخصتانہ طلاق دے جو بائن ہوتی ہے)اب وہ رجوع تونہیں کرسکتا مگردوبارہ نیا نکاح کرسکتا ہے۔اس دوسرے نکاح کے بعد اسے طلاق کا حق تین مرتبہ نہیں بلکہ صرف دومرتبہ حاصل ہوگا لہٰذا اگر وہ اب طلاق دے اور رجوع نہ کرے اورعدّت گزرجائے تو یہ اس کی طرف سے دوسری طلاق بائن ہوگی۔اس کے بعد وہ پھر باہمی رضامندی سے نکاح کرسکتے ہیں۔یہ ان کا

تیسرا نکاح ہوگا جس کے نتیجہ میں صرف ایک باقی طلاق کا حق اسے ملے گا۔یعنی اگر وہ اب طلاق دے گا تو یہ اس کی ''طلاق بتّہ'' ہوگی اور دونوں میں قطعی جُدائی ہوجائے گی نہ رجوع ہوسکے گا اور نہ دوبارہ نکاح۔گویا طلاق بتّہ کے واقعہ ہونے کیلئے دو طلاقوں کے درمیان یا تو رجوع حائل ہونا چاہیئے یا دوسرا نکاح۔اگران دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں تو خواہ کتنی بار وہ منہ سے طلاق کا لفظ بولے طلاق ایک ہی متصوّر ہوگی۔جب کوئی مرد تیسری طلاق دیدے تو پھر اسے رجوع کا اختیار نہیں رہتا۔اور نہ وہ اس عورت کے ساتھ اب نکاح کرسکتا ہے۔

ہاں اگر کوئی دوسرا شخص اس عورت کے ساتھ نکاح کرلے اور پھر وہ فوت ہوجائے یا اپنی مرضی سے کسی مجبوری کی وجہ سے طلاق دیدے تو پھر یہ اس عورت کے ساتھ اس کی رضامندی سے شادی کرسکتا ہے۔لیکن اگر عمداً کسی دوسرے کے ساتھ نکاح پڑھا جائے تاکہ وہ نکاح کے بعد اُس عورت کو طلاق دیدے اور یہ پھر اس سے شادی کرسکے تو ایسے نکاح کو حلالہ کہتے ہیں۔اور حلالہ حرام ہے۔

عدّت کے ایّام میں مرد پر عورت کو نان ونفقہ (خرچ خوراک و پوشاک) دینا فرض ہے۔اور مہر تو عورت کی جائیداد ہے جو بہر حال مرد پر ادا کرنا فرض ہے۔اور اگر مہر کے علاوہ اور مال یا جائیداد بھی مرد نے عورت کو دی ہوئی ہو تو وہ ان میں سے بھی کچھ واپس نہیں لے سکتا جب تک کہ وہ فاحشہ مبیّنہ (ظاہراً بدکاری) کی مرتکب نہ ہو۔

احکامِ عدّت

عِدّت اُس میعاد کو کہتے ہیں جس میں عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا منع ہو۔

مطلّقہ (وہ عورت جس کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہو) اگر حاملہ ہو تو اس کی عِدّت

وضع حمل ہے۔اور اگر حاملہ نہ ہوتو پھر تین حیض۔آئسہ (بوڑھی عورت) اور نابالغہ مطلّقہ کیلئے تین ماہ عِدّت مقرر ہے۔

اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حاملہ ہوتو اس کی عِدّت وضع حمل اور اگر حاملہ نہ ہوتو اس کے لئے چار ماہ دس دن عِدّت مقرر ہے۔

خُلع کی عِدّت ایک حیض مقرر ہے۔اور غیر مدخولہ مطلّقہ کیلئے کوئی عِدّت نہیں۔

عِدّت کے ایّام میں عورت کو اپنے مکان سے بِلاضرورتِ خاص باہر جانا منع ہے۔اور اسے نکالنا بھی منع ہے۔اگر ضرورتاً کہیں جانا پڑے تو دن کے وقت جاسکتی ہے۔نیز عِدّت کے ایّام میں عورت کو سُرمہ یا خوشبو وغیرہ لگانا یا زینت کرنا سب منع ہے۔اور سوگ کرنے کا حکم ہے۔

عِدّت کے ایّام میں عِدّت والی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجنا منع ہے۔جب عِدّت گزر جائے پھر نکاح کا پیغام بھیجا جاسکتا ہے۔

اگر مطلّقہ عورت کا بچہ دودھ پی رہا ہوتو بچے کے باپ پر اس کا نان ونفقہ ایام رضاع (دو سال کی عمر) تک فرض ہے۔

خلع

شریعت نے جس طرح مرد کو یہ اجازت دی ہے کہ اگر اسے کوئی حقیقی مجبوری درپیش ہوتو وہ اپنی عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔اسی طرح شریعت نے عورت کو بھی یہ حق دیا ہے کہ اگر اُسے کوئی حقیقی مجبوری درپیش ہو۔مثلاً اس کا خاوند کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو یا اُس کی ضرورت کو پورا نہ کرسکتا ہوتو وہ اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے کیلئے طلاق حاصل کرلے۔اس طلاق کو جو عورت اپنی مرضی سے حاصل کرتی ہے خُلع کہتے ہیں۔

اگر مرد طلاق نہ دے تو عورت کو حکم ہے کہ وہ قضاء (عدالت) میں قاضی (حاکم ومنصِف) کے پاس درخواست کرے کہ اسے خاوند سے علیحدہ کیا جائے۔اگر قاضی معقول وجہ دیکھے گا۔تو

جو مال اس کے خاوند نے اُسے دیا ہوگا اس میں سے جس قدر اس کے پاس موجود ہوگا وہ اس کے خاوند کو دلا دیگا۔ اور حکماً اس کو طلاق دلا دے گا۔

خُلع میں مہر اور نان ونفقہ کی عورت حقدار نہیں۔ بلکہ اگر خاوند اس سے کچھ مال لے کر خُلع کرنا چاہے تو بھی اس کیلئے جائز ہے۔ مگر جس قدر مال اس نے خود عورت کو دیا ہے اس سے زیادہ لینا اس کیلئے منع ہے۔

مہر، کثرتِ اِزْ دِوَاج، طلاق اور خلع وغیرہ یہ سب خوبیاں ہمارے مذہب اسلام کے علاوہ اَور کسی مذہب میں نہیں پائی جاتیں۔

لِعان

اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر یہ الزام لگائے کہ اس نے زِنا کیا ہے۔ اور جیسا کہ شریعت کا حکم ہے۔ چار گواہ رؤیت موجود نہ ہوں۔ مرد اپنی بات پر قائم ہو اور عورت اِنکار کرے تو اس صورت میں معاملہ قضاء (عدالت) میں قاضی (حاکم) کے سامنے پیش ہوگا۔ قاضی ہر دو سے دریافت کرے گا۔ اگر ہر دو اپنی اپنی بات پر مُصِر ہوں تو قاضی ہر دو سے قسمیں کھلائے گا۔ پہلے چار دفعہ مرد قسم کھا کر کہے گا کہ

''میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اِس عورت نے زِنا کیا ہے۔''

اور پانچویں دفعہ کہے گا کہ

''اگر مَیں اِس معاملہ میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو''۔

اِسی طرح عورت چار دفعہ قسمیں کھائے گی کہ

''اللہ تعالیٰ کی قسم مَیں نے زِنا نہیں کیا یہ جھوٹ بولتا ہے''۔

اور پانچویں دفعہ کہے گی کہ

''اگر مَیں نے اِس معاملہ میں جھوٹ بولا ہو تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو''۔

اس کولعان کہتے ہیں۔

لعان کے بعدان کا نکاح فسخ ہوجائے گا اور اِن کا آپس میں کوئی تعلق نہیں رہے گا۔اورمہر مردکودینا پڑے گا۔

اگرمرد قسم نہ کھائے اور کہہ دے کہ میں نے جھوٹ بولا تو اسے ۸۰ کوڑے لگائے جائیں گے۔اوراگرعورت قسم نہ کھائے اور کہے کہ یہ الزام صحیح ہے اور مَیں مجرم ہوں تو پھر اسے زنا کی سزا دی جائے گی۔

سود

اِسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔جوشخص کسی سے سود لیتا ہے۔خواہ سود کم ہو یا زیادہ وہ لعنتی ہے۔بلکہ جوگواہ ہوں وہ بھی لعنتی ہیں۔

سود ایک ایسا لعنت کا طوق ہے کہ اگر کسی کے گلے میں پڑ جائے تو پھر اس کی اس سے رہائی ناممکن ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی کے باپ نے سود پر روپیہ لیا تو وہ بھی اس کو ادا کرتا مرگیا مگر روپیہ ادا نہ ہوسکا۔پھر اس کی اولاد اس کو ادا کرتی چلی گئی مگر پھر بھی وہ ادا نہ ہوسکا۔لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سود کی لعنت سے بچانے کیلئے سود کو حرام قرار دے دیا ہے۔اور فرمایا ہے کہ جو مسلمان سود لیتا ہے یا دیتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑائی کرتا ہے۔اور ہر عقلمند یہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ کرکے کوئی شخص کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سود کے بغیر گزارہ نہیں ہوسکتا۔یہ بات غلط ہے اور ایک شیطانی وسوسہ سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔اگر کوئی شخص نیک نیّتی سے سود کے بغیر بھی گزارہ کرنا چاہے تو ہوسکتا ہے۔

ہاں اگر بعض مجبوریوں کی وجہ سے سود لینا پڑے مثلاً کوئی شخص کسی بنک میں روپیہ جمع کراتا ہے تو سود ضرور ملتا ہے۔ تو ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ سود کا روپیہ صرف اشاعت اسلام میں خرچ کرے اور اسے اپنے کسی مصرف میں نہ لائے۔ کیونکہ سود کا روپیہ اپنے کسی مصرف میں لانا حرام ہے۔

قرض

قرض لینا اسلام نے جائز قرار دیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ اگر تمہارے پاس روپیہ نہ ہو تو تم قرض لے سکتے ہو۔ اور مالدار لوگوں کو حکم دیا ہے کہ اگر کسی کو روپیہ کی ضرورت ہو تو تم اس کو قرض دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور احسان کرنا ہر مومن کا فرض ہے۔

جو شخص ہمدردی کے طور پر کسی کو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر خوش ہوتا ہے کہ اس نے میرے مسکین بندے پر احسان کیا۔ اور اس کے مال میں ترقی دیتا ہے۔

قرض کیلئے یہ شرط ضروری ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے قرض لے تو وہ تحریر کرلیں۔ اور دو گواہ بنالیں۔ اور ساتھ ہی مدت مقرر کرلیں کہ فلاں وقت تک یہ روپیہ ادا کر دیا جائے گا۔

بغیر لکھنے اور لکھوانے کے قرض لینا یا دینا درست نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر قرآن شریف میں حکم دیا ہے کہ قرضہ لیتے یا دیتے وقت تم ضرور تحریر کرلیا کرو۔ دوستی، عزّت یا اعتبار کا اس میں کوئی سوال نہیں۔

قرض لینے کیلئے اپنی کوئی چیز مثلاً مکان یا زمین وغیرہ رہن رکھنا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ اِس کا قبضہ بھی مُرتہن کو دیدیا جائے۔ اگر قبضہ نہ دیا جائے تو یہ رہن جائز نہیں۔

قرض وصول کرنا

اگر وقت مقررہ پر قرض وصول نہ ہو سکے تو دیکھنا چاہیئے کہ مقروض نے عمداً ادا نہیں کیا یا

اسمیں ابھی ادا کرنے کی توفیق نہیں؟

اگر اس وقت اس میں ادا کرنے کی توفیق نہ ہو۔تو پھر اسے کچھ مہلت دے دینی چاہیئے تا کہ وہ روپیہ ادا کر دے۔کیونکہ یہ مناسب نہیں کہ ایک احسان مند (مقروض) کو تنگ کیا جائے۔اور اگر اس نے عمداً ادا نہ کیا ہوتو پھر قضاء (عدالت) میں دعویٰ کرنا چاہیئے۔قضاء اس سے حکماً روپیہ ادا کروائے گی۔

اگر مقروض فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے سب سے پہلے قرضہ ادا کیا جائے گا۔ لیکن اگر مقروض کا ترکہ اِس قدر نہ ہو جس قدر کہ قرض ہے۔تو پھر اس کی اولاد پر وہ قرضہ ادا کرنا فرض ہے اور اگر کوئی سبیل بھی ادائیگی کی نہ ہو سکے تو پھر اسلامی حکومت کا فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ اس کی طرف سے قرضہ ادا کرے۔

بہر حال قرض خواہ کا روپیہ ضائع نہیں ہوگا۔لیکن یہ دوسری بات ہے کہ قرض خواہ بطور احسان کسی مفلس مقروض کو معاف کر دے۔

قرضہ ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔اگر کوئی شخص اِس جہاں میں اپنا قرضہ ادا نہیں کریگا تو قیامت کے دن اس سے اس قرض کا مطالبہ کیا جائے گا۔

اگر کوئی مقروض قرض ادا کرتے وقت اپنی طرف سے بطور شکریۂ احسان کے اخذ کردہ روپیہ سے زاید روپیہ دیدے تو یہ بھی بہت اچھی بات ہے۔مگر جس قدر قرض لیا ہے اُسی قدر تو میعاد معیّنہ کے اندر ادا کرنا نہایت ضروری ہے۔

زراعت

مومنوں کو حلال اور پاک رزق کھانے کا حکم ہے کیونکہ اگر حلال اور پاک مال نہ کھایا جائے تو نیک کام کی بھی توفیق نہیں ملتی۔

مال پاک اور حلال اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ خلاف شریعت طریقوں سے نہ کمایا گیا ہو۔ اگر پاک مال میں ذرا سا حرام مال بھی مل جائے تو وہ سارے مال کو حرام کر دیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مال کماتے وقت نہایت ہی احتیاط کی جائے۔ اور ذرہ بھر مال بھی خلاف شریعت طریقوں سے نہ کمایا جائے۔

زراعت میں ضروری ہے کہ جب کوئی شخص زراعت کرے تو اپنی زمین میں ہی کاشت کرے۔ کسی دوسرے کی چپّہ بھر زمین بھی ناجائز طور پر اپنی زمین میں شامل نہ کرے اور اپنی ہی کھیتی اور فصل اپنے استعمال میں لائے۔ کسی دوسرے کی فصل کو بالکل نقصان نہ پہنچائے۔

زمین کا مالک اپنی زمین کو بٹائی (حصّہ) پر بھی دے سکتا ہے۔ مثلاً حصہ مقرر کر لے کہ جس قدر اُس کی پیداوار ہوگی اس کے اِس قدر حصّے کئے جائیں گے۔ اِتنے حصّے تمہارے ہوں گے اور اتنے حصّے میرے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنی زمین کسی کو زراعت کیلئے دیدے کہ مَیں سال میں تم سے اتنے روپے لے لیا کروں گا۔

زمین کے مالک کیلئے ہرگز جائز نہیں کہ وہ مزارع کو زمین کا کوئی حصہ دیدے کہ اس میں جو پیداوار ہوگی وہ تمہاری اور اپنے لئے کوئی خاص حصہ مقرر کر لے کہ اس میں جو پیداوار ہوگی وہ میری۔ کیونکہ یہ ایک قسم کا ظلم ہے۔

اِجارہ

اُجرت پر لگنا اور لگانا ہر دو جائز ہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ پہلے اُجرت مقرر کر لی جائے۔ اور جو اجرت مقرر ہو جائے اس سے کم اُجرت دینا ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ اگر ہو سکے تو بطور احسان کچھ زیادہ ہی دینا چاہیئے۔

مزدور کی اُجرت فوراً ادا کر دینی چاہیئے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرما اُعۡطُوا الۡاَجِیۡرَ اَجۡرَہٗ قَبۡلَ اَنۡ یَّجِفَّ عَرۡقُہٗ۔

(رواہ ابن ماجہ، وصححہ الالبانی)

ترجمہ: مزدور کو اسکا پسینہ خشک ہونے سے قبل ہی اس کی اجرت ادا کردو۔

بہر حال مزدور کی اُجرت کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اور نہ صرف اُجرت کا لحاظ رکھنا ہی ضروری ہے بلکہ اسے گالی دینا اور مارنا وغیرہ بھی منع ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ ضرور مسلمان کو ہی اُجرت پر لگایا جائے بلکہ غیر مسلم کو بھی اُجرت پر لگایا جاسکتا ہے مگر حتّی الوسع اپنے مسلمان بھائیوں کی ہی امداد کرنی چاہیئے۔

خرید وفروخت

رزق حاصل کرنے کا دوسرا طریق خرید وفروخت ہے۔ خرید وفروخت (تجارت) کرنے میں بہت برکت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تجارت کرنے کے متعلق خاص طور پر تاکید فرمائی ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ نبوّت سے قبل تجارت فرمایا کرتے تھے۔ اور آپؐ کے صحابہ بھی مدینہ منوّرہ میں تجارت کرتے تھے۔

خرید وفروخت بھی اسی طریق پر کرنی چاہیئے جیسے شریعت نے حکم دیا ہے۔ جن چیزوں کے خرید کرنے یا فروخت کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے۔ ان چیزوں کی ہرگز خرید وفروخت نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرے گا اور خلاف شریعت طریقوں سے مال کمائے گا تو وہ مال ہرگز حلال اور طیّب نہیں کہلائے گا۔

پس ہر شخص جو خرید وفروخت کرنا چاہتا ہے۔ اس پر فرض ہے کہ وہ شریعت کے احکام کے مطابق اپنا کام کرے۔

آدابِ خرید وفروخت

خرید وفروخت سے قبل وہ چیز جو خریدی جارہی ہے اسے اچھی طرح سے دیکھ لینے کا حکم ہے۔خریدار کو چاہیئے کہ اپنی تسلّی کر لینے کے بعد چیز کو خریدے۔بغیر دیکھنے بھالنے کے خرید وفروخت منع ہے۔

فروخت کرنے والے کو چاہیئے کہ اگر اس کی چیز میں کوئی نقص ہو تو وہ خریدار کو پہلے بتادے تاکہ اگر خریدار کی مرضی ہو تو اس کو خریدے۔لیکن اگر فروخت کرنے والا اس چیز کے نقص کو نہ بتائے تو خریدار کو حق حاصل ہے کہ وہ چیز واپس کردے اور قیمت واپس لے لے۔

خریدار کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ اگر وہ چاہے تو یہ شرط کر لے کہ اگر یہ چیز پسند آئی تو خریدوں گا ورنہ واپس کردونگا۔

فروخت کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ ایسا مال فروخت نہ کریں جو نکمّا ہو۔اور دھوکہ کے طور پر بھی کوئی مال فروخت نہ کریں مثلاً یہ کہ چیز عمدہ دکھائیں مگر ناقِص دیں۔

مال کی دو قیمتیں مقرر نہ کریں کہ اگر نقد لو تو یہ قیمت ہے اور اگر اُدھار لو تو یہ قیمت ہے۔کیونکہ یہ سود ہے۔یا ایسا کریں کہ ہوشیار آدمی سے کم قیمت لیں اور بچے یا ناواقف سے زیادہ قیمت لے لیں۔ہاں یہ ان کو اختیار ہے کہ کسی ذاتی تعلق والے سے کم قیمت لے لیں۔

اگر کسی وقت بائع (فروخت کنندہ) اور مشتری (خرید کنندہ) کے درمیان جھگڑا ہو جائے۔یعنی بائع کہے کہ میں نے یہ چیز دس روپیہ میں فروخت کی ہے۔اور مشتری کہے کہ میں نے آٹھ روپیہ میں خریدی ہے۔تو بائع کی بات مانی جائے گی۔مشتری کو اختیار ہے کہ خواہ وہ یہ قیمت قبول کرے یا سودا توڑ دے۔اور چیز نہ لے۔

بیع سلم بھی جائز ہے۔یعنی ایک شخص ایک تاجر سے یہ سودا کر لے کہ مَیں تم سے سارا سال

اس نرخ پر خریدوں گا۔ خواہ غلّے کا نرخ بڑھ جائے یا گر جائے۔

ممنوعات

۱۔ وہ چیزیں جو شریعت نے حرام قرار دی ہیں۔ مثلاً شراب، خنزیر، مُردار وغیرہ کی خرید و فروخت۔

۲۔ پھلوں کی بیع کئی سالوں کیلئے کرنا۔

۳۔ درختوں پر کچّا پھل پکے ہوئے پھلوں کے بدلے فروخت کرنا۔

۴۔ کھیتی کا اندازہ لگا لینا کہ اس میں اس قدر غلّہ ہوگا۔ پھر اس کو اسی قدر کسی سے غلّہ لے کر فروخت کرنا۔

۵۔ لاٹری۔

۶۔ ایسی چیز فروخت کرنا جس میں سراسر دھوکہ ہو یا فروخت کرنے والے کے قبضہ میں ہی نہ ہو۔ مثلاً پانی میں مچھلیاں یا ہوا میں پرندے۔

۷۔ جو چیز کسی کی ملکیّت میں ہی نہ ہو اس کو فروخت کرنا۔

۸۔ وہ بیع جس میں قیمت ادا کرنے کے میعاد کا علم نہ ہو۔

۹۔ قبضہ کرنے سے قبل کسی چیز کو فروخت کرنا مثلاً ایک شخص نے کسی شخص سے پانچ سو روپے کی گندم بیس سیر فی روپیہ کے حساب سے خریدی ابھی اسے اپنے پاس نہیں لایا یا اپنے قبضہ میں نہیں کیا۔ تو اسے فروخت کرنا۔

۱۰۔ کسی چیز کو اس نیّت سے جمع کر کے رکھ چھوڑنا کہ جب مہنگی ہوگی تو فروخت کرونگا (یہ احتکار کہلاتا ہے)

۱۱۔ کوئی شخص باہر سے کوئی چیز فروخت کرنے کیلئے لائے۔ تو کوئی شہری اسے کہے کہ میرے پاس رکھ جاؤ۔ جب مہنگی ہوگی تو فروخت کردونگا۔

۱۲۔ کسی کو کوئی چیز اُدھار ایک قیمت پر دینا پھر وہی چیز اس سے نقد کم قیمت پر خریدنا۔ مثلاً سو روپیہ کو فروخت کر دی اور ۹۵ کو خرید لی۔ اور ۵ روپے اس کے ذمہ قرار دیدیئے۔

۱۳۔ خریدنے کا ارادہ نہ ہو مگر اس کی قیمت بڑھانے کیلئے بولی دینا۔

۱۴۔ خریدار کے سودے پر سودا کرنا۔ یہ سب منع ہیں۔

شُفعہ

اگر کوئی شخص اپنی جائیداد فروخت کرے تو اُس پر فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے اس شخص کے پاس فروخت کرے جس کے ساتھ وہ ملحق ہے۔ اگر وہ نہ خریدے یا قیمت کم دے۔ تو پھر اسے اختیار ہے کہ کسی دوسرے شخص کے پاس فروخت کر دے۔ لیکن اگر اس سے دریافت کرنے کے بغیر کسی دوسرے کے پاس فروخت کر دے تو اس کا حق ہے (جس کے ساتھ جائیداد ملحق ہے) کہ وہ قضاء میں حق شفعہ کا دعویٰ کرے کہ چونکہ یہ جائیداد میرے ساتھ ملحق ہے لہٰذا میرا حق ہے کہ یہ میرے پاس فروخت کی جائے۔ اگر وہ فی الواقعہ اس کے ساتھ ملحق ہو اور وہ اسی قدر قیمت دے جس قدر قیمت پر وہ فروخت ہو چکی ہے۔ تو قاضی اس کے حق میں فیصلہ دے گا۔ اور قیمت خریدار صاحبِ جائیداد (جس کے پاس بھی وہ جائیدا اُس وقت ہو) کو دلا کر جائیداد اس کے حوالے کر دے گا۔ لیکن اگر یہ خود خریدنا نہ چاہتا ہو یا قیمت کم دیتا ہو تو پھر مالک کا اختیار ہے کہ وہ جس کے پاس چاہے فروخت کرے۔ اس صورت میں حق شفعہ کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔

وراثت

ہر شخص جس وقت فوت ہوتا ہے تو وہ اپنے پیچھے اپنا مال و جائیداد وغیرہ چھوڑ جاتا ہے۔ اس مال کو ترکہ کہتے ہیں۔

شریعت نے حکم دیا ہے کہ سب سے پہلے متوفی کے ترکہ میں سے اگر اس نے کسی کا قرضہ

دینا ہو۔ یا کسی کے حق میں وصیّت کی ہو تو ان کو ادا کیا جائے۔ان ہر دو کی ادائیگی کے بعد اگر کوئی مال بچے۔تو وہ اس کے قریبی رشتہ داروں میں جنہیں شریعت نے وارث قرار دیا ہے۔شریعت کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق تقسیم کیا جائے۔اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جمع کرا دیا جائے۔

ذیل میں وہ رشتہ دار درج کئے جاتے ہیں۔جو متوّفی کے وارث ہوتے ہیں:۔

(۱) بیٹا (۲) پوتا (۳) باپ (۴) دادا (۵) بھائی (۶) بھتیجا (۷) چچا (۸) چچازاد بھائی (۹) خاوند (۱۰) بیٹی (۱۱) پوتی (۱۲) ماں (۱۳) دادی۔(۱۴) بہن (۱۵) بیوی

(۱) قاتل کسی صورت میں بھی مقتول کے ورثہ کا حقدار نہ ہوگا۔

وارثوں میں سے ہر ایک کو مندرجہ ذیل حصوں میں سے مختلف صورتوں کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی حصہ ملے گا:۔

نصف۔دو تہائی۔ایک تہائی۔چوتھا حصہ۔چھٹا حصہ۔آٹھواں حصہ۔

......☆......☆......☆......

تیسرا باب

بدرسوم

خدائے تعالیٰ کے انبیاء ہمیشہ ایسے زمانہ میں آتے ہیں جب سچی توحید دنیا سے مٹ جاتی ہے اور مشرکانہ رسوم مذہب کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔ ان کا اور ان کے خلفاء کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ شریعت یعنی سچے دین کو دنیا میں قائم کریں اور جو زائد باتیں یا غلط امور بطور رسم اور بدعت لوگ اپنی طرف سے مذہب میں شامل کر دیتے ہیں ان کو مٹا دیں۔ یہی کام اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سپرد ہوا۔ آپ حَکم اور عدل بن کر تشریف لائے اور آپ کے ذریعہ سے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز ہوا۔ آپ نے شریعت حقہ اسلامیہ کو ازسرنو قائم کیا۔ تمام بد رسوم کی نشاندہی کر کے ان کے خلاف جہاد کیا۔ اور امّتِ مسلمہ کی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کی۔ یہی کام حضور کے خلفاء کا رہا اور وہ بھی اپنے اپنے زمانہ میں مروّجہ رسوم کا قلع قمع کرنے میں مصروف رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بد رسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتے ہوئے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

"ہماری جماعت کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ توحیدِ خالص کو اپنے نفسوں میں بھی اور اپنے ماحول میں بھی قائم کریں اور شرک کی سب کھڑکیوں کو بند کر دیں ...... توحید کے قیام میں ایک بڑی روک بدعت اور رسم ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر بدعت اور ہر بد رسم شرک کی ایک راہ ہے اور کوئی شخص جو توحید خالص پر قائم ہونا چاہے وہ توحیدِ خالص پر قائم نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمام

بدعتوں اورتمام بد رسوم کو مٹانہ دے......رسوم تو دنیا میں بہت سی پھیلی ہوئی ہیں......لیکن اس وقت اصولی طور پر ہر گھرانے کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں ہر گھر کے دروازے پر کھڑا ہوکراور ہر گھرانے کومخاطب کر کے بدرسوم کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں۔اورجو احمدی گھرانہ آج کے بعد ان چیزوں سے پرہیز نہیں کرے گا اور ہماری اصلاحی کوششوں کے باوجود اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوگا وہ یادرکھے کہ خدا اوراس کے رسول اوراس کی جماعت کواس کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔وہ اس طرح جماعت سے نکال کر باہر پھینک دیا جائے گا جس طرح دودھ سے مکھی۔پس قبل اس کے کہ خدا کا عذاب کسی قہری رنگ میں آپ پروارد ہو یااس کا قہر جماعتی نظام کی تعزیر کے رنگ میں آپ پروارد ہواپنی اصلاح کی فکر کرواور خدا سے ڈرواوراس دن کے عذاب سے بچو کہ جس دن کا ایک لحظہ کا عذاب بھی ساری عمر کی لذتوں کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے کہ اگر یہ لذتیں اورعمریں قربان کردی جائیں اورانسان اس سے بچ سکے تو تب بھی مہنگا سودا نہیں سَستا سَودا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ر جون ۱۹۶۷ء)

اکثر بدرسوم جواس وقت رائج ہیں خوشی کی تقاریب مثلاً بچے کی شادی بیاہ وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں یا موت فوت سے ۔کچھ ایسی ہیں جو معتقدات سے تعلق رکھتی ہیں۔ان سب کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اورآپ کے خلفاء نے جوراہنمائی فرمائی اس کا کچھ ذکر درج ذیل ہے:۔

بچے کی پیدائش سے متعلق رسوم :

بچے کی ولادت والدین کیلئے خوشی کا ایک اہم موقعہ ہوتا ہے۔اس موقعہ پر مناسب رنگ میں خوشی منانے سے اسلام نے منع نہیں کیا کیونکہ یہ ایک فطرتی جذبہ ہے۔اگر شکرانہ کے طور پر

کچھ شیرینی وغیرہ تقسیم کی جائے تو حرج نہیں لیکن ڈھول دھما کہ، ناچ گانا کسی طرح بھی جائز نہیں۔اسلامی طریق یہ ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کیا جائے یعنی لڑکے کی صورت میں دو بکرے اور لڑکی کی صورت میں ایک بکرا ذبح کیا جائے۔نومولود کے بال منڈوائے جائیں۔لیکن اگر کسی کو عقیقہ کی توفیق نہیں تو ضروری نہیں۔ بچے بالغ ہو کر خود بھی قربانی کر سکتے ہیں۔قربانی کا گوشت غرباء اور عزیز واقارب میں تقسیم کیا جائے۔خود بھی استعمال کر سکتے ہیں۔لڑکا ہو تو ختنہ بھی ساتھ ہی کروا دینا مناسب ہے۔

سالگرہ منانا :

بچوں سے متعلق ایک رسم یہ ہے کہ ہر سال تاریخ پیدائش پر سالگرہ منائی جاتی ہے۔دعوت کا اہتمام ہوتا ہے۔تحفے تحائف پیش کئے جاتے ہیں اور بہت سا روپیہ صَرف کیا جاتا ہے۔یہ بدعت اور رسم ہے جس سے اجتناب بہتر ہے۔

ناک کان چھدوانا، بودی رکھنا :

بعض لوگ بچوں کے ناک کان چھدواتے اور بالی اور بلاق پہناتے ہیں یا پاؤں میں گھنگھروڈالتے یا سر پر چوٹی سی رکھتے ہیں۔یہ سب لغو اور غیر اسلامی رسوم ہیں جو غیر قوموں سے مسلمانوں میں آگئی ہیں۔منّت کے طور پر جو سر پر بودی رکھتے ہیں اس کے بارے میں استفسار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

’’ناجائز ہے ایسا نہیں چاہئے‘‘ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۱۶)

شادی بیاہ سے متعلق رسوم

دَف بجانا:۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

’’جو چیز بُری ہے وہ حرام ہے اور جو چیز پاک ہے وہ حلال ہے۔خدا تعالیٰ کسی پاک چیز کو حرام قرار نہیں دیتا بلکہ تمام پاک چیزوں کو حلال فرماتا ہے۔ہاں جب پاک چیزوں میں ہی بُری اور گندی چیزیں ملائی جاتی ہیں تو وہ حرام ہوجاتی ہیں۔اب شادی کو دَف کے ساتھ شہرت کرنا جائز رکھا گیا ہے لیکن اس میں ناچ وغیرہ شامل ہوگیا تو وہ منع ہوگیا اگر اسی طرح پر کیا جائے۔ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کوئی حرام نہیں‘‘ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۴۸۱)

ناچ گانا، بینڈ باجے اور آتش بازی

بیاہ شادی کی بدرسوم کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’ہماری قوم میں ایک یہ بھی بدرسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے۔سو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عندالشرع حرام ہیں اور آتشبازی چلانا اور رنڈیوں ،بھڑووں، ڈوم ڈھاریوں کو دینا حرام مطلق ہے۔ناحق روپیہ ضائع جاتا ہے اور گناہ سر پر چڑھتا ہے سو اس کے علاوہ شرع شریف میں تو صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔‘‘
(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۴۶۔۴۷)

باجا بجانے کے سلسلہ میں فرمایا:۔

’’باجوں کے وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا۔اعلانِ نکاح جس میں فسق وفجور نہ ہو جائز ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۱۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

’’بیاہ شادی کے موقع پر پاکیزہ اشعار عورتیں پڑھ سکتی ہیں ۔ پڑھنے والی

مستأجرہ نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں‘‘۔

یہ بھی فرمایا:۔

’’صرف عورتوں کا عورتوں میں دَف کے ساتھ پاکیزہ گانا بھی منع نہیں ہے‘‘۔

(الفضل ۱۴؍جون ۱۹۳۸ء)

جہیز دکھانا :

جہیز دکھانے کا جو طریق رائج ہے اس کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

’’لڑکیاں جب اپنی سہیلیوں کے جہیز وغیرہ کو دیکھتی ہیں تو پھر وہ بھی اپنے والدین سے ایسی ہی اشیاء لینا چاہتی ہیں۔ اور اسطرح کی نمائش گویا جذبات کو صدمہ پہنچانے والی چیز بن جاتی ہے۔ جو کچھ بھی دیا جائے بکسوں میں بند کر کے دیا جائے۔ ہمارے گھروں میں یہی طریق ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ وہ بکس جن کے حوالے کئے جائیں ان کو دکھایا جائے کہ فلاں فلاں چیزیں موجود ہیں...... یہ نمائش نہیں بلکہ رسید ہے۔‘‘ (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۴۲ء صفحہ ۲۴)

سہرا باندھنا

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سہرا باندھنے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

’’یہ تو آدمی کو گھوڑا بنانے والی بات ہے دراصل یہ رسم ہندوؤں سے مسلمانوں میں آئی ہے‘‘۔ (الفضل ۴؍جنوری ۱۹۴۶ء)

نیز فرمایا:۔ ’’سہرے کا طریق بدعت ہے‘‘ (ایضاً)

بڑے بڑے مہر رکھوانا

ایسے مہر مقرر کرانا جو انسان کی حیثیت اور طاقت سے باہر ہوں ایک رسم کی حیثیت رکھتا

ہے۔اللہ تعالیٰ کا صاف ارشاد ہے:۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَھَا ۔اللہ تعالیٰ کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا نہیں چاہتا۔پس محض نام ونمود کیلئے بڑے بڑے مہر نہیں رکھنے چاہئیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ چھ ماہ سے لیکر ایک سال کی آمدنی کے برابر مہر رکھا جاسکتا ہے۔

مہر بخشوانا :

ہمارے ملک میں عورت بڑی مظلوم ہے اس کا حق مہر ادا نہیں کیا جاتا بلکہ کئی دفعہ مرتے وقت عورتوں سے بخشوالیا جاتا ہے۔عورت بھی جانتی ہے کہ مہر ملنا تو ہے نہیں اس لئے وہ مُفت کا احسان خاوند پر کردیتی ہے۔ایک دوست نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضور ایک عورت اپنا مہر نہیں بخشتی۔آپؑ نے فرمایا:۔

''یہ عورت کا حق ہے اسے دینا چاہیئے۔اوّل تو نکاح کے وقت ہی ادا کردے ورنہ بعد ازاں ادا کردینا چاہیئے''۔ (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۳۹۱)

موٹر، سکوٹر، بھاری جہیز کا مطالبہ :

آج کل تعلیم یافتہ طبقہ میں یہ ایک رسم ہوگئی ہے کہ لڑکی والوں سے موٹر یا سکوٹر کا مطالبہ کیا جاتا ہے یا بھاری جہیز کی خواہش کی جاتی ہے یہ سب رسوم ہیں۔لڑکی والوں پر غیر ضروری بوجھ ڈالنا غیر اسلامی طریق ہے۔یہ ایک لحاظ سے شادی کی قیمت طلب کی جاتی ہے جو بالکل ناواجب اور غیر پسندیدہ ہے۔

مہندی کی رسم :

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

’’فی ذاتہٖ اس میں قباحت نہیں کہ اس موقعہ پر بچی کی سہیلیاں اکٹھی ہوں اور خوشی منائیں۔طبعی اظہار تک اس کو رکھا جائے تو اس میں حرج نہیں لیکن اگر اس کو رسم بنالیا جائے کہ باہر سے دولہا والے ضرور مہندی لے کر چلیں تو ظاہر ہے کہ اس میں ضرور تصنّع پایا جاتا ہے بچی کی مہندی گھر پر ہی تیار ہونی چاہیئے۔اس پر ایک چھوٹی سی بارات بنانے کا رواج قباحتیں پیدا کرے گا۔‘‘

(الفضل 26 ؍جون 2002ء)

شادی کے موقعہ پر پردے کا اہتمام اور ویڈیو گرافی :

’’جو قباحتیں راہ پکڑ رہی ہیں ان میں سے ایک بے پردگی کا عام رجحان بھی ہے جو یقیناً احکام شریعت کی حدود پھلانگنے کے قریب ہو چکا ہے۔کیونکہ معزز مہمانوں میں بہت سی حیاء دار پردہ دار بیبیاں ہوتی ہیں۔بے دھڑک انٹ سنٹ فوٹو گرافروں یا غیر ذمہ دار اور غیر محرم مَردوں کو بلا کر تصویریں کھنچوانا اور یہ پرواہ نہ کرنا کہ یہ معاملہ صرف خاندان کے قریبی حلقے تک محدود ہے اس بارہ میں واضح طور پر نصیحت ہونی چاہیئے کہ آپ نے اگر اندرون خانہ کوئی ویڈیو وغیرہ بنانی ہے تو پہلے متنبہ کر دیا جائے اور صرف محدود خاندانی دائرے میں ہی شوق پورے کئے جائیں۔‘‘

(الفضل 26 ؍جون 2002ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’کہ اللہ پر ایمان کے ساتھ عمل صالح ضروری ہے۔پس ہمیشہ اپنے مدنظر یہ بات رکھنی چاہئے کہ کون سا عمل صالح ہے اور کون سا غیر صالح ہے۔بعض بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں۔مثلاً خوشیاں ہیں۔یہ دیکھنے والی بات ہے کہ خوشیاں منانے

کے لئے ہماری کیا حدود ہیں اور غموں میں ہماری کیا حدود ہیں۔خوشی اور غمی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور دونوں چیزیں ایسی ہیں جن میں کچھ حدود اور قیود ہیں۔

آج کل دیکھیں، مسلمانوں میں خوشیوں کے موقعوں پر بھی زمانے کے زیر اثر طرح طرح کی بدعات اور لغویات راہ پا گئی ہیں اور غموں کے موقعوں پر بھی طرح طرح کی بدعات اور رسومات نے لے لی ہے۔لیکن ایک احمدی کو ان باتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ جو کام بھی وہ کر رہا ہے اس کا کسی نہ کسی رنگ میں فائدہ نظر آنا چاہئے۔اور ہر عمل اس لئے ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو حدود قائم کی ہیں ان کے اندر رہتے ہوئے ہر کام کرنا ہے۔

مَیں نے خوشی اور غمی کا جو ذکر کیا ہے تو خوشیوں میں ایک خوشی جو بہت بڑی خوشی سمجھی جاتی ہے وہ شادی کی خوشی ہے اور یہ فرض ہے۔۔۔پس یہ مسلمانوں کے لئے ایک فرض ہے کہ اگر کوئی روک نہ ہو، کوئی امر مانع نہ ہو تو ضرور شادی کرے۔لیکن ان میں بعض رسمیں خاص طور پر پاکستانی اور ہندوستانی معاشرہ میں راہ پا گئی ہیں جن کا اسلام کی تعلیم سے کوئی بھی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

اب بعض رسوم کو ادا کرنے کے لئے اس حد تک خرچ کئے جاتے ہیں کہ جس معاشرہ میں ان رسوم کی ادائیگی بڑی دھوم دھام سے کی جاتی ہے وہاں یہ تصور قائم ہو گیا ہے کہ شاید یہ بھی شادی کے فرائض میں داخل ہے اور اس کے بغیر شادی ہو ہی نہیں سکتی۔

مہندی کی ایک رسم ہے۔اس کو بھی شادی جتنی اہمیت دی جانے لگی ہے۔اس پر دعوتیں ہوتی ہیں۔کارڈ چھپوائے جاتے ہیں۔سٹیج سجائے جاتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ کئی دن دعوتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور شادی سے پہلے ہی جاری ہو جاتا

ہے۔بعض دفعہ کئی ہفتہ پہلے جاری ہو جاتا ہے۔اور ہر دن نیا سٹیج بھی سج رہا ہوتا ہے اور پھر اس بات پر بھی تبصرے ہوتے ہیں کہ آج اتنے کھانے پکے اور آج اتنے کھانے پکے۔ یہ سب رسومات ہیں جنہوں نے وسعت نہ رکھنے والوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور ایسے لوگ پھر قرض کے بوجھ تلے دب جاتے ہیں ۔ غیر احمدی تو یہ کرتے ہی تھے اب بعض احمدی گھرانوں میں بھی بہت بڑھ بڑھ کر ان لغو اور بیہودہ رسومات پر عمل ہو رہا ہے یا بعض خاندان اس میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ بجائے اس کے کہ زمانہ کے امام کی بات مان کر رسومات سے بچتے۔معاشرہ کے پیچھے چل کر ان رسومات میں جکڑتے چلے جارہے ہیں۔

چند ماہ پہلے مَیں نے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ مہندی کی رسم پر ضرورت سے زیادہ خرچ اور بڑی بڑی دعوتوں سے ہمیں رکنا چاہئے ۔۔۔اس لئے اب مَیں کھل کر کہہ رہا ہوں کہ ان بیہودہ رسوم و رواج کے پیچھے نہ چلیں اور اسے بند کریں۔۔۔شادیوں پر آتش بازی کی جاتی ہے۔ اب لوگ اپنے گھروں میں چراغاں بھی شادیوں پر کرتے ہیں اور ضرورت سے زیادہ کر لیتے ہیں۔۔۔اور دوسری طرف بعض گھر ضرورت سے زیادہ اسراف کرکے نہ صرف ملک کے لئے نقصان کا باعث بن رہے ہیں بلکہ گناہ بھی مول لے رہے ہیں۔۔۔ یہ صدر عمومی کی ذمہ داری ہے کہ اس بات کی نگرانی کریں کہ شادیوں پر بے جا اسراف اور دکھاوا اور اپنی شان اور پیسے کا جو اظہار ہے وہ نہیں ہونا چاہئے۔ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ غمی کے موقعوں پر جو رسوم ہیں ان سے تو بچے ہوئے ہیں۔ ساتواں، دسواں، چالیسواں، یہ غیر احمدیوں کی رسمیں ہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔ جو بعض دفعہ

بلکہ اکثر دفعہ یہی ہوتا ہے کہ یہ رسمیں گھر والوں پر بوجھ بن رہی ہوتی ہیں ۔لیکن اگر معاشرے کے زیر اثر ایک قسم کی بدرسومات میں مبتلا ہوئے تو دوسری قسم کی رسومات بھی راہ پا سکتی ہیں اور پھر اس قسم کی باتیں یہاں بھی شروع ہو جائیں گی۔ پس ہر احمدی کو اپنے مقام کو سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان کرتے ہوئے اسے مسیح و مہدی کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اب یہ فرض ہے کہ صحیح اسلامی تعلیم پر عمل ہو۔ شادی بیاہ کے لئے اسلامی تعلیم میں جو فرائض ہیں وہ شادی کا ایک فرض ہے اس کے لئے ایک فنکشن کیا جا سکتا ہے۔ اگر توفیق ہو تو کھانا وغیرہ بھی کھلایا جا سکتا ہے۔ یہ بھی فرض نہیں کہ ہر بارات جو آئے اس میں مہمان بلا کے کھانا کھلایا جائے اگر دُور سے بارات آ رہی ہے تو صرف باراتیوں کو ہی کھانا کھلایا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر ملکی قانون روکتا ہے تو کھانے وغیرہ سے رکنا چاہئے اور ایک محدود پیمانے پر صرف اپنے گھر والے یا جو چند باراتی ہیں وہ کھانا کھائیں۔ ۔۔۔دوسرے ولیمہ ہے جو اصل حکم ہے کہ اپنے قریبیوں کو بلا کر ان کی دعوت کی جائے۔ اگر دیکھا جائے تو اسلام میں شادی کی دعوت کا یہی ایک حکم ہے۔ لیکن وہ بھی ضروری نہیں کہ بڑے وسیع پیمانے پر ہو۔ حسب توفیق جس کی جتنی توفیق ہے بلا کر کھانا کھلا سکتا ہے۔

پس جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمارا مقصد پیدائش بتایا ہے۔ ہر وہ عمل جو نیک عمل ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے وہ عبادت بن جاتا ہے۔ اگر یہ مدّنظر رہے تو اسی چیز میں ہماری بقا ہے اور اسی بات سے پھر رسومات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔ بدعات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔ فضول خرچیوں سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔

لغویات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں اور ظلموں سے بھی ہم بچ سکتے ہیں ۔ یہ ظلم ایک تو ظاہری ظلم ہیں جو جابر لوگ کرتے ہی ہیں۔ ایک بعض دفعہ لاشعوری طور پر اس قسم کی رسم ورواج میں مبتلا ہو کر اپنی جان پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر معاشرے میں اس کو رواج دے کر ان غریبوں پر بھی ظلم کر رہے ہوتے ہیں جو کہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز شاید فرائض میں داخل ہو چکی ہے۔ اور جس معاشرے میں ظلم اور لغویات اور بدعات وغیرہ کی یہ باتیں ہوں، وہ معاشرہ پھر ایک دوسرے کا حق مارنے والا ہوتا ہے اور پھر جیسا کہ مَیں نے کہا ایک دوسرے پر ظلم کرنے والا ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم ان چیزوں سے بچیں گے تو ہم حق مارنے سے بھی بچ رہے ہوں گے۔ ظلموں سے بھی بچ رہے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بھی بن رہے ہوں گے۔ اور آج احمدی سے بڑھ کر کون ایسے معاشرہ کا نعرہ لگاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور دوسروں کے حقوق قائم کرنے کی باتیں ہو رہی ہوں۔ آج احمدی کے علاوہ کس نے اس بات کا عہد کیا ہے کہ اتباع رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا۔ آج احمدی کے علاوہ کس نے اس بات کا عہد کیا ہے کہ قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا۔ آج احمدی کے علاوہ کس نے اس بات کا عہد کیا ہے کہ قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل بنائے گا۔

پس جب احمدی ہی ہے جس نے اللہ اور اس کے رسول اور قرآن کریم کے نور سے فیض پانے کے لئے زمانہ کے امام کے ہاتھ پر یہ عہد کیا ہے جو شرائط بیعت میں داخل ہے تو پھر اپنے عہد کا پاس کرنے کی ضرورت ہے۔ اس عہد کی پابندی کر کے ہم اپنے آپ کو جکڑ نہیں رہے بلکہ شیطان کے پنجے سے چھڑا رہے ہیں۔ خدا

اوراس کے رسول کی باتوں پر عمل کرتے ہوئے ہم اپنے تحفظ کے سامان کر رہے ہیں۔ اپنی فہم وفراست کو جلا بخش رہے ہیں۔ اپنی عفت و پاکیزگی کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اپنی حیا کے معیار بلند کر رہے ہیں۔ صبر اور قناعت کی طاقت اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے اندر زہد وتقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اپنے ایمانوں میں مضبوطی پیدا کر رہے ہیں۔ اپنی امانت کے حق کی ادائیگی کی بھی کوشش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خشیت، اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی طرف خالص ہو کر جھکنے کے معیار حاصل کرنے کی بھی کوشش کر رہے ہیں تا کہ اپنے مقصد پیدائش کو حاصل کر سکیں۔۔۔۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم اس نبی کے ماننے والے ہیں جنہوں نے ہمیں صحیح راستہ دکھایا۔ ہمیں اچھے اور بُرے کی تمیز سکھائی۔ اگر اس کے بعد پھر ہم دنیاداری میں پڑ کر رسم و رواج یا لغویات کے طوق اپنی گردنوں میں ڈالے رہیں گے تو ہم نہ عبادتوں کا حق ادا کر سکتے ہیں نہ نور سے حصہ لے سکتے ہیں۔''

(خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 34 تا 39 مطبوعہ از قادیان)

موت فوت سے متعلق رسُوم

رونا پیٹنا :

موت فوت سے متعلق جو بد رسوم رائج ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ روتے پیٹتے اور چلا چلا کر ہائے ہائے کرتے ہیں۔ عورتیں خصوصیت سے سیاپا کرتی ہیں جب رشتہ دار یا ہمسائے ماتم پرسی کیلئے آتے ہیں تو عورتیں ہر نئی آنے والی کے گلے میں ہاتھ ڈال کر روتی پیٹتی ہیں۔ پھر بعض لوگ ایک ایک مہینہ یا ایک ایک سال تک سوگ مناتے ہیں یہ سب باتیں ممنوع

ہیں۔اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات منہ پر لانا یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں......اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہے وہ شیطان سے ہے''۔

(فتاویٰ حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 103 ،بحوالہ فقہ احمدیہ صفحہ 264)

پھر فرماتے ہیں:۔''اپنی شیخی اور بڑائی جتلانے کیلئے صد ہا روپیہ کا پلاؤ اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے اس غرض سے کہ تا لوگ واہ واہ کریں......سو یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔'' (اشتہار بغرض تبلیغ و انذار)

قُل :

اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

''قُل خوانی (جو مرنے والے کی وفات کے بعد تیسرے دن کی جاتی ہے) اس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے......صحابہ کرامؓ بھی فوت ہوئے کیا کبھی ان کی وفات پر کسی نے قُل پڑھے؟ صد ہا سال کے بعد دوسری بدعتوں کی طرح یہ بھی ایک بدعت نکل آئی ہے''۔ (اخبار بدر ۱۹۰۴ء)

فاتحہ خوانی :

کسی کے مرنے کے بعد چند روز لوگ ایک جگہ جمع ہوتے اور فاتحہ خوانی یعنی مغفرت کی دُعائیں کرتے ہیں اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''پھر یہ سوال ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام وائمہ عظام میں سے

کسی نے یوں کیا؟ جب نہیں کیا تو کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ بدعات کا دروازہ کھولنے کی؟ ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ اس رسم کی کچھ ضرورت نہیں۔ ناجائز ہے۔ جو جنازہ میں شامل ہوسکیں وہ اپنے طور پر دُعا کریں یا جنازہ غائب پڑھیں" (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۱۷۷)

چہلم :

ایک رسم چہلم کی ہے یعنی کسی عزیز کی وفات کے چالیسویں دن مجلس ہوتی ہے اور کھانا پکا کر مرنے والے کے نام پر لوگوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس بارے میں حضورؑ نے فرمایا:۔

"یہ رسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی سنّت سے باہر ہے"۔

(اخبار بدر ۱۴ر فروری ۱۹۰۷ء)

ختم قرآن :

ختم قرآن سے مراد وہ رسمی قرآن خوانی ہے جو کسی فوت ہونے والے کو ثواب پہنچانے کی غرض سے حلقہ باندھ کر گھروں میں یا قبروں پر کی جاتی ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"مردہ پر قرآن ختم کرنے کا کوئی ثبوت نہیں صرف دعا اور صدقہ میت کو پہنچتا ہے۔

(اخبار بدر 14 مارچ 1904ء)

نیز فرمایا:۔ "قرآن شریف جس طرز سے حلقہ باندھ کر پڑھتے ہیں یہ سنّت سے ثابت نہیں۔ ملّاں لوگوں نے اپنی آمد کیلئے یہ رسمیں جاری کی ہیں۔" (الحکم ۱۰ر نومبر ۱۹۰۷ء بحوالہ الفضل ۱۲ر مئی ۱۹۴۰ء)

مُردوں کو ثواب پہنچانے کیلئے کھانا پکانا :

بعض لوگ کسی وفات یافتہ عزیز کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیّت سے ایک خاص دن

مقرر کر کے لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔بعض لوگ متواتر چالیس دن تک کھانا کھلاتے ہیں اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

''طعام کا ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے۔گذشتہ بزرگوں کو ثواب پہنچانے کی خاطر اگر طعام پکا کر کھلایا جائے تو یہ جائز ہے۔لیکن ہر ایک (عمل) نیّت پر موقوف ہے۔اگر کوئی شخص اس طرح کے کھانے کے واسطے کوئی خاص تاریخ مقرر کرے اور ایسا کھانا کھلانے کو اپنے لئے قاضی الحاجات خیال کرے تو یہ ایک بُت ہے اور ایسے کھانے کا لینا دینا سب حرام اور شرک میں داخل ہے''۔ (اخبار بدر ۱۸/اگست ۱۹۰۷ء)

عُرس منانا :

آج کل خانقاہوں پر عُرس منانے کا بڑا رواج ہے۔ان موقعوں پر قبروں کے طواف کئے جاتے ہیں۔ان پر غلاف چڑھائے جاتے ہیں۔قبروں کو بوسہ دیا جاتا ہے۔عورتیں اور مرد ناچتے ہیں۔خانقاہوں کو خوب سجایا جاتا ہے۔طوائفیں بُلوا کر گیت سُنے جاتے ہیں اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

''شریعت تو اس بات کا نام ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اُسے لے لے۔اور جس بات سے منع کیا ہے اُس سے ہٹے۔لوگ اس وقت قبروں کا طواف کرتے ہیں۔ان کو مسجد بنایا ہوا ہے۔عُرس وغیرہ ایسے جلسے نہ منہاج نبوت ہے نہ طریق سنّت ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۲۵)

بارہ وفات

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

'' ایسے عُرس میں خواہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہو بدعت نظر آتی

ہے......خود مرزا صاحب مغفور (مراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ناقل) نے کبھی بارہ وفات کا جلسہ اپنے گھر میں ہرگز نہیں کیا۔غرض مَیں اپنی زندگی میں چند دنوں کیلئے بدعات کو گوارا نہیں کرسکتا۔اور ایسے امور میں بدعات کے خطرناک زہروں سے بچنے کا لحاظ رکھو"۔ (۲۱/۲۸ فروری ۱۹۱۳ء)

مولود خوانی

ایک شخص نے مولود خوانی کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا۔حضور نے فرمایا:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ بہت عمدہ ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی یاد سے رحمت نازل ہوتی ہے اور خود خدا نے بھی انبیاء کے تذکرہ کی ترغیب دی ہے لیکن اگر اس کے ساتھ ایسی بدعات مل جائیں جن سے توحید میں خلل واقع ہو تو وہ جائز نہیں"۔

نیز فرمایا:۔

"مولود کے وقت کھڑا ہونا جائز نہیں۔ان اندھوں کو اس بات کا علم ہی کب ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح آ گئی ہے بلکہ ان مجلسوں میں تو طرح طرح کے بدطینت اور بدمعاش لوگ ہوتے ہیں وہاں آپؐ کی روح کیسے آسکتی ہے اور کہاں لکھا ہے کہ رُوح آتی ہے"۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۱۲-۱۳)

قبر پر پھول چڑھانا

بعض لوگ قبروں پر پھول رکھتے یا پھولوں کی چادر چڑھاتے ہیں۔اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"اس سے میّت کی روح کو کوئی خوشی نہیں ہوسکتی اور یہ ناجائز ہے اس کا کوئی اثر

قرآن وحدیث سے ثابت نہیں اس کے بدعت اور لغو ہونے میں کوئی شک نہیں‘‘۔

(بدر اگست ۱۹۰۹ء)

نذر و نیاز کیلئے قبرستان جانا اور پختہ قبریں بنانا :

اس بارے میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے:۔

’’نذر و نیاز کیلئے قبروں پر جانا اور وہاں جا کر منتیں مانگنا درست نہیں ہے۔ہاں وہاں جا کر عبرت سیکھے اور اپنی موت کو یاد کرے تو جائز ہے۔قبروں کے پختہ بنانے کی ممانعت ہے۔البتہ اگر میّت کو محفوظ رکھنے کی نیّت سے ہو تو حرج نہیں ہے۔یعنی ایسی جگہ جہاں سیلاب وغیرہ کا اندیشہ ہو اور اس میں بھی تکلفات جائز نہیں ہیں‘‘۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۳۳)

قبروں پر چراغ جلانا :

ایک رسم جہالت کی یہ بھی ہیکہ بعض لوگ بزرگوں کے مزار پر رات کو چراغ جلاتے ہیں۔یہ ہندوانہ اور مشرکانہ بدعت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰہُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔ (ترمذی)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی اور ان پر جو قبروں پر مسجدیں بناتے اور ان پر چراغ جلاتے ہیں۔

پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض سے اجازت دی کہ بندہ موت کو یاد کر کے خدا اور آخرت کی طرف رجوع

کرے۔عورتوں کوان امور کے بارے میں خاص احتیاط کرنی چاہئیے۔ بسا اوقات وہ کم علمی کی وجہ سے ان باتوں میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتیں۔

جس کے ہاں ماتم ہو اس کے ساتھ ہمدردی :

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا گیا:۔

''کیا یہ جائز ہے کہ جب کارقضاء کسی بھائی کے گھر میں ماتم ہو جائے تو دوسرے دوست اپنے گھر میں اس کا کھانا تیار کریں''۔

حضورؑ نے فرمایا:۔

''نہ صرف جائز بلکہ برادرانہ ہمدردی کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ ایسا کیا جائے''۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۳۰۴)

نصف شعبان کا حلوا :

ایک رسم یہ جاری ہے کہ شعبان کے مہینہ میں حلوا بناتے اور تقسیم کرتے ہیں۔اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

''یہ رسوم حلوا وغیرہ سب بدعات ہیں''۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۳۹۴)

عاشورہ محرم کے تابوت اور محفل :

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ محرم پر جو لوگ تابوت بناتے ہیں اور محفل کرتے ہیں اس میں شامل ہونا کیسا ہے؟

حضور نے فرمایا کہ:۔

''گناہ ہے''۔ (ملفوظات جلد نہم صفحہ ۴۳۶)

قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل نے سوال کیا کہ محرم کی دسویں کو جو شربت اور چاول

وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔اگر یہ للہ بہ نیت ایصالِ ثواب ہوتو اس کے متعلق حضور کا کیا ارشاد ہے۔فرمایا:۔

''ایسے کاموں کے لئے دن اور وقت مقرر کر دینا ایک رسم و بدعت ہے اور آہستہ آہستہ ایسی رسمیں شرک کی طرف لے جاتی ہیں۔پس اس سے پرہیز کرنا چاہئیے کیونکہ ایسی رسموں کا انجام اچھا نہیں۔ابتداء میں اسی خیال سے ہو مگر اَب تو اس نے شرک اور غیر اللہ کے نام کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔اس لئے ہم اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔جب تک ایسی رسوم کا قلع قمع نہ ہو عقائد باطلہ دور نہیں ہوتے''۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۲۱۴)

تسبیح کا استعمال

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ چلتے پھرتے اور مجلس میں بیٹھے تسبیح کے دانے گنتے رہتے ہیں۔اور یہ تأثر دیتے ہیں کہ گویا وہ ہر لحظہ ذکر الٰہی میں مصروف ہیں۔اس بارے میں حضورؑ نے فرمایا:۔

''تسبیح کرنے والے کا اصل مقصود گنتی ہوتا ہے اور وہ اس گنتی کو پورا کرنا چاہتا ہے۔اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ یا تو وہ گنتی پوری کرے اور یا توجّہ کرے۔اور یہ صاف بات ہے کہ گنتی کو پوری کرنے کی فکر کرنے والا سچی توبہ کر ہی نہیں سکتا ہے۔انبیاء علیہم السلام اور کاملین لوگ جن کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذوق ہوتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں فنا شدہ ہوتے ہیں انہوں نے گنتی نہیں کی اور نہ اس کی ضرورت سمجھی''۔

(ملفوظات جلد ہفتم صفحہ ۱۸)

تعویذ گنڈے

فقراء اور صوفیاء کا ایک طریق یہ ہے کہ بیماریوں سے شفایابی، مشکلات کے دُور ہونے،خوشحالی کے حصول اور مقاصد میں کامیابی کیلئے یا سفر وغیرہ میں محفوظ رہنے کیلئے امام

ضامن باندھتے ہیں۔ یا تعویذ لکھ کر دیتے ہیں۔ اور قسما قِسم کی قربانیاں کرنے کیلئے کہتے ہیں اور مختلف قسم کے عمل بتلاتے ہیں۔ جو نہایت مضحکہ خیز ہوتے ہیں۔ خود ہی کچھ وہم دلوں میں پیدا کرتے ہیں اور پھر ان کا علاج تجویز کرتے ہیں جہلاء کا تو ذکر کیا اچھے پڑھے لکھے اور سمجھدار لوگ تعویذوں پر اعتقاد رکھتے اور گلے میں ڈالتے، یا بازوؤں پر باندھتے ہیں۔ اسی طریق کے مطابق ایک دن رام پور کے ایک شخص نے کچھ حاجات تحریری طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیں۔ حضورؑ نے فرمایا:۔

''اچھا ہم دُعا کریں گے''۔

وہ شخص حیران ہوکر پوچھنے لگا۔ آپ نے میری عرضداشت کا جواب نہیں دیا۔ حضورؑ نے فرمایا:۔

''ہم نے تو کہا ہے کہ ہم دُعا کریں گے''۔

اس پر وہ شخص کہنے لگا۔ حضور کوئی تعویذ نہیں کیا کرتے؟ حضورؑ نے فرمایا:۔

''تعویذ گنڈے کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کرنا ہے۔'' (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۲۰۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''پیروں فقیروں کے پاس جا کر تعویذ گنڈے لینے سے بچیں۔۔۔ آپ کو اکثر ایسی مثالیں نظر آئیں گی کہ پیروں فقیروں کے پاس جا کر تعویذ لئے جاتے ہیں کسی نے بہو کے خلاف لینا ہے کسی نے ساس کے خلاف کسی نے ہمسائی کے خلاف تعویذ لینا ہے کسی نے خاوند کے حق میں تعویذ لینا ہے۔ بے تحاشہ بدرسمیں پیدا ہو چکی ہیں۔ یہ سب عورتوں کی بیماریاں ہیں۔ یہ شرک کی طرف بڑی جلدی مائل ہو جاتی ہیں۔۔۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نہ سمجھنا۔ نماز اور دعا کی طرف توجہ نہ ہونا۔ فکر

ہےتو پیروں فقیروں کے ہاں حاضریاں دینے کی۔۔۔ یہ سب لغویات ہیں بلکہ شرک ہے۔ یہ تعویذ گنڈے کرنے والی جو عورتیں ہیں اگر آپ ان کے ساتھ رہ کران کا جائزہ لیں تو شاید وہ کبھی نماز نہ پڑھتی ہوں۔۔۔ پھر ہمارے معاشرے میں یعنی جماعت کے باہراس میں زندہ انسانوں کے علاوہ مردہ پرستی بہت ہے۔۔۔ پیروں فقیروں کی قبروں پر جاتے ہیں اور وہاں مُرادیں مانگتے ہیں اب ان قبروں کو بھی لوگوں نے شرک کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔'' (الازھارلذوات الخمار جلد3 حصہ اول صفحہ 363، 364)

تمباکونوشی

آج کل سگریٹ نوشی عام ہے اور فیشن میں داخل ہے۔ کثرت استعمال کے باعث اس کو ضروری سمجھ لیا گیا ہے اور نقصان کے پہلو کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

۱۔ ''انسان عادت کو چھوڑ سکتا ہے بشرطیکہ اس میں ایمان ہو اور بہت سے ایسے آدمی دنیا میں موجود ہیں جو اپنی پرانی عادت کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ جو ہمیشہ شراب پیتے چلے آئے ہیں بڑھاپے میں آ کر جبکہ عادت کو چھوڑنا خود بیمار پڑنا ہوتا ہے بلا کسی خیال کے چھوڑ بیٹھتے ہیں اور تھوڑی سی بیماری کے بعد اچھے بھی ہو جاتے ہیں۔ مَیں حُقّہ کو منع کہتا اور ناجائز قرار دیتا ہوں مگر ان صورتوں میں کہ انسان کو کوئی مجبوری ہو۔ یہ ایک لغو چیز ہے اور اس سے انسان کو پرہیز کرنا چاہئیے۔''

(بدر ۲۸ رفروری ۱۹۰۷ء)

۲۔ ''تمباکو کے بارے میں اگرچہ شریعت نے کچھ نہیں بتایا لیکن ہم اسے اس لئے مکروہ خیال کرتے ہیں کہ اگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوتا تو آپ اس کے استعمال کو منع فرماتے''۔ (بدر ۲۴ رجولائی ۱۹۰۳ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''پھر آجکل کی لغویات میں سے ایک چیز سگریٹ وغیرہ بھی ہیں جیسا کہ مختصر سا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔نوجوانوں میں اس کی عادت پڑتی ہے اور پھر تمام زندگی یہ جان نہیں چھوڑتی سوائے ان کے جن کی قوت ارادی مضبوط ہو۔اور پھر سگریٹ کی وجہ سے بعض لوگوں کو اور نشوں کی عادت بھی پڑ جاتی ہے۔

تو وہ لوگ جو اس لغو عادت میں مبتلا ہیں کوشش کریں کہ اس سے جان چھڑائیں۔اور والدین خاص طور پر بچوں پر نظر رکھیں کیونکہ آجکل بچوں کو نشوں کی باقاعدہ پلاننگ کے ذریعے عادت بھی ڈالی جاتی ہے۔اور پھر آہستہ آہستہ یہ ہوجاتا ہے کہ بیچارے بچوں کے برے حال ہوجاتے ہیں۔آپ یہاں بھی دیکھیں کس قدر لوگ ان نشوں کی وجہ سے اپنی زندگیاں برباد کررہے ہیں۔ایک بہت بڑی تعداد ان ملکوں میں جن میں آپ رہ رہے ہیں، آپ دیکھیں گے سگریٹ پینے کی وجہ سے حشیش یا دوسرے نشوں میں مبتلا ہوگئی۔ اور اپنے کاموں سے بھی گئے، اپنی ملازمتوں سے بھی گئے، اپنی نوکریوں سے بھی گئے، اپنے کاروباروں سے بھی گئے، اپنے گھروں سے بھی بے گھر ہوئے اور زندگیاں برباد ہوئیں۔بیوی بچوں کو بھی مشکل میں ڈالا۔خود پارکوں، فٹ پاتھوں یا پُلیوں کے نیچے زندگیاں گزار رہے ہیں۔ گندے غلیظ حالت میں ہوتے ہیں۔لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا رہے ہوتے ہیں۔ ڈسٹ بنوں (Dustbins) سے گلی سڑی چیزیں چن چن کے کھا رہے ہوتے ہیں۔تو یہ سب اس لغو عادت کی وجہ سے ہی ہے۔اس لئے کسی بھی لغو چیز کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہئے۔یہی چھوٹی چھوٹی باتیں پھر بڑی بن جایا کرتی ہیں۔

اور اب تو افیون سے بھی زیادہ خطرناک نشے پیدا ہو چکے ہیں۔ پس ان لغویات سے بچنے والے ہی تقویٰ پر قائم رہ سکتے ہیں۔۔۔تو شراب کا جو نشئی ہے وہ بھی مختلف جرائم میں گرفتار ہوتا ہے۔ بلکہ ان ملکوں میں بھی جہاں شراب کی اجازت ہے آپ دیکھیں گے کہ بعض لوگ نشے میں بعض قسم کی حرکات کر جاتے ہیں اور پھر جیلوں میں چلے جاتے ہیں۔ اور پھر یہاں کے معاشرے کے مطابق بعض شریف لوگ بظاہر شراب کے نشے میں دھت ہوتے ہیں اور سڑکوں پہ گرے پڑے ہوتے ہیں، پولیس ان کو اٹھا کے لے جاتی ہے۔

پھر جوا وغیرہ ہے یہ بھی لغویات ہیں۔ یہ بھی اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ شرابیوں کو عام طور پر جوا کھیلنے کی بھی عادت ہوتی ہے۔ کسی بھی نشہ کرنے والے کو عادت ہوتی ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ پیسے بنیں۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 597 تا 599 مطبوعہ از قادیان)

سنیما، تھیٹر، انٹرنیٹ:

مغربی ممالک میں جو بے راہ روی پیدا ہو چکی ہے اور فحاشی جس حد تک ان کے معاشرہ میں سرایت کر چکی ہے موجودہ دَور میں ان کے مناظر سنیما کے پردہ پر دکھائے جاتے ہیں جو نئی نسل میں مذہب سے دوری اور بداخلاقی کا میلان پیدا کرتے ہیں۔ روپیہ اور وقت کا ضیاع اس کے علاوہ ہے۔ انہیں خرابیوں کے پیشِ نظر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

۱۔"اس کے متعلق میں جماعت کو حکم دیتا ہوں کہ کوئی احمدی سنیما، سرکس، تھیٹر وغیرہ غرضیکہ کسی تماشے میں بالکل نہ جائے اور اس سے بکلّی پرہیز کرے۔ ہر مخلص احمدی جو میری بیعت کی قدر و قیمت سمجھتا ہے اس کے لئے سنیما یا کوئی تماشہ وغیرہ دیکھنا یا کسی کو دکھانا جائز نہیں"۔

۲۔"سنیما کے متعلق میرا خیال ہے کہ اس زمانہ کی بدترین لعنت ہے۔ اس نے

سینکڑوں شریف گھرانوں کے لڑکوں کو گویّا اور سینکڑوں شریف گھرانوں کی لڑکیوں کو ناچنے والی بنادیا ہے اور سنیما ملک کے اخلاق پر ایسا تباہ کُن اثر ڈال رہے ہیں، مَیں سمجھتا ہوں کہ میرا منع کرنا تو الگ رہا اگر مَیں ممانعت نہ کروں تو بھی مومن کی رُوح کو خودبخود اس سے بغاوت کرنی چاہئیے"۔ (مطالبات صفحہ ۲۷ تا ۴۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"آج کل کی بُرائیوں میں سے ایک بُرائی ٹی وی کے بعض پروگرام ہیں، انٹرنیٹ پر غلط قسم کے پروگرام ہیں، فلمیں ہیں۔ اگر آپ نے اپنے بچوں کی نگرانی نہیں کی اور انہیں ان لغویات میں پڑا رہنے دیا تو پھر بڑے ہوکر یہ بچے آپ کے ہاتھ میں نہیں رہیں گے۔۔۔اس لئے کبھی یہ نہ سمجھیں کہ معمولی سی غلطی پر بچے کو کچھ نہیں کہنا، ٹال دینا ہے، اس کی حمایت کرنی ہے۔ ہر غلطی پر اس کو سمجھانا چاہئیے۔آپ کے سپرد صرف آپ کے بچے نہیں ہیں ،قوم کی امانت آپ کے سپرد ہے۔ احمدیت کے مستقبل کے معمار آپ کے سپرد ہیں۔ان کی تربیت آپ نے کرنی ہے۔ پس خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اس سے مدد مانگتے ہوئے اپنے عمل سے بھی اور سمجھاتے ہوئے بھی بچوں کو تربیت کریں اور پھر میں کہتا ہوں اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنے عہد بیعت کو جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا ہے اپنے آپ کو بھی دنیاوی لغویات سے پاک کریں۔۔۔اور اپنے بچوں کے لئے جنت کی ٹھنڈی ہواؤں کے سامان پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین" (الازھار لذوات الخمار جلد سوم حصہ اول صفحہ 371،372)

اس زمانہ میں ٹیلی ویژن کی وجہ سے سنیما جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے ڈرامے دیکھے جا سکتے ہیں۔ سنیما، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ اپنی ذات میں تو بُرے نہیں لیکن اس

زمانہ میں ان کا نقصان نفع سے زیادہ ہے اور خرابیوں کے پھیلانے کا ایک اہم ذریعہ بن گئے ہیں اس لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ پورا کنٹرول ہو اور لغو نظاروں کے دیکھنے میں وقت نہ ضائع کیا جائے۔

بے پردگی

القرآن :-

''مومن عورتیں اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے جو آپ ہی آپ بے اختیار ظاہر ہوتی ہو اور اپنی اوڑھنیوں کو اپنے سینہ پر سے گزار کر اس کو ڈھانک کر پہنا کریں اور اپنی زینتوں کو صرف اپنے خاوندوں، اپنے باپوں، اپنے خاوندوں کے باپوں، اپنے بیٹوں، اپنے خاوندوں کے بیٹوں اور اپنے بھائیوں، اپنے بھائیوں کے بیٹوں، اپنی بہنوں کے بیٹوں یا اپنی عورتوں یا جن کے مالک ان کے داہنے ہاتھ ہُوئے ہیں ان کے سوا کسی پر ظاہر نہ کیا کریں...... اور اپنے پاؤں زور سے زمین پر اس لئے نہ مارا کریں کہ وہ چیز ظاہر ہو جائے جس کو وہ اپنی زینت سے چھپا رہی ہیں۔''

(سورۃ نور: ۳۲)

الحدیث :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ کو ایک نابینا صحابی سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ پوچھنے پر فرمایا۔ کیا تم بھی دونوں نابینا ہو کہ اس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ (مشکوٰۃ کتاب الادب)

حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کی قبر پر دعا کی غرض سے بغیر پردہ کے جایا کرتی تھیں مگر حضرت عمرؓ کے اسی جگہ مدفون ہونے کے بعد پردہ کے ساتھ جاتی تھیں۔ (رواہ مسند احمد بن حنبل)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخیوں کے گروہ کے ذکر میں فرمایا وہ عورتیں جو کپڑے تو پہنتی ہیں مگر حقیقت میں وہ ننگی ہوتی ہیں۔ ناز سے لچکیلی چال چلتی ہیں۔ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے جتن کرتی ہیں بُختی اونٹوں کی لچکدار کوہانوں کی طرح ان کے سر ہوتے ہیں۔ جنّت میں داخل نہ ہوں گی بلکہ خوشبو کو بھی نہ پائیں گی۔ جبکہ اس کی خوشبو بہت دُور تک آئے گی۔

(مسلم کتاب اللباس والزینۃ صفحہ ۳۳۵ مطبع نعمان کتب خانہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ :-

فرمایا ''عورتوں کو چاہیئے کہ نامحرم سے اپنے تئیں بچائیں اور یاد رکھنا چاہیئے کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مرد ہیں ان سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ہے...... جو خدا اور اس کے رسُول کے حکموں کا مقابلہ کرتی ہیں نہایت مردود اور شیطان کی بہنیں اور بھائی ہیں کیونکہ وہ خدا اور رسول کے فرمودہ سے مُنہ پھیر کر اپنے ربّ کریم سے لڑائی کرنا چاہتی ہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۶۹-۷۰)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ :-

''گھونگھٹ کا پردہ بہ نسبت اس پردہ کے جو آجکل ہمارے ملک میں رائج ہے

زیادہ محفوظ تھا......بہر حال ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ دینی احکام پر عمل کرے۔(چہرے کا پردہ کرے)اور اگر کہیں اس پر کمزوری پائی جاتی ہوتو اُسے دُور کرے۔'' (الفضل ۵؍اپریل ۱۹۶۰ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ:۔

''جو چیز منع ہے وہ یہ ہے کہ عورت کھلے مُنہ پھرے اور مَردوں سے اختلاط کرے۔......مُنہ سے کپڑا اُٹھانا یا مکسڈ (MIXED) پارٹیوں میں جانا ......اوران کا مَردوں سے بے تکلفی کے ساتھ باتیں کرنا یہ ناجائز ہے۔''
(تفسیر کبیر جلد ششم سورۃ نُور صفحہ ۳۰۴ آیت نمبر ۳۲)

''خُمُر سے مراد سر کا رومال یا کپڑا ہے۔دوپٹہ مراد نہیں اور اس کے معنی یہی ہیں کہ سر سے رومال کو اتنا نیچا کرو کہ وہ سینہ تک آجائے اور سامنے سے آنے والے کو مُنہ نظر نہ آئے یہ ہدایت بتارہی ہے کہ عورت کا مُنہ پردہ میں شامل ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ و صحابیاتؓ بھی چہرے کو پردہ میں شامل سمجھتے تھے۔آنحضورؐ کا ایک رشتہ کی غرض سے ایک صحابیہؓ اُمّ سلیم کو بھجوانا بتا تا ہے کہ چہرہ کا پردہ تھا۔اسی طرح ایک رشتہ کے سلسلہ میں والد نے لڑکی کا چہرہ دکھانے سے انکار کردیا تو حضورؐ کے ارشاد پر بچی خود سامنے آ گئی۔اگر وہ لڑکی کھلے مُنہ پھرا کرتی تھی تو اس نوجوان کو بچی کے باپ سے چہرہ دکھانے کی درخواست کی کیا ضرورت تھی۔قرآن نے زینت چھپانے کا حکم دیا ہے اور سب سے زیادہ زینت کی چیز چہرہ ہے اگر چہرہ چھپانے کا حکم نہیں تو پھر زینت کیا چیز ہے جس کو چھپانے کا حکم ہے۔''
(خلاصہ از تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۲۹۹،۳۰۰ سورہ نُور)

فرمایا۔''پردہ چھوڑنے والا قرآن کی ہتک کرتا ہے ایسے انسان سے ہمارا کیا

تعلق ۔وہ ہمارا دشمن ہے اور ہم اس کے دشمن اور ہماری جماعت کے مَردوں اور عورتوں کا فرض ہے کہ وہ ایسے احمدی مَردوں اور ایسی عورتوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔'' (الفضل ۲۷/جون ۱۹۵۸ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ :۔

''قرآن نے پردہ کا حکم دیا ہے۔انہیں (احمدی مستورات کو) بہرحال پردہ کرنا پڑے گا یا وہ جماعت کو چھوڑ دیں کیونکہ ہماری جماعت کا یہ مؤقف ہے کہ قرآن کریم کے کسی حکم سے تمسخر نہیں کرنے دیا جائے گا نہ زبان سے اور نہ عمل سے۔اسی پر دنیا کی ہدایت اور حفاظت کا انحصار ہے۔'' (الفضل ۲۵/نومبر ۱۹۷۸ء)

''میں ایسی خواتین سے جو پردہ کو ضروری نہیں سمجھتیں پوچھتا ہوں کہ انہوں نے پردہ کو ترک کر کے اسلام کی کیا خدمت کی۔آج بعض یہ کہتی ہیں کہ ہمیں یہاں پردہ نہ کرنے کی اجازت دی جائے پھر کہیں گی ننگ دھڑنگ سمندر میں نہانے اور ریت پر لیٹنے کی اجازت دی جائے پھر کہیں گی شادی سے پہلے بچے جننے کی اجازت دی جائے۔مَیں کہوں گا پھر تمہیں دوزخ میں جانے کے لئے بھی تیار رہنا چاہئیے......وہ اپنے آپکو ٹھیک کرلیں قبل اس کے کہ خدا کا قہر نازل ہو۔''

(دورہ مغرب صفحہ ۲۳۸ ناروے جماعت سے اجتماعی ملاقات)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ :۔

''بڑی شدت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ تحریک ڈالی ہے کہ

احمدی مستورات بے پردگی کے خلاف جہاد کا اعلان کریں کیونکہ اگر آپ نے بھی یہ میدان چھوڑ دیا تو پھر دنیا میں اور کون سی عورتیں ہوں گی جو اسلامی اقدار کی حفاظت کے لئے آگے آئیں گی۔'' (الفضل ۲۸ رفروری ۱۹۸۳ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔(صحیح البخاری کتاب الایمان باب امور الایمان حدیث 9)۔پس حیا دار لباس اور پردہ ہمارے ایمان کو بچانے کے لئے ضروری ہے۔اگر ترقی یافتہ ملک آزادی اور ترقی کے نام پر اپنی حیا کو ختم کر رہے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دین سے بھی دُور ہٹ چکے ہیں۔ پس ایک احمدی بچی جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہے اس نے یہ عہد کیا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی۔ایک احمدی بچے نے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہے، ایک احمدی شخص نے، مرد نے، عورت نے مانا ہے، اس نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہے اور یہ مقدم رکھنا اُسی وقت ہوگا جب دین کی تعلیم کے مطابق عمل کریں گے۔۔۔پس ہر احمدی لڑکی لڑکے اور مرد اور عورت کو اپنی حیا کے معیار اونچے کرتے ہوئے معاشرے کے گند سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ یہ سوال یا اس بات پر احساس کمتری کا خیال کہ پردہ کیوں ضروری ہے؟ کیوں ہم ٹائٹ جین اور بلاؤز نہیں پہن سکتیں؟ یہ والدین اور خاص طور پر ماؤں کا کام ہے کہ چھوٹی عمر سے ہی بچوں کو اسلامی تعلیم اور معاشرے کی برائیوں کے بارے میں بتائیں تبھی ہماری نسلیں دین پر قائم رہ سکیں گی اور نام نہاد ترقی یافتہ معاشرے

کے زہر سے محفوظ رہ سکیں گی۔ ان ممالک میں رہ کر والدین کو بچوں کو دین سے جوڑنے اور حیا کی حفاظت کے لئے بہت زیادہ جہاد کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے اپنے نمونے بھی دکھانے ہوں گے۔

۔۔۔پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حیا کے لئے حیادار لباس ضروری ہے اور پردہ کا اس وقت رائج طریق حیادار لباس کا ہی ایک حصہ ہے۔ اگر پردہ میں نرمی کریں گے تو پھر اپنے حیادار لباس میں بھی کئی عذر کر کے تبدیلیاں پیدا کرلیں گی اور پھر اس معاشرے میں رنگین ہو جائیں گی جہاں پہلے ہی بے حیائی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔۔۔ہم احمدیوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ زمانہ بہت خطرناک زمانہ ہے۔ شیطان ہر طرف سے پُرزور حملے کر رہا ہے۔ اگر مسلمانوں اور خاص طور پر احمدی مسلمانوں، مَردوں اور عورتوں، نوجوانوں سب نے مذہبی اقدار کو قائم رکھنے کی کوشش نہ کی تو پھر ہمارے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔

۔۔۔اسلام کی ترقی کے لئے ہر وہ چیز ضروری ہے جس کا خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ پردہ کی سختیاں صرف عورتوں کے لئے نہیں ہیں۔ اسلام کی پابندیاں صرف عورتوں کے لئے نہیں ہیں بلکہ مَردوں اور عورتوں دونوں کو حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے مَردوں کو حیا اور پردے کا طریق بتایا تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ (النور: 31) مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ بات ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ یقیناً اللہ جو وہ کرتے ہیں اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو پہلے کہا کہ غضِّ بصر سے کام لو۔ کیوں؟ اس لئے کہ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَھُمْ کیونکہ یہ بات پاکیزگی کے لئے ضروری ہے۔ اگر پاکیزگی نہیں تو خدا نہیں ملتا۔ پس عورتوں کے پردہ سے پہلے مَردوں کو کہہ دیا کہ ہر ایسی چیز سے بچو جس سے تمہارے جذبات بھڑک سکتے ہوں۔ عورتوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھنا، ان میں مِکس اَپ (Mix up) ہونا، گندی فلمیں دیکھنا، نامحرموں سے فیس بُک (Facebook) پر یا کسی اور ذریعہ سے چَیٹ (Chat) وغیرہ کرنا، یہ چیزیں پاکیزہ نہیں رہتیں۔

پس یہ پابندیاں صرف عورت کے لئے نہیں بلکہ مَرد کے لئے بھی ہیں۔ مَردوں کو اپنی نظریں عورتوں کو دیکھ کر نیچے کرنے کا حکم دے کر عورت کی عزت قائم کی گئی ہے۔ پس اسلام کا ہر حکم حکمت سے پُر ہے اور برائیوں کے امکانات کو دُور کرتا ہے۔۔۔ اسلام کی تعلیم پر اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ عورت کو حجاب اوڑھا کر، پردہ کا کہہ کر اس کے حقوق سلب کئے گئے ہیں اور اس سے کچے ذہن کی لڑکیاں جو ہیں بعض دفعہ متاثر ہو جاتی ہیں۔ اسلام پردہ سے مراد جیل میں ڈالنا نہیں لیتا۔ گھر کی چار دیواری میں عورت کو بند کرنا اس سے مراد نہیں ہے۔ ہاں حیا کو قائم کرنا ہے۔

۔۔۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے مرد بھی اور ہماری عورتیں بھی حیا کے اعلیٰ معیاروں کو قائم کرنے والے ہوں اور اسلامی احکامات کی ہر طرح ہم سب پابندی کرنے والے ہوں۔

(خطبہ جمعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 13 جنوری 2017ء بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن)

......☆......☆......☆......

چوتھا باب

اختلافی مسائل

وفات مسیح ۔ختم نبوت ۔صداقت حضرت مسیح موعودؑ

مسئلہ وفاتِ مسیح علیہ السلام

پہلی دلیل :۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕؔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ○مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ○ (سورۃ المائدہ:۱۱۷۔۱۱۸)

اور جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تُو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو تو اس نے جواب دیا کہ (ہم) تجھے (تمام عیبوں سے) پاک قرار دیتے ہیں ۔میری شان کے شایان نہ تھا کہ مَیں وہ (بات) کہتا جس

کا مجھے حق نہ تھا اور اگر مَیں نے ایسا کہا تھا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوگا۔ جو کچھ میرے جی میں ہے تُو جانتا ہے اور جو کچھ تیرے جی میں ہے مَیں نہیں جانتا۔ تُو یقیناً (سب) غیب کی باتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ مَیں نے اُن سے صرف وہی بات کہی تھی جس کا تُو نے مجھے حکم دیا تھا۔ یعنی یہ کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی ربّ ہے اور تمہارا بھی ربّ ہے اور جب تک مَیں ان میں (موجود) رہا مَیں ان کا نِگران رہا۔ مگر جب تُو نے مجھے وفات دے دی، فقط ایک تُو ہی ان پر نگران رہا اور تُو ہر چیز پر گواہ ہے۔

استدلال :-

اس آیت میں قَالَ اللّٰهُ کے الفاظ استعمال ہُوئے ہیں جس کے معنی ہیں اللہ نے کہا۔ یہ مکالمہ قیامت کے دن ہوگا مگر ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا جو مستقبل میں کسی امر کے حتماً وقوع پذیر ہونے پر بھی دلالت کرتا ہے یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عیسیٰؑ سے دریافت کرے گا کہ کیا تم نے لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو مَعبُود بناؤ تو وہ جواب دیں گے کہ مَیں جب تک قوم میں موجود رہا وہ نہیں بگڑی تھی مَیں ان کا نگران تھا۔ لیکن فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو تُو اُن کا نگران تھا مجھے ان کے بگڑنے کا کوئی علم نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب اسی وقت درست ہوسکتا ہے جب یہ تسلیم کیا جائے کہ وہ وفات پا کر اپنی قوم سے ہمیشہ کے لئے جُدا ہو گئے۔ اگر یہ مانا جائے کہ قیامت سے قبل وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو پھر قیامت کے دن قوم کے بگڑنے سے ان کا لاعلمی کا اظہار جھوٹ ٹھہرتا ہے۔ جو کسی طرح ممکن نہیں۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ قوم کے بگڑنے سے قبل وفات پا گئے اور ان کے لئے دوبارہ دنیا میں آنا کسی طرح ممکن نہیں۔

یاد رکھنا چاہئیے کہ لفظ تَوَفّی فعل ہے۔ جب اس کا فاعل خدا ہوا اور مفعول کوئی ذی رُوح ہو تو اس کے معنی سوائے قبض رُوح کے اور کچھ نہیں ہوتے اور قبض رُوح صرف دو طرح ہوتا ہے

وفات کے ذریعہ یا نیند کی حالت میں۔ جب نیند کی حالت میں قبض رُوح مراد ہوتو اس کے لئے قرینہ موجود ہوتا ہے ورنہ توفّی کے معنی ہمیشہ موت کے ہوتے ہیں۔ عربی زبان میں ایک بھی ایسی مثال موجود نہیں جہاں توفّی کا لفظ ذی رُوح یعنی جاندار چیز کے لئے استعمال ہوا ہو اور خُدا اس فعل کا فاعل ہو تو اس کے معنی قبض رُوح کے سوا کچھ اور بھی کئے جاسکتے ہوں۔

دوسری دلیل :-

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ (سورۃ آل عمران:۵٦)

ترجمہ:(اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے کہا۔ اے عیسیٰ! مَیں تجھے (طبعی طور پر) وفات دوں گا اور تجھے اپنے حضور میں عزّت بخشوں گا۔ اور کافروں (کے الزامات) سے تجھے پاک کروں گا اور جو تیرے پیرو ہیں انہیں ان لوگوں پر جو مُنکر ہیں قیامت کے دن تک غالب رکھوں گا۔

استدلال :-

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار وعدے کئے ہیں:-

۱۔ مَیں تجھے وفات دوں گا یعنی یہودی تجھے مار نہیں سکیں گے۔

۲۔ مَیں تجھے عزّت دوں گا۔ یہودی تجھے صلیب پر مار کر ذلیل نہیں کر سکتے۔ بائبل میں لکھا ہے۔ جو کاٹھ پر (یعنی صلیب پر) مارا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ یہودی اس منصوبہ میں ہرگز کامیاب نہیں ہوں گے اور تجھے صلیب پر موت نہیں آئے گی۔ جو تیری بے عزّتی کا موجب ہو۔

۳۔ مَیں تجھے یہود کے الزامات سے پاک ٹھہراؤں گا۔

۴۔ مَیں تیرے ماننے والوں کو انکار کرنے والوں پر قیامت تک غلبہ عطا کروں گا۔یعنی عیسائی ہمیشہ یہود پر غالب رہیں گے۔

یہ چاروں وعدے خُدائے تعالیٰ نے اسی ترتیب سے پورے کردیئے۔ پہلے وفات دی پھر انجام بخیر کرکے اپنے حضور میں ان کو عزّت بخشی اور ان کے درجات بلند کئے۔ یہود کے تمام الزامات سے ان کو پاک ٹھہرایا۔اور ان کے ماننے والوں کو آج تک یہود پر غالب رکھا اور آئندہ بھی قیامت تک یہودی مغلوب رہیں گے۔

اس آیت میں رَافِعُكَ اِلَيَّ کے یہ معنی کرنے کہ مَیں تجھے اُٹھا کر آسمان پر لے جاؤں گا صراحتاً غلط ہیں۔ اوّل تو آسمان کا کہیں ذکر ہی نہیں۔دوسرے اگر رفع کے معنی اٹھانے کے ہی کئے جائیں (جو اس جگہ بالکل بے جوڑ ہوں گے) تب بھی لفظی معنی صرف یہ ہوں گے کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اب خدا کی کوئی جہت نہیں۔ وہ ہر طرف اور ہر جگہ ہے۔اُوپر کی طرف اُٹھائے جانے کی تخصیص کیوں کی جائے۔ اگر اُوپر کی طرف اُٹھانے کے ہی معنی کئے جائیں۔تب بھی قرآنی محاورہ کے مطابق اس کا مطلب عزّت بخشنا ہی ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ادریسؑ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۝ (مریم:۵۸)

ہم نے اُسے نہایت بلند مقام تک اٹھایا تھا یعنی بڑا رتبہ عطا کیا تھا اور عزّت بخشی تھی۔کیا یہ تسلیم کیا جائے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بھی آسمان پر چلے گئے؟ اس کے علاوہ قرآن کریم نے وفات کا ذکر پہلے کیا ہے اور اٹھانے کا ذکر بعد میں۔اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور وہاں زندہ ہیں کسی وقت دوبارہ زمین پر نازل ہوں گے اور پھر وفات پائیں گے تو ترتیب بدل جاتی ہے۔اس صورت میں ماننا پڑے گا کہ جس ترتیب سے واقعات کا ذکر قرآن کریم

میں ہوا ہے وہ (نعوذ باللہ) غلط ہے۔قرآن کریم کی ترتیب کو نہ غلط قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ بدلا جاسکتا ہے۔غرض رفع کے لفظ کے جو معنی بھی کئے جائیں ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ رہنا ثابت نہیں ہوتا۔کیونکہ وفات رفع سے پہلے ہے۔ہم نماز میں بین السجدتین (دوسجدوں کے درمیان) دُعا کرتے ہیں وَارْفَعْنِیْ ۔اے اللہ! میرا رفع کر۔کیا اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ مجھے آسمان پر اُٹھالے، ہرگز نہیں۔اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ میرے درجات بلند کر۔یہی معنی اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کئے جائیں گے۔

تیسری دلیل :۔

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ (سورہ مائدہ:۷۶)

مسیح ابن مریم صرف ایک رسُول تھا اس سے پہلے رسول (بھی) فوت ہو چکے ہیں اور اس کی ماں راستباز تھی۔وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔

استدلال :۔

اس آیت میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریمؑ کی حیثیت صرف ایک رُسول کی ہے اور ان سے پہلے جس قدر انبیاء آئے وہ فوت ہو گئے۔وہ خود بھی اور ان کی والدہ بھی کھانا کھایا کرتے تھے۔ كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ ماضی استمراری ہے یعنی جب زندہ تھے وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے لیکن اب نہیں کھاتے۔جس طرح حضرت مریمؑ موت کی وجہ سے اب کھانا نہیں کھاتیں اسی طرح مسیح ابن مریمؑ بھی نہیں کھاتے۔انبیاء کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ○ (سورۃ الانبیاء:۹)

اور ہم نے ان رسولوں کو ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ وہ غیر معمولی عمر

پانے والے لوگ تھے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء بغیر کھانا کھائے زندہ نہیں رہ سکتے۔ خدائے تعالیٰ کا یہ کہنا کہ مسیح ابن مریمؑ کھانا کھایا کرتے تھے صاف بتلاتا ہے کہ اب وہ کھانا نہیں کھاتے اور اب وہ زندہ نہیں ہیں۔

چوتھی دلیل :۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ (سورۃ آل عمران:۱۴۵)

اور محمدؐ صرف ایک رسُول ہیں۔ اس سے پہلے سب رسُول فوت ہو چکے ہیں۔
پس اگر وہ وفات پا جائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بَل لَوٹ جاؤ گے؟

استدلال :۔

اس آیت میں صاف بتلایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنے والے سب رسُول فوت ہو چکے ہیں۔ قَدْ خَلَتْ کے لفظی معنی ہیں۔ گذر چکے ہیں اور گذرنے سے مراد اس جگہ وفات پانے کے ہی ہیں۔ کیونکہ گزرنے کی صرف دو صورتیں اس آیت میں بیان ہوئی ہیں۔ ایک موت اور دوسرے قتل کیا جانا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام زندہ ہوتے تو ضرور ان کا استثناء کر دیا جاتا۔ پھر انہیں الفاظ میں سورۃ مائدہ آیت ۷۶ (دلیل سوم) میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے پہلے آنے والے سب انبیاء گذر چکے ہیں۔ جس طرح باقی انبیاء اس جہاں سے گذر گئے اسی طرح حضرت مسیح ابن مریمؑ بھی اس جہان سے گذر گئے اور اب ہرگز زندہ نہیں ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام وفات پا چکے ہیں اور وہ ہرگز اس خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے نہیں گئے۔ انسانوں کے لئے تو خُدا کا یہی قانون ہے کہ

فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۔ (سورۃ اعراف:۲۶)

اسی (زمین) میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی میں سے تم نکالے جاؤ گے۔ اس قانون کے ہوتے ہوئے کسی فردِ بشر کا آسمان پر جانا کیسے ممکن ہے؟

اگر کوئی وجود اپنی خوبیوں اور اعلیٰ صفات اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے زندہ رکھے جانے کے قابل ہوسکتا تھا تو وہ ہمارے آقا سیّد و مولیٰ حضرت محمد مصطفٰے صلیّ اللہ علیہ وسلّم ہیں۔

بُدنیا گر کسے پائندہ بُودے
ابوالقاسم محمدؐ زندہ بُودے

خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط اَفَاْئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۝ (سورۃ الانبیاء:۳۵)

اور ہم نے کسی انسان کو تجھ سے پہلے غیر طبعی عمر نہیں بخشی۔ کیا اگر تُو مر جائے تو وہ غیر طبعی عمر تک زندہ رہیں گے۔

کیسے تعجّب کی بات ہے کہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت کا دعویٰ کرتے ہوئے یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ فوت ہوکر زمین میں مدفون ہیں لیکن مسیح ابن مریم (نعوذ باللہ) ابھی تک اس خاکی جسم کے ساتھ چوتھے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔

غیرت کی جا ہے کہ عیسیٰ زندہ ہو آسماں پر
مدفون ہو زمیں میں شاہِ جہاں ہمارا

ابن مریم مرگیا حق کی قسم
داخلِ جنت ہوا وہ محترم

عدمِ رجوعِ مَوتیٰ

جو لوگ وفات پا جاتے ہیں یا کسی طرح مر جاتے ہیں ان کے متعلق خدائے تعالیٰ کا قانون

یہی ہے کہ وہ پھر اس دنیا میں واپس نہیں آتے۔مندرجہ ذیل آیات سے اس قانون کی صراحت ہوتی ہے:

۱۔ وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَآ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔(سورۃ الانبیاء:۹۶)

اور ہر ایک بستی جسے ہم نے ہلاک کیا ہے اس کے لئے یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ اس کے بسنے والے لوٹ کر اس دُنیا میں نہیں آئیں گے۔

۲۔ حَتّٰیٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا ؕ اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ (سورۃ المومنون:۱۰۰ تا ۱۰۱)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آجاتی ہے تو کہتا ہے اے میرے ربّ! مجھے لوٹا دیجئیے۔شاید کہ میں اچھے کام کروں اُس (دُنیا) میں جسے چھوڑ آیا ہوں۔ہر گز نہیں۔یہ تو محض ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے۔اور اُن کے پیچھے ایک روک حائل رہے گی اس دن تک کہ وہ اُٹھائے جائیں گے۔

مسئلہ ختمِ نبوّت

جماعتِ احمدیّہ کا عقیدہ

جماعتِ احمدیہ کا اس بات پر ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خاتم النبیّین ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ درجہ صرف آپؐ کو ہی ملا۔آپؐ کے سوا کوئی اور وجود ایسا نہیں جو اس صفت سے متصّف ہو۔چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

۱۔"عقیدہ کی رُو سے جو خُدا اتم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خُدا ایک اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔اب بعد

اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیّت کی چادر پہنائی گئی۔‘‘

(کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۵۔۱۶)

۲۔’’اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتَم بتایا۔یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اَور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔اسی وجہ سے آپؐ کا نام خَاتَم النبیّین ٹھہرا۔یعنی آپؐ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوّتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔‘‘

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۹۷)

آیت خاتم النّبیین اور اُس کا مفہوم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ۝ (سورۃ احزاب:۴۱)

نہ محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں (نہ ہوں گے) لیکن اللہ کے رسُول ہیں بلکہ (اس سے بڑھ کر) نبیوں کی مُہر ہیں اور اللہ ہر ایک چیز سے خوب آگاہ ہے۔

یہ آیت سنہ پانچ ہجری میں اس وقت نازل ہوئی جب حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت زینبؓ سے نکاح کرلیا۔حضرت زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ بولے بیٹے تھے۔جب حضورؐ نے زیدؓ کی مطلّقہ (یعنی حضرت زینبؓ) سے نکاح کیا تو کفّار اور منافقین نے اعتراض کیا کہ آپؐ نے اپنی بہو سے نکاح کرلیا۔جو کسی طرح درست نہیں۔اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ کسی کو بیٹا کہہ دینے سے وہ بیٹا نہیں بن جاتا۔حرمت تو حقیقی بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنے میں ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حقیقی بیٹا نہیں۔اس لئے حضرت زینبؓ سے نکاح پر اعتراض غلط ہے۔

سورۃ احزاب کی آیت ۷ میں یہ کہا گیا تھا کہ اَلنَّبِيُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ

وَاَزْوَاجُہٗۤ اُمَّھٰتُھُمْ ۔یعنی نبی مومنوں سے ان کی اپنی جانوں کی نسبت بھی زیادہ قریب ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ نبی کی بیویوں کو ماں قرار دینے سے کوئی شخص یہ استدلال کرسکتا ہے کہ نبی اور مؤمنین کا رشتہ باپ بیٹے کا ہوا۔ایسی صورت میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کا زیدؓ کی مطلّقہ (حضرت زینبؓ) سے نکاح کرنا اپنی بہو سے نکاح کرنے کے مترادف ہے۔ اس اعتراض کو دُور کرنے کے لئے فرمایا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ یعنی (جسمانی لحاظ سے) نہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلمّ) تم میں سے کسی مرد کے باپ تھے نہ ہیں (اور نہ ہونگے) لہٰذا زیدؓ کے طلاق دینے کے بعد حضرت زینبؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کسی طرح بھی قابلِ اعتراض نہیں۔

آیت خاتم النّبیین کے پہلے ٹکڑے سے بے شک بہو سے نکاح کرنے کا اعتراض دُور ہوگیا۔لیکن جسمانی ابُوّت کے انکار سے دو۲ اور شبہات پیدا ہوسکتے تھے۔اوّل یہ کہ بوجہ نبی ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کا باپ قرار دیا گیا تھا۔لیکن جب یہ کہا گیا کہ آپؐ کسی مرد کے باپ نہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا پھر آپؐ کی نبوت اور رسالت بھی جاری ہے یا نہیں؟ دوم یہ کہ آپؐ کی نرینہ اولاد نہ ہونے کے باعث دشمن آپؐ کو ابتر کہتا تھا۔اب اس آیت میں کہا گیا ہے کہ آپؐ کسی مرد کے باپ نہیں تو کیا واقعی (نعوذ باللہ) آپؐ ابتر ٹھہرے؟

ان ہر دو اعتراضات کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ۔جسمانی ابوّت کی نفی سے یہ نہ سمجھنا کہ آپؐ روحانی لحاظ سے باپ نہیں رہے۔اللہ کا رسُول ہونے کے لحاظ سے آپؐ مومنین کے روحانی باپ بدستور ہیں جس طرح ہر نبی اپنی امّت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔نہ صرف اس قدر بلکہ آپ کا مقام اور مرتبہ دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں بہت بلند و بالا ہے اور آپؐ خاتَم النّبیّین ہیں۔یعنی نبیوں کی مُہر ہیں۔آپؐ کی تصدیق اور آپؐ کی تعلیم کی شہادت کے بغیر کوئی شخص نبوّت یا ولایت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

اس آیت خَاتَمَ النَّبِیّٖن میں خَاتَم (تاء کی زبر کے ساتھ) کے معنی ختم کرنیوالا نہیں

ہو سکتے۔ اگر یہاں خَاتِم (تاء کی زیر کے ساتھ) ہوتا تو ختم کرنے والا کے معنی ہو سکتے تھے لیکن یہاں ت پر زبر ہے۔ جب خَاتَم (تاء کی زبر کے ساتھ) کسی صیغے کے ساتھ استعمال ہوتو اس کے معنی ہمیشہ ''افضل'' کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں خَاتَمُ الْاَوْلِيَاء، خَاتَمُ الْمُحَدِّثِيْنَ ،خَاتَمُ الشُّعَرَاء ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لئے خَاتَمُ الْاَوْلِيَاء کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ (تفسیر صافی زیر آیت خاتَم النبیّین) تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت علیؓ کے بعد کوئی ولی نہیں ہوسکتا۔ پس محاورہ عرب کے مطابق خاتَم النبیّین کے ایک معنی یہ ہوئے کہ تمام انبیاء سے افضل یا ایسا وجود جس پر کمالاتِ نبوّت ختم ہو گئے اور وہ اپنے کمال میں بے مثال ٹھہرا۔

غرض اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے شک جسمانی لحاظ سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن روحانی لحاظ سے بحیثیت رسُول آپؐ سب مومنوں کے باپ ہیں۔ نہ صرف مومنوں کے باپ ہیں بلکہ روحانی لحاظ سے تمام انبیاء کے بھی باپ ہیں۔ آپؐ کا محمدؐ (یعنی قابل تعریف وجود) ہونا اس بات کا محتاج نہیں کہ آپؐ کی جسمانی اولاد ہو بلکہ آپؐ محمدؐ ہیں رُسول اللہ ہونے کے لحاظ سے۔ اور خاتم النّبییّن ہونے کے لحاظ سے۔

واضح رہے کہ رسول اللہ ہونے کے لحاظ سے ہر نبی امّت کا باپ ہوتا ہے۔ جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے ممتاز کرتی ہے وہ آپؐ کا خاتم ہونا ہے یعنی آپ تمام انبیاء سے بلحاظ مقام و مرتبہ افضل و اعلیٰ ہیں دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ اور رُوحانی توجہ نبی تراش ہے۔ یعنی آپؐ کی تعلیم پر عمل کرنے اور آپؐ کی کامل پیروی سے انسان نبوت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے اور یہ خوبی آپؐ سے قبل کسی نبی کو حاصل نہیں تھی۔

خاتم النّبییّن کے اسی مفہوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام یوں بیان فرماتے ہیں:۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال

پر اتباع نبوی کی مُہر رکھتا ہوگا۔ اور اسی طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپؐ کا وارث ہوگا۔ غرض اس آیت میں ایک طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا تا وہ اعتراض جس کا ذکر اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں ہے دُور کیا جائے۔‘‘

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی وچکڑالوی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دوسرے بزرگان نے خَاتَمَ النّبیین کے کیا معنی کئے

۱۔ حضرت علیؓ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

’’اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتَ يَا عَلِيُّ خَاتَمُ الْاَوْلِيَاءِ‘‘۔

(تفسیر صافی زیر آیت خَاتَمَ النَّبیین)

اے علی! مَیں خَاتَم الانبیاء ہوں اور تُو خاتم الاولیاء ہے۔

۲۔ مجمع بحار الانوار میں لفظ خَاتَم کے نیچے حضرت عائشہؓ کا یہ قول درج ہے:۔

’’قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ۔‘‘

(تکملہ مجمع بحار الانوار جلد چہارم صفحہ ۸۵ مطبع نول کشور)

یہ تو کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خَاتَمَ النَّبیّین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اس کے آگے لکھا ہے:۔

هٰذَا نَاظِرٌ اِلٰى نُزُوْلِ عِيْسٰى وَهٰذَا اَيْضًا لَا يُنَافِيْ حَدِيْثَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ لِاَنَّهٗ اَرَادَ لَا نَبِيَّ يَنْسَخُ شَرْعَهٗ۔ (ایضاً)

یعنی یہ قول حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نزول مسیح کا مؤیّد ومحافظ ہے اور لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ والی حدیث کا بھی مخالف نہیں کیونکہ خاتم النّبیین والی آیت اور لَا نَبِيَّ

بَعْدِیْ کا مطلب تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو آنحضرتؐ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

اُمّتی نبی اور قرآنِ کریم :

قرآن کریم سے یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ بند نہیں ہوا بلکہ جاری ہے اور اس امر کا امکان موجود ہے کہ آپؐ کے بعد ایسے نبی آتے رہیں جو آپؐ کے امتی ہوں اور قرآن کریم کی تعلیم کو ہی دنیا میں رائج کرنے والے ہوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اسلام کی تعلیم کو چھوڑ کر اور بلا واسطہ محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلم کسی قسم کا رُوحانی مقام حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ خدائے تعالیٰ کے قُرب کو حاصل کرنے کی سب راہیں مسدود ہیں سوائے اس راہ کے جو قرآن کریم نے بتلائی اور اُس اُسوہ کی پیروی کے جو ہمارے آقا سیّد و مولیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ پس امّتی نبی کے راستہ میں آیت خَاتَم النبین ہرگز روک نہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہے:۔

پہلی آیت :۔

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ‌ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓـئِكَ رَفِيۡقًا۝ (سورۃ النساء رکوع ۹، آیت: ۷۰)

اور جو (لوگ بھی) اللہ اور اس رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدّیقین اور شہداء اور صالحین (میں) اور یہ لوگ (بہت ہی) اچھے رفیق ہیں۔

استدلال :۔

اس آیت میں اُمّتِ محمدیہّ کے لئے جو درجات مقدّر ہیں ان کا ذکر ہے اور بتلایا گیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنیوالوں اور اس رسول کی اطاعت کرنیوالوں کو نبوت ،صدیقیت ، شہادت اور صالحیّت کے مقام ومرتبے عطا کئے جائیں گے۔گویا ایک سچّا مومن اور مسلمان آپؐ کی سچّی پیروی کے نتیجہ میں صالحیّت سے لے کر نبوّت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔قرآن کریم میں جہاں دوسرے انبیاء کا ذکر ہے وہاں بتلایا گیا ہے کہ اُن کی پیروی سے زیادہ سے زیادہ صدیقیّت کا مقام حاصل ہوسکتا ہے۔جیسا کہ فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ (سورۃ الحدید رکوع ۲ آیت:۲۰)

اور جو اللہ پر اور اُس کے رسُولوں پر ایمان لائے وہی اپنے ربّ کے نزدیک صدیق اور شہداء کا درجہ پانے والے ہیں۔

ان دونوں آیات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کی اطاعت کے نتیجہ میں انسان صرف صدّیق ،شہید اور صالح کا درجہ پاسکتا تھا لیکن آنحضرتؐ کی اطاعت کے نتیجہ میں ان مدارج کے علاوہ نبوّت کا مرتبہ بھی مل سکتا ہے۔

یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ سورۃ نساء کی مندرجہ بالا آیت میں مَعَ الَّذِيْنَ کے الفاظ ہیں۔ یعنی ایسے لوگوں کے ساتھ ہوں گے جو نبی ،صدیق ،شہید اور صالح ہوں گے اس سے یہ کہاں پتہ لگا کہ وہ ان میں سے ہوں گے۔ یہ اعتراض قلّتِ تدبّر کا نتیجہ ہے۔اور عربی زبان اور قرآنی اسلوب بیان سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کیونکہ مَعَ کے معنی سیاق وسباق اور قرینہ کے مطابق بعض اوقات صرف ’’میں‘‘ کے ہوتے ہیں ساتھ کے نہیں۔جیسا کہ دُعا سکھائی۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (سورۃ آل عمران رکوع ۲۰ آیت: ۱۹۴) یعنی مومن یہ دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے۔اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جب کوئی نیک آدمی مرنے لگے تو ہم بھی مرجائیں۔ بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ ہمیں اس حالت میں وفات دے کہ ہم نیک لوگوں میں شامل ہوں۔

اگر مندرجہ بالا آیت میں ''مع'' کا ترجمہ ''ساتھ'' کیا جائے تو آیت بے معنی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ خُدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے انسان نبی تو نہیں ہوسکتا ہاں اُن کے ساتھ ہوگا۔ تو لازماً یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان چاروں درجوں میں سے کوئی درجہ بھی نہیں ملے گا۔ صرف ان کے ساتھ ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔ جن کو یہ مدارج ملیں گے۔ اگر انسان صالح یا نیک بھی نہ بن سکا تو پھر کیا فائدہ ہوا۔ اس سے تو نعوذ باللہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے انبیاء کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند ہے کیونکہ ان کی اطاعت سے صدّیقیت کا درجہ مل جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات درست نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مَعَ کے یہی معنی ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والے نبوت کے مقام تک فائز ہوں گے۔

دوسری آیت:۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ○ (سورۃ الحج رکوع ۱۰ آیت:۷۶)

اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی رسُول منتخب کرتا ہے اور کرتا رہے گا کیونکہ وہ سُننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

استدلال:۔

اس آیت میں يَصْطَفِيْ مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور مستقبل دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کے معنی ہوں گے ''منتخب کرتا ہے''۔ اور ''منتخب کرے گا''۔ گویا اس جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک سنّت کا ذکر کیا ہے کہ وہ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول منتخب فرماتا رہتا ہے اور خُدا کی سنّت میں تبدیلی نہیں ہوتی جیسا کہ فرمایا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ تُو خدا کی سُنّت میں کبھی تبدیلی نہیں پائے گا۔

تیسری آیت:

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ رُسُلٌ مِّنۡکُمۡ یَقُصُّوۡنَ عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِیۡ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ○

(سورۃ الاعراف رکوع ۴، آیت:۳۶)

اے آدم کے بیٹو! جب بھی تمہارے پاس تم میں سے رسُول بنا کر بھیجے جائیں اور وہ تمہارے سامنے میری آیات پڑھ کر سنائیں تو جولوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اصلاح کریں گے ان کو(آئندہ کیلئے) کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ وہ (ماضی کی کسی بات پر) غمگین ہوں گے۔

استدلال:

اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جب تک بنی آدم اس دُنیا میں موجود ہیں۔ ان میں رسول آتے رہیں گے اور انسانوں کا فرض ہے کہ ان پر ایمان لائیں۔ اس جگہ ساری نسلِ انسانی کو عمومی رنگ میں خطاب کیا گیا ہے۔لیکن درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور آپؐ کے بعد کے زمانہ کے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔جیسا کہ اس سے پہلی آیت کے مفہوم سے واضح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّکُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ ○ (سورۃ الاعراف:۳۲)

اے آدم کے بیٹو! ہر مسجد کے قریب زینت (کے سامان) اختیار کرلیا کرو۔اور کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو کیونکہ وہ (اللہ) اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس جگہ مسجد میں زینت اختیار کرنے کا حکم امّتِ محمدیہ کو ہے۔لیکن خطاب بنی آدم کہہ کر کیا گیا ہے۔

چوتھی آیت:۔

اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○ (سورۃ فاتحہ)

(اے اللہ) ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تُو نے انعام کیا جن پر نہ تو (بعد میں تیرا) غضب نازل ہوا (ہے) اور نہ وہ (بعد میں) گمراہ (ہو گئے) ہیں۔

استدلال:۔

اس آیت میں ہمیں دُعا سکھائی گئی ہے کہ ہم انعام یافتہ گروہ کے راستہ پر چلیں اور انعام پائیں قرآن کریم سورۃ نساء آیت ۶۹، ۷۰ میں (جس کی تشریح پہلی آیت میں اُوپر آ چکی ہے) اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ انعام پانے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں نبوّت، صدّیقیت، شہادت اور صالحیت کے مقام پر سرفراز کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے :۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا۔ (سورۃ المائدۃ:۲۱)

اور تم اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم! تم اللہ کے اس انعام کو یاد کرو جب اس نے تم میں نبی مقرر کئے تھے اور تمہیں بادشاہ بنایا تھا۔

اس آیت میں نبوت کو اور بادشاہت کو انعام قرار دیا ہے۔ ان دونوں آیتوں کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں خود یہ دُعا سکھائی ہے تو دراصل اس میں اس بات کی بشارت دی ہے کہ وہ ہم میں بھی نبوت اور بادشاہت کا انعام جاری رکھے گا۔

امّتِ مُسلمہ کو خیر اُمّت قرار دیا گیا ہے۔ وہ خیر اُمّت اسی طرح ہو سکتی ہے کہ اس میں بھی سلسلۂ نبوّت جاری رہے جیسے اس سے قبل دوسری امتوں میں جاری تھا۔ اگر اس انعام کا دروازہ

بند تسلیم کیا جائے تو پھر امّتِ مُسلمہ خیرِ امّتِ کیونکر قرار دی جاسکتی ہے۔

اُمّتی نبی اور احادیثِ نبویؐ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود اس بارے میں جو کچھ فرمایا اس سے بھی یہی عیاں ہوتا ہے کہ امّتِ محمدیہّ میں نبوت کا سلسلہ بند نہیں ہوا۔ چند احادیث پیش ہیں:۔

پہلی حدیث:

اَبُوبَکْرٍ خَیْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۷ ۱۳، صفحہ ۸ ۱۳۸۔ فضائل ابوبکر صدیقؓ)

ابُوبکرؓ اس امّت میں سب سے افضل ہیں سوائے اس کے کوئی نبی امّت میں پیدا ہو۔

مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضورؐ نے اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ کہہ کر ایک استثناء کردیا۔ اگر کسی نبی کے پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں تھا تو اس استثناء کی ضرورت نہیں تھی۔

دوسری حدیث:

آیت خاتم النّبیین سن ۵ھ میں نازل ہوئی۔ سن ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے اور پھر فوت بھی ہو گئے ان کی وفات پر حضورؐ نے فرمایا:۔

لَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔

(ابن ماجہ کتاب الجنائز باب مَا جآء فی الصَّلوٰۃ علی ابن رسُول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و ذکر وفاتِہ) ''اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور سچا نبی ہوتا۔''

اس حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خَاتَم النَّبیّین ہونے کے باوجود نبوت کا امکان باقی ہے اگر خَاتَم النّبیین کے یہی معنے ہوتے کہ آئندہ کوئی نبی نہیں

ہوگا تو ایسی صورت میں حضورؐ کو یہ فرمانا چاہیئے تھا کہ اگر یہ میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تب بھی نبی نہ ہوتا کیونکہ مَیں خَاتَم النَّبِیّٖن ہوں۔لیکن حضور کا یہ ارشاد ہے کہ ابراہیم کے نبی ہونے میں موت حائل ہوگئی اگر وہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔

تیسری حدیث :۔

مسیح موعود کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَلَاۤ اِنَّہٗ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ وَلَا رَسُوْلٌ ، وَاَلَاۤ اِنَّہٗ خَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ (طبرانی فی اوسط والکبیر، سنن ابی داؤد حصّہ دوم کتاب الملاحم باب خروج الدّجال صفحہ ۲۴۶) ترجمہ: سُن لو! میرے اور مسیح موعود کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ اور سُن لو کہ وہ میری امّت میں میرا خلیفہ ہے۔

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کی تشریح

حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کو عام طور پر اس امر کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ بند ہوگیا ہے لیکن جب قرآن کریم کی متعدد آیات نیز احادیث سے نبوّت کے جاری رہنے کا امکان موجود ہے تو لازماً اس حدیث کا وہی مفہوم صحیح ہوسکتا ہے جو قرآن کریم اور دوسری احادیث کے خلاف نہ ہو۔اس لحاظ سے حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا مفہوم بزرگانِ دین نے یہی بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسی نبوّت بند ہے جو تشریعی ہو یعنی اب کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو قرآنی شریعت کو منسوخ کردے۔ اُمّتی نبی کے آنے میں یہ حدیث روک نہیں۔ چند بزرگان کے اقوال درج ذیل ہیں :۔

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :۔

’’قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ۔‘‘

(تفسیر الدر المنثور جلد۵ صفحہ ۲۰۴)

اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ضرور کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ آئے گا۔

۲۔ امام مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں:۔

وَرَدَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ مَعْنَاہُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ لَا یَحْدُثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ۔ (الاشاعۃ فی اشراط السّاعۃ صفحہ ۲۲۶)

حدیث میں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے جو الفاظ آئے ہیں اس کے معنی علماء کے نزدیک یہ ہیں کہ کوئی نبی ایسی شریعت کو لے کر پیدا نہیں ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرتی ہو۔

۳۔ الشیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن العربیؒ فرماتے ہیں:۔

وَھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ اَیْ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یَکُوْنُ عَلٰی شَرْعٍ یُخَالِفُ شَرْعِیْ بَلْ اِذَا کَانَ یَکُوْنُ تَحْتَ حُکْمِ شَرِیْعَتِیْ۔

(فتوحاتِ مکّیہ جلد ۲ صفحہ ۳۔ دار صادر بیروت)

یہی معنی اس حدیث کے ہیں کہ اب رسالت اور نبوّت منقطع ہوگئی ہے۔ میرے بعد نہ رسُول ہے اور نہ نبی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے مراد یہ ہے کہ اب ایسا نبی کوئی نہیں ہوگا جو ایسی شریعت پر ہو جو میری شریعت کے خلاف ہو بلکہ جب کبھی کوئی نبی آئے گا تو وہ میری شریعت کے حکم کے ماتحت ہوگا۔

۴۔ نواب صدّیق حسن خانصاحب بھوپالوی (وفات ۱۸۸۹ء) لکھتے ہیں:۔

’’لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرعِ ناسخ نہ لاوے گا۔‘‘

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲ مطبع مفید عام المکتبہ آگرہ ۱۳۰۱ھ)

موعود مسیح نے اِسی اُمّت میں سے ہونا تھا

یہاں تک ہم نے بفضل خدا یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن شریف اور حدیث کی رُو سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ حضرت مسیح ناصریؑ آسمان پر زندہ نہیں اُٹھائے گئے بلکہ فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہ حیاتِ مسیح کا مسئلہ بعد میں مسلمانوں کے اندر داخل ہوا ہے ورنہ صحابہ کرامؓ نے تو اپنے سب سے پہلے اجماع میں فیصلہ فرما دیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے جتنے نبی گذرے ہیں وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔ اَب مَیں یہ بتاتا ہوں کہ قرآن شریف اور حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جس مسیحؑ کا وعدہ دیا گیا ہے وہ اِسی اُمّت میں سے ہوگا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ۔ (سورۃ نور آیت ۵۶)

یعنی ”اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے اُن لوگوں سے جو تم میں سے پختہ ایمان لائے اور صالحیت والے اعمال بجالائے کہ ضرور ضرور انہیں دنیا میں خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ اُس نے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو اُن سے پہلے گذر چکے اور وہ ان کے اس دین کو جو اس نے اُن کیلئے پسند کیا ہے دنیا پر قائم کر دیگا“۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے وعدہ فرماتا ہے کہ وہ اُن میں اُسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلفاء بنائے گا جس طرح اس نے بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ کے بعد بہت سے خلفاء بھیجے جو تورات کی خدمت کرتے تھے۔ یہ سلسلہ موسوی خلفاء کا حضرت مسیح ناصریؑ کے وجود میں اپنے کمال اور انتہا کو پہنچ گیا۔ مسلمانوں کو بھی اسی قسم کے خلفاء کا وعدہ

دیا گیا تھا اور ٹھیک جس طرح موسوی سلسلہ کا آخری خلیفہ اسرائیلی مسیح ہوا اسی طرح یہ مقدر تھا کہ آخری ایام میں مسلمانوں میں بھی ایک مسیح بھیجا جائے گا جو اسلامی سلسلہ خلفاء کے دائرہ کو پورا کرنے والا اور کمال تک پہنچانے والا ہوگا۔ گویا اس طرح ان دونوں سلسلوں میں اللہ تعالیٰ نے مشابہت بیان کی ہے جیسا کہ لفظ کَمَا سے ظاہر ہے۔ اب اہل علم جانتے ہیں کہ مشابہت مغایرت کو بھی چاہتی ہے پس ثابت ہوا کہ محمدی سلسلہ کا مسیح یعنی آخری خلیفہ موسوی سلسلہ کے مسیح سے جدا وجود رکھے اور گو وہ اس کا مثیل ہوگا مگر وہ اس کا عین نہیں ہوگا بلکہ اس سے جدا ہوگا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مِنۡکُمۡ (تم میں سے) کا لفظ رکھ کر سارے جھگڑے کی جڑ کاٹ دی ہے اور صاف بتا دیا ہے کہ مسلمانوں میں جو خلفاء ہونگے وہ مسلمانوں میں سے ہی ہونگے اور کوئی شخص باہر سے نہیں آئے گا۔ تو اب پھر یہ کس قدر ظلم ہے کہ اپنی ضد پوری کرنے کیلئے محمدیؐ سلسلہ کا آخری اور سب سے عظیم الشان خلیفہ بنی اسرائیل میں سے مبعوث کیا جانا خیال کیا جاوے اور اس طرح خدا کے وعدے کو جو اس نے مِنۡکُمۡ کے لفظ میں کیا ردّی کی طرح پھینک دیا جائے۔

پھر یہی نہیں بلکہ حدیث بھی صاف طور پر بتا رہی ہے کہ مسیح موعود اُمّتِ محمدیہؐ میں سے ہی ہوگا اور اسی اُمّت کا ایک فرد ہوگا اور باہر سے نہیں آئے گا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

كَيۡفَ اَنۡتُمۡ اِذَا نَزَلَ ابۡنُ مَرۡيَمَ فِيۡكُمۡ وَاِمَامُكُمۡ مِنۡكُمۡ۔

(بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ بن مریم)

یعنی کیا ہی اچھا حال ہوگا تمہارا اے مسلمانو! جب تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور وہ تمہارا امام ہوگا تمہیں میں سے۔

یہ حدیث غیر تاویل طلب الفاظ میں بتا رہی ہے کہ مسیح موعود مسلمانوں میں سے ہی ایک

فرد ہوگا جیسا کہ مِنۡکُمۡ کے لفظ سے ظاہر ہے۔ بے شک آنے والے کو ابن مریم کے نام سے یاد کیا گیا ہے مگر مِنۡکُمۡ کا لفظ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ ابن مریم وہ نہیں جو پہلے ہو گزرا بلکہ اے مسلمانو! یہ تمہیں میں سے ایک شخص ہوگا۔ یہ آگے چل کر بتایا جائے گا کہ ابن مریم کے الفاظ استعمال کرنے میں کونسا بھید تھا مگر فی الحال ناظرین اتنا دیکھیں کہ کیا مِنۡکُمۡ کے لفظ نے مسیح ناصری کی آمد ثانی کے عقیدہ کو جڑ سے کاٹ کر نہیں رکھ دیا؟ ہائے افسوس! حضرت خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم صاف لفظوں میں خبر دے رہے ہیں کہ مسیح موعود اِسی امّت میں سے ہوگا مگر مسلمان مسیح ناصریؑ کی محبت میں اس شرک کے مقام تک پہنچ چکے ہیں کہ خواہ مخواہ اپنی اصلاح کیلئے بنی اسرائیل کے قدموں پر گر رہے ہیں۔ خدا اس قوم پر رحم کرے کہ یہ خیر الامت ہو کر کہاں آ کر گری۔

غرض مسیح موعود کے متعلق اِمَامُکُمۡ مِنۡکُمۡ کے الفاظ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے جھگڑے کا فیصلہ کر دیا ہے اور شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی مگر آپ کی شفقت کو دیکھو کہ باوجود صاف لفظوں میں فرما دینے کے آنے والا مسیحؑ میری امّت میں سے ہی ایک فرد ہوگا۔ آپ اس مسئلہ پر خاموش نہیں ہوئے بلکہ مزید تشریح فرمائی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

رَأَیۡتُ عِیۡسیٰ وَ مُوۡسیٰ فَاَمَّا عِیۡسیٰ فَاَحۡمَرُ جَعۡدٌ عَرِیۡضُ الصَّدۡرِ وَاَمَّا مُوۡسیٰ فَاٰدَمُ جَسِیۡمٌ سَبۡطُ الشَّعۡرِ کَاَنَّہٗ مِنۡ رِّجَالِ الزُّطِّ۔

(بخاری جلد ۲ کتاب بدء الخلق)

یعنی میں نے کشف میں عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام دونوں کو دیکھا۔ عیسیٰ تو سرخ رنگ کے تھے اور ان کے بال گھنگرالے تھے اور سینہ چوڑا تھا اور موسیٰ گندم گوں رنگ کے تھے اور بھاری جسم والے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی شخص زُط قبیلہ میں سے ہے۔''

عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح موعود کا حُلیہ

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ بن مریم کا یہ حلُیہ بیان کیا ہے کہ وہ سرخ رنگ کے تھے اوران کے بال گھنگرالے تھے اس بات کا ثبوت کہ یہاں عیسیٰ سے گذشتہ عیسیٰ مُراد ہیں خوداسی حدیث میں موجود ہے اور وہ یہ کہ ان کوایک گذشتہ نبی یعنی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ناظرین حضرت مسیح ناصریؑ کے اس حلیہ کو اچھی طرح یاد رکھیں۔پھرایک اورحدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

بَیْنَمَا اَنَا نَائِمٌ اَطُوْفُ بِالْکَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ یَنْطُفُ اَوْیُهْرَاقُ رَأْسُهٗ مَاءً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُو اابْنُ مَرْیَمَ...(الخ)

(بخاری کتاب الفتن باب ذکرالدّ جال)

یعنی ’’میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کررہا ہوں۔اس وقت اچانک ایک شخص میرے سامنے آیا جوگندم گوں رنگ کا تھااوراس کے بال سیدھے اور لمبے تھے۔مَیں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ مسیح ابن مریمؑ ہے۔اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے مسیحؑ کا یہ حلیہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ رنگ کا گندم گوں ہوگا اور اس کے بال سیدھے اور لمبے ہونگے۔اس بات کا ثبوت کہ اس حدیث میں ابن مریم سے آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا مسیحؑ مراد ہے؛یہ ہے کہ اسی حدیث میں آگے چل کر دجّال کا بھی ذکر ہے۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اسی موقعہ پر دجّال کوبھی دیکھا۔لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ مسیحؑ وہ ہے جو دجّال کے مقابلہ میں ظاہر ہوگا۔اب معاملہ بالکل صاف ہے۔حضرت مسیح ناصریؑ جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے اُن کا حلیہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ سُرخ رنگ کے تھے اوران کے بال گھنگرالے تھےلیکن آنے والا مسیحؑ جو دجّال کے مقابل پر ظاہر ہوگا اس کا حلیہ

یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کا رنگ گندم گوں ہوگا اور بال سیدھے اور لمبے ہونگے۔ دونوں حُلیوں میں فرق ظاہر ہے کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ کہاں سُرخ رنگ اور کہاں گندم گوں۔ پھر کہاں گھنگھرالے بال اور کہاں سیدھے اور لمبے۔ اس سے زیادہ وضاحت کیا ہوگی۔ دونوں مسیحوں کی تصویریں ناظرین کے سامنے رکھ دی گئی ہیں اور یہ تصویریں بھی حضرت افضل الرسل خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی ہیں۔ ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ کیا ان دونوں تصویروں میں ایک آدمی کی شکل نظر آتی ہے؟ جسے خدا نے آنکھیں دی ہوں وہ تو ہرگز دونوں کو ایک نہیں کہہ سکتا۔ حضرت مرزا صاحبؑ کیا خوب فرماتے ہیں کہ:

موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم حیف است گر بدیدہ نہ بیند منظرم

رنگم چوں گندم است وبموفرق بیّن است زانساں کہ آمد است دراخبار سرورم

ایں مقدمم نہ جائے شکوک است والتباس سیّد جدا کند زِ مسیحائے احمرم

یعنی ''میں ہی مسیح موعود ہوں اور مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حلیہ کے مطابق آیا ہوں تو اب افسوس ہے اس آنکھ پر جو مجھے نہیں پہچانتی۔ میرا رنگ گندم گوں ہے اور بالوں میں بھی مجھے اس شخص سے کھلا کھلا امتیاز حاصل ہے جس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آتا ہے۔ سو اب میرے معاملہ میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی کیونکہ ہمارے آقا سردار نے خود مجھے سُرخ رنگ والے مسیحؑ سے جُدا کر دیا ہے۔''

نزول کی حقیقت :

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ آنے والا مسیح گذشتہ مسیح ناصریؑ سے بالکل الگ شخصیت رکھتا ہے۔ دیکھو قرآن گواہی دے رہا ہے کہ اسلام کے تمام خلفاء مسلمانوں میں سے ہونگے۔ حدیث بیان کر رہی ہے کہ مسیح موعود اسی امّت میں سے ایک فرد ہے اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہردو مسیحوں کے الگ الگ فوٹو ہمارے سامنے رکھ کر کسی مزید تشریح

کی ضرورت باقی نہیں چھوڑتے تو اب شبہ کی کیا گنجائش رہی؟ مگر ایک شبہ ضرور باقی رہتا ہے کہ جب مسیح موعود نے اِسی امّت میں سے ہونا تھا تو پھر اس کے متعلق نزول اور ابنِ مریم کے الفاظ کیوں استعمال کئے گئے؟ نزول کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ مسیح موعود آسمان سے نازل ہوگا اور مسیح ناصری خود بنفس نفیس تشریف لائیں گے۔ سو اس کے لئے کسی مرفوع متصل صحیح حدیث میں نزول کے ساتھ سماء کا لفظ استعمال نہیں ہوا کہ تا آسمان سے اترنے کے معنے لئے جائیں۔ علاوہ ازیں نزول کے معنوں پر غور نہیں کیا گیا۔ عربی میں نزول کے معنے ظاہر ہونے اور آنے کے بھی ہیں۔ مثلاً قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ (سورۃ طلاق رکوع ۲) یعنی ''اللہ نے تمہاری طرف ایک یاد کرانے والا رسول اتارا ہے جو تم پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے''۔ اِس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نزول کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ آپ آسمان سے نہیں اُترے تھے۔ بلکہ اِسی زمین میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر قرآن شریف فرماتا ہے:۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (سورۃ الحدید رکوع ۳) یعنی ''ہم نے لوہا اُتارا ہے جس میں لڑائی کا بڑا سامان ہے اور اس میں لوگوں کیلئے اور بھی بہت سے فوائد ہیں''۔ لیجئے لوہا بھی آسمان سے اُتر رہا ہے! ان آیات سے ظاہر ہے کہ لفظ نزول کے معنے ہمیشہ لفظی طور پر اور اوپر سے اُترنے کے نہیں ہوتے بلکہ اکثر دفعہ نزول کا لفظ اس چیز کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے جو خدا کی طرف سے بنی نوع انسان کو بطور ایک نعمت اور رحمت کے دی جاتی ہے۔ پس لفظ نزول سے یہ نتیجہ نکالنا کہ مسیح آسمان سے نازل ہوگا ایک سخت غلطی ہے۔ پھر کیا ناظرین نے یہ نہیں سنا کہ عربی میں مسافر کو نزیل کہتے ہیں اور جس جگہ قیام کیا جاوے وہ منزل کہلاتی ہے۔ علاوہ ازیں بعض احادیث میں مسیح کے متعلق بعث اور خروج کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ پس اس صورت میں جو مفہوم بعث اور خروج اور نزول کے درمیان مشترک ہے وہی مقصود سمجھا جائے گا۔

ابن مریم کے نام میں حکمت :

اب رہا ابن مریم کے نام کا سوال ۔سو اس کے متعلق اچھی طرح سمجھ لو کہ آئندہ مبعوث ہونے والے ماموروں کے نام جو کسی نبی کے ذریعہ بتائے جاتے ہیں وہ عام طور پر کسی باطنی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے والے ہوتے ہیں ۔اس لئے انہیں ہمیشہ ظاہر پر محمول کرنا درست نہیں ہوتا بلکہ عام طور پر ان کے استعمال میں غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ آنے والے موعود اور اس کے نام کے درمیان کسی گہرے اور باریک تعلق کو ظاہر کریں ۔مثلاً بنی اسرائیل کو یہ وعدہ دیا گیا تھا کہ مسیحؑ کے ظہور سے پہلے حضرت الیاسؑ کا ظہور ہوگا جو حضرت مسیح ناصری سے قریباً ساڑھے آٹھ سو سال پہلے گذر چکے تھے ۔جن کی نسبت یہودیوں میں یہ عقیدہ تھا کہ وہ آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں ۔(۲-سلاطین باب ۲ آیت ۱۱)اس پر یہود نے الیاسؑ کے نزول سے یہ سمجھا کہ وہ الیاس نبی جو گذر چکا وہی بذاتِ خود دوبارہ نازل ہوگا اور اس کے بعد مسیحؑ آئے گا۔اس لئے جب حضرت عیسیٰؑ نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا تو یہود نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ہماری کتابوں میں تو لکھا ہے کہ مسیح سے پہلے الیاس نازل ہوگا،لیکن چونکہ ابھی تک الیاسؑ نہیں آیا اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ درست نہیں ہوسکتا۔اس کا جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیا کہ الیاسؑ کے آنے کی جو خبر دی گئی تھی اُس سے خود الیاسؑ کا آنا مُراد نہ تھا بلکہ وہ ایک ایسے نبی کی خبر تھی کہ جو الیاس کی خُو بو پر اس کا مثیل بن کر آنا تھا اور وہ آچکا اور وہی یحییٰ ہے جس کی آنکھیں ہوں دیکھے ۔(متی باب ۱۱ آیت ۱۴)لیکن ظاہر پرست یہود اسی بات پر جمے رہے کہ خود الیاسؑ کو نازل ہونا چاہئیے اور اس طرح وہ نجات سے محروم ہوگئے ۔(متی باب:۱۷)

اس مثال سے یہ بات بالکل صاف ہوجاتی ہے کہ پیشگوئیوں میں جو نام آنے والے مصلحوں کے بتائے جاتے ہیں وہ ہمیشہ ظاہر میں پائے جانے ضروری نہیں ہوتے بلکہ وہ بالعموم

کسی باطنی مشابہت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔مثلاً کجا الیاس نبی کا آسمان سے نازل ہونا اور کجا یحییٰ نبی کا زمین سے پیدا ہونا! مگر حضرت مسیح یحییٰ کو ہی الیاس قرار دے رہے ہیں کیونکہ وہ الیاسؑ کی خُو بو پر آیا تھا۔ یہ مثال اس بات کو بھی واضح کر رہی ہے کہ خدا کے کلام میں جب کسی گذشتہ نبی کے آسمان سے نازل ہونے کی پیشگوئی ہوتو اس سے یہ مراد نہیں ہوتا کہ وہی گذشتہ نبی آسمان کے پردوں کو پھاڑتا ہوا زمین پر اُترے گا بلکہ اس سے اس کے کسی مثیل کا آنا مراد ہوتا ہے۔پس معلوم ہوا کہ مسیح کے متعلق جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ نازل ہوگا تو اس سے خود مسیحؑ کا آسمان سے نازل ہونا مراد نہیں بلکہ کسی مثیل مسیح کا مبعوث ہونا مراد ہے جیسا کہ الیاس نبی کے آسمان سے نازل ہونے سے ایک مثیل الیاس یعنی یحییٰ کا پیدا ہونا مراد تھا۔

غرض عیسیٰ ابن مریمؑ کے ظاہری نام پر اَڑنا اور صرف اس نام کی وجہ سے آنے والے مسیح کا انکار کر دینا سخت ہلاکت کی راہ ہے جس سے پرہیز لازم ہے کیونکہ نام ہمیشہ ظاہر میں پائے جانے ضروری نہیں ہوتے بلکہ ان کے اندر معنوی حقیقت مخفی ہوا کرتی ہے۔ایک اَور مثال جو معاملہ زیرِ بحث کو اَور بھی واضح کر دیتی ہے یہ ہے کہ قرآن شریف کی سورۃ صف میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے ایک ایسے رسول کی خبر دی تھی جو ان کے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔(سورۃ صف رکوع ۱) اب ہمارے مخالف مسلمان سب مانتے ہیں کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث سے پوری ہوچکی ہے لیکن ہر ایک جانتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل نام محمد تھا نہ کہ احمد۔ یہ درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے دعوے کے بعد یہ فرمایا کہ مَیں احمد بھی ہوں لیکن دعوے کے بعد اس نام کو اپنی طرف منسوب کرنا مخالف پر کسی طرح حُجّت نہیں ہوسکتا۔ مخالف پر تو حُجّت تب ہو جب یہ ثابت کیا جاوے کہ واقعی آپؐ کے بزرگوں کی طرف سے یہ نام آپ کا رکھا گیا تھا یا یہ کہ دعوے سے پہلے آپؐ اس نام سے پکارے جاتے تھے، لیکن کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپ دعویٰ سے پہلے کبھی اس نام سے

پکارے گئے ہوں یا کسی بزرگ نے بچپن میں آپ کا یہ نام رکھا ہو۔ اس لئے اس شبہ کا سوائے اس کے اَور کیا جواب ہوسکتا ہے کہ یہ کہا جاوے کہ آپؐ کے اندر صفتِ احمدیت پائی جاتی تھی اور یہ کہ آسمان پر آپؐ کا نام احمد بھی تھا جیسا کہ آسمان پر یحییٰ کا نام الیاس بھی تھا؟ ان دو مثالوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ پیشگوئیوں میں جو نام بتائے جاتے ہیں وہ لازماً ظاہر میں پائے جانے ضروری نہیں ہوتے بلکہ عموماً وہ صفاتی نام ہوتے ہیں اور کسی باطنی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس میں بھید یہ ہے کہ خدا کو حقیقتِ اشیاء سے تعلق ہے ان کے ظاہری ناموں سے تعلق نہیں۔ لوگ بےشک عرف کی خاطر ظاہری ناموں کا لحاظ رکھتے ہیں مگر خدا کی نظر میں اصل نام صفاتی نام ہی ہوتا ہے نہ کہ ظاہری نام۔

اب سوال ہوتا ہے کہ پھر وہ کونسی حکمت ہے جس کی وجہ سے خدا نے آنے والے مسیح کو ابن مریم کے نام سے موسوم کیا؟ اس کے جواب میں کئی باتیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر اس مختصر سے رسالے میں سب کا لکھنا موجب طوالت ہوگا۔ اسلئے چند موٹی موٹی حکمتوں کے بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

اوّل یہ کہ آنے والا مسیح حضرت عیسیٰؑ کی خُو بُو پر آنا تھا جس طرح حضرت الیاسؑ کی خُو بُو پر حضرت یحییٰ آئے۔ پس جس طرح حضرت یحییٰ کے آنے سے حضرت الیاسؑ کی آمد کا وعدہ پورا ہوا۔ اسی طرح کسی مثیل مسیح کی آمد سے حضرت مسیحؑ کی آمد کا وعدہ پورا ہونا تھا۔ لہٰذا اس مشابہت کی وجہ سے موعود مسیح کا نام ابن مریم رکھا گیا۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ جس طرح مسیح ناصریؑ موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء تھے اسی طرح محمدیؐ مسیح نے محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء ہونا تھا۔

تیسری اور بڑی حکمت یہ ہے کہ قرآن شریف اور احادیث سے ظاہر ہے کہ آخری زمانہ کیلئے یہ مقدر تھا کہ اس میں عیسائیت زور پکڑے گی اور صلیبی مذہب بڑے غلبہ کی حالت میں ہوگا۔ اسی

لئے مسیح موعود کا بڑا کام یہ رکھا گیا کہ **یکسر الصلیب** یعنی مسیح موعود صلیبی مذہب کا زور توڑ دے گا۔اس میں حکمت یہ ہے کہ جب کسی نبی کی امّت میں فساد برپا ہوتا ہے تو پھر اخلاقی طور پر اسی نبی کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس فساد کو دُور کرے جیسا کہ اگر کسی حکومت میں فساد برپا ہو جاوے تو باہر کی حکومتوں کا فرض نہیں ہوتا کہ وہ اس فساد کو دُور کریں بلکہ خود اس حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اسے دُور کرے۔پس چونکہ آخری زمانہ کے موعود کا ایک بڑا کام یہ تھا کہ وہ صلیبی مذہب کے فساد کو دُور کرے گا اس لئے حضرت عیسیٰ کی مماثلت میں آنے والے کا نام عیسیٰ بن مریم اور مسیح رکھا گیا۔ بلکہ آخری زمانہ کیلئے تو یہ بھی مقدّر تھا کہ وہ فسادِ عظیم کا زمانہ ہوگا اور تمام اُمتوں میں فساد برپا ہو جائے گا۔ایسے وقت کیلئے ضرورت تھی کہ تمام امتوں کی اصلاح کرتے لیکن چونکہ بہت سے مصلحوں کا ایک ہی وقت میں دنیا میں مبعوث ہونا فساد کو دُور کرنے کی بجائے فساد کی آگ کو اَور بھی بھڑکا دیتا۔پھر علاوہ اس کے چونکہ اب اسلام کی آمد نے تمام روحانی پانی اپنے اندر کھینچ لیا ہے اور اب کوئی روحانی مصلح اسلام کے سوا کسی امّت میں ظاہر نہیں ہوسکتا اسلئے یہ مقدرّ ہوا کہ تمام نبیوں کے بروزوں کو ایک ہی وجود میں اسلام کے اندر مبعوث کیا جاوے۔اس آنے والے مصلح کا کام یہ رکھا گیا کہ وہ تمام امتوں کی اصلاح کرے گویا اس موعود مصلح کا کام دو بڑے حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ایک اُمّتِ محمدیہ کی اصلاح اور دوسرے باقی تمام امتوں کی اصلاح لیکن چونکہ باقی امتوں کی اصلاح کے کام میں سب سے بڑا کام حضرت مسیح ناصری کی امّت کی اصلاح اور اس کے عقائد باطلہ کا ردّ تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ **یکسر الصلیب** سے ظاہر ہے جو آپؐ نے اس موعود مصلح کے متعلق فرمائے۔اسلئے اس پہلو کے لحاظ سے آنے والے کو خصوصیت کے ساتھ عیسیٰ ابن مریم کا خطاب دیا گیا۔چنانچہ حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں :

چوں مرا نورے پئے قومِ مسیحی دادہ اند

مصلحت را ابن مریم نامِ من بنہادہ اند

یعنی ’’چونکہ مجھے مسیحی قوم کی اصلاح کیلئے خاص نور عطا کیا گیا ہے اسلئے اس مصلحت سے

میرا نام بھی ابن مریم رکھا گیا ہے‘‘۔

اس کے مقابل پر دوسری امتوں کی اصلاح کے لحاظ سے صرف وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (سورۃ مرسلات رکوع ۱) کے الفاظ استعمال کئے گئے یعنی ’’آخری زمانہ میں رسول (بروزی رنگ میں ایک ہی وجود کے اندر) جمع کئے جائیں گے‘‘۔

مگر دوسری طرف اُمّت محمدیہ کی اصلاح کا کام بھی ایک نہایت اہم کام تھا اسلئے اس پہلو کے لحاظ سے آنے والے کا نام محمد اور احمد بھی رکھا گیا۔ کیونکہ امّت محمدیہ کی اصلاح کے کام میں اس موعود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلّ اور بُروز ہونا تھا۔

مسیح موعود اور مہدی ایک ہی ہیں

حضرت مسیح ناصریؑ کی وفات اور اس سے تعلق رکھنے والے سوالات کی مختصر بحث کے بعد اب ہم دوسرے سوال کو لیتے ہیں۔ یعنی کیا مسیح موعود اور مہدی ایک ہی ہیں یا کہ علیحدہ علیحدہ ہیں؟ سو جاننا چاہیئے کہ گو آج کل مسلمانوں میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مسیح اور مہدی دو الگ الگ وجود ہیں لیکن اگر غور سے کام لیا جاوے تو ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ بات غلط ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے خلاف ہے مگر اس بحث میں پڑنے سے پہلے مختصر طور پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مہدی کے متعلق مسلمانوں کی طرف سے کیا کیا خیالات ظاہر کئے گئے ہیں۔ سو واضح ہو کہ مہدی کے متعلق روایات میں اس قدر اختلاف اور تضاد ہے کہ پڑھنے والے کی عقل چکر میں آجاتی ہے اور پھر اختلاف بھی صرف ایک بات میں نہیں بلکہ قریباً ہر ایک بات میں اختلاف ہے۔ مثلاً مہدی کی نسل کے معاملہ میں اس قدر اختلاف ہے کہ خدا کی پناہ۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں سے ہوگا۔ مگر اس گروہ کی بھی آگے تین شاخیں ہو جاتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ امام حسنؓ کی اولاد سے پیدا ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسینؓ کی اولاد سے ہوگا اور تیسری شاخ کا دعویٰ ہے کہ مہدی امام حسنؓ اور حسینؓ دونوں کی

اولاد سے ہوگا۔ یعنی اگر ماں حسنی ہوگی تو باپ حسینی ہوگا یا اگر باپ حسنی ہوگا تو ماں حسینی ہوگی۔ پھر ایک اور گروہ ہے جو کہتا ہے کہ مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے نہیں ہوگا بلکہ حضرت عباسؓ کی اولاد سے ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ مہدی حضرت عمرؓ کی اولاد میں سے ہوگا۔ پھر بعض احادیث ہمیں بتاتی ہیں کہ مہدی کیلئے کسی خاص قوم کی شرط نہیں بلکہ اس کے لئے صرف یہ شرط ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امّت میں سے ہوگا۔ اس کے علاوہ مہدی اور اس کے باپ کے نام کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض احادیث اس کا نام محمدؐ بتاتی ہیں اور بعض احمد اور بعض عیسیٰ۔ باپ کا نام سُنّیوں کے نزدیک عبداللہ ہوگا مگر شیعہ کہتے ہیں کہ حسن ہوگا۔ اسی طرح مہدی کے ظاہر ہونے کی جگہ کے متعلق بھی اختلاف ہے پھر اسی طرح اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ مہدی کتنے سال دنیا میں کام کریگا۔ غرض مہدی کے متعلق قریباً ہر ایک بات میں اختلاف ہے اور پھر لطف یہ کہ مختلف گروہ اپنے دعوے کی تائید میں احادیث ہی پیش کرتے ہیں۔ (دیکھو حجج الکرامہ مصنّفہ نواب صدیق حسن خان) پس ایسی حالت میں مہدی کے متعلق جو احادیث وارد ہوئی ہیں۔ ان تمام کو صحیح نہیں مانا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ امامؔ بخاری اور امام مسلم نے اپنے صحیحین میں مہدی کے متعلق کوئی باب نہیں باندھا۔ کیونکہ انہوں نے ان احادیث میں سے کسی کو بھی قابل اعتبار نہیں سمجھا۔ اسی طرح بعض بعد میں آنے والے علماء نے بھی مہدی کے متعلق جملہ احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور صاف لکھا ہے کہ مہدی کے متعلق جتنی روایات ہیں اُن میں سے کوئی روایت بھی جرح قدح سے خالی نہیں۔ (دیکھو حجج الکرامہ)

اب طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اختلاف کی وجہ کیا ہے؟ سو جہاں تک ہم نے سوچا ہے اس کی کچھ وجہ تو یہ ہے کہ گو ایک مہدی خاص طور پر موعود ہے مگر دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومی رنگ میں کئی مہدیوں کی خبر دی تھی جنہوں نے مختلف وقتوں میں مختلف حالات کے ماتحت ظاہر ہونا تھا اسلئے ان روایات میں اختلاف کا ہونا ضروری تھا صرف غلطی یہ ہوئی کہ عوام الناس اِن روایات کو ایک ہی شخص کے متعلق سمجھنے لگ گئے۔ حالانکہ وہ مختلف لوگوں کے

متعلق تھیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی بالکل سچ ہے اور ہمارا مشاہدہ اس پر گواہ ہے کہ ہر ایک قوم اور فرقہ کو یہ خیال ہوتا ہے کہ تمام خیر اپنی ہی طرف منسوب کر لے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی بیان فرمائی کہ میری اُمّت میں سے ایک مہدی پیدا ہوگا تو بعد میں سب قبیلوں اور فرقوں کو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ موعود مہدی ہم میں سے ہی پیدا ہو اور پھر یہ کہ سب لوگ متقی اور خدا ترس نہیں ہوا کرتے بعض نے ایسی حدیثیں گھڑ لیں جن سے یہ ظاہر ہو کہ مہدی انہی کی قوم سے ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مہدی کے متعلق احادیث میں اس قدر گڑبڑ واقع ہوئی ہے لیکن وہ احادیث جو مہدی کو کسی خاص قوم سے نہیں بتاتیں بلکہ صرف یہ بتاتی ہیں کہ وہ امّت محمدؐیہ میں سے ایک فرد ہے وہ ضرور اس قابل ہیں کہ انہیں قبول کیا جاوے کیونکہ انہیں وضعی قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ مہدی کے متعلق کسی کو کیا ضرورت تھی کہ وہ یہ حدیث بناتا کہ مہدی امّت محمدؐیہ سے ایک فرد ہوگا۔ ہاں بے شک جو احادیث مہدی کو کسی خاص قوم کے ساتھ مخصوص کرتی ہیں اُن کے متعلق یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ وہ بعد میں وضع کر لی گئی ہیں۔

پس اس اختلاف کے پیش نظر ہمارا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ ہم مہدی کو کسی خاص قوم سے نہ قرار دیں بلکہ منجملہ صرف اس بات پر ایمان رکھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے مہدی کی پیشگوئی فرمائی ہے جو آپؐ کی امّت میں سے آخری زمانہ میں ہوگا۔ اِسی میں ہماری خیر ہے اور یہی احتیاط کا رستہ ہے کیونکہ اگر ہم یہ اعتقاد رکھیں کہ مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ظاہر ہوگا اور آخرکار وہ بنی عباسؓ سے ظاہر ہوجائے تو ہمارا یہ اعتقاد ہمارے راستہ میں بڑی روک ہوجائے گا اور ہم مہدی پر ایمان لانے سے محروم ہوجائیں گے۔ اسی طرح اگر ہم یہ ایمان رکھیں کہ مہدی بنی عباسؓ سے ہوگا، لیکن وہ حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے پیدا ہوجائے یا حضرت عمرؓ کی نسل سے ظاہر ہوجاوے تو ہم اس پر ایمان لانے سے محروم ہوجائینگے۔ پس اَور نہیں تو کم از کم اپنا ایمان بچانے کیلئے ہی ہمیں چاہیئے کہ مہدی کو کسی خاص قوم میں سے نہ ٹھہرائیں بلکہ صرف یہ ایمان رکھیں کہ مہدی امّت محمدیہؐ میں سے ظاہر ہوگا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

خدام اور متبعین میں سے ہوگا اور بس۔ایسا ایمان رکھتے ہوئے ہم بالکل امن میں ہونگے اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی مہدی کو کسی خاص قوم ہی سے قرار دیا ہے تو پھر بھی کوئی حرج لازم نہیں آئے گا۔کیونکہ جزو بہر حال کُل کے اندر شامل ہوتا ہے۔

ایک اَور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ گو مہدی کے نام اور اس کے باپ کے نام کے متعلق اختلاف ہے لیکن پھر بھی زیادہ غالب مذہب یہی رہا ہے کہ مہدی کا نام محمد ہوگا اور مہدی کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا اور دراصل اس کی تائید میں جو روایات ہیں وہ بھی گو جرح قدح سے پاک نہیں لیکن دوسری روایات سے پھر بھی اصولِ روایت کے لحاظ سے زیادہ وزن دار ہیں۔پس اگر ہم اس قول کو ترجیح دیں تو بعید از انصاف نہیں لیکن اس صورت میں بھی حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ پر کوئی اعتراض نہیں پڑسکتا۔کیونکہ سورۃ جمعہ کی آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری زمانہ میں ایک اَور قوم کی بھی روحانی تربیت فرمائیں گے۔جس کا یہ مطلب ہے کہ آخری زمانہ میں آپؐ کا ایک بروز مبعوث ہوگا جو آپؐ کے رنگ میں رنگین ہو کر ایک جماعت کی تربیت کریگا۔پس ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی موعودؑ کا نام محمدؐ اور اس کے باپ کا نام عبداللہ اس لئے بیان فرمایا کہ تا اس مفہوم کی طرف اشارہ ہو کہ مہدی کوئی مستقل وجود نہیں رکھتا بلکہ وہ آپ کا وہی بروز ہے جس کی سورۃ جمعہ میں پیشگوئی فرمائی گئی ہے۔گویا مہدی کے نام کے متعلق محمدؐ بن عبداللہ کے الفاظ استعمال کرنے سے یہ بتانا مقصود نہ تھا کہ اس کا نام و پتہ بتایا جاوے بلکہ یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ مہدی کی بعثت گویا میری ہی بعثت ہے اور مہدی کا وجود گویا میرا ہی وجود ہے اور آپؐ کے الفاظ بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں کیونکہ حدیث میں یہ نہیں آیا کہ مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا بلکہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔يُوَاطِئُ اِسْمُهٗ اِسْمِيْ وَاِسْمُ اَبِيْهِ اِسْمُ اَبِيْ (مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ) یعنی ''مہدی کا نام میرا نام ہوگا اور مہدی کے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا''۔پس یہ طرزِ کلام ہی آپ کے منشاء کو ظاہر کر رہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مہدی کے نسب کے متعلق زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ اہلِ بیت میں سے ہوگا اور باقی اقوال اس کے مقابل پر کم درجہ کے ہیں۔ مگر اسے بھی درست ماننے میں کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ کیونکہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ جب اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ والی آیت اُتری تو صحابہؓ کے سَوال کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسیؓ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا کہ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ۔ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورة جمعہ) یعنی ''اگر ایمان دنیا سے اُٹھ کر ثریّا ستارے پر بھی چلا گیا تو پھر بھی ان فارسی الاصل لوگوں میں سے ایک شخص اسے وہاں سے اُتار لائے گا''۔ گویا کہ آپؐ نے مہدی کو سلمانؓ کی قوم سے قرار دیا جو فارسی الاصل تھے۔ اب دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے موقعہ پر آپؐ نے اِسی سلمانؓ کے متعلق فرمایا کہ سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ۔ (طبرانی کبیر و مستدرک حاکم) یعنی ''سلمانؓ ہم اہل بیت میں سے ہے''۔ پس مہدی کے متعلق اہل بیت کا لفظ بھی حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ کے مخالف نہیں بلکہ مویّد ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے جو بھولنا نہیں چاہئیے گویا مہدی موعود فارسی الاصل بھی رہا جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے اور اہل بیت سے بھی ہو گیا۔ جیسا کہ عام روایات بتاتی ہیں۔

اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح و مہدی کے متعلق فرمایا ہے کہ يُدْفَنُ مَعِيَ فِيْ قَبْرِيْ۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب نزول عیسیٰ بن مریم) یعنی ''وہ میرے ساتھ میری قبر میں دفن ہوگا''۔ اس سے بھی اِسی اتحادِ روحانی کی طرف اشارہ مقصود تھا۔ ورنہ نعوذ باللہ یہ گمان کرنا کہ کسی دن آپؐ کی قبر اُکھاڑی جائے گی اور اُس میں مسیح و مہدی کو دفن کیا جائے گا ایک بے وقوفی اور بے غیرتی کا خیال ہے جسے کوئی سچا اور باغیرت مسلمان ایک سیکنڈ کیلئے بھی قبول نہیں کر سکتا۔ پس حق یہی ہے کہ ان تمام اقوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مہدی آپؐ کا بروز ہوگا اور اس کی بعثت گویا آپ ہی کی بعثت ہوگی۔

اس تمہیدی نوٹ کے بعد ہم بفضلِ خدا یہ ثابت کرتے ہیں کہ مہدی اور مسیح الگ الگ وجود نہیں رکھتے بلکہ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں جو دو مختلف حیثیتوں کی وجہ سے اُسے دیئے گئے ہیں۔ پہلی بات جو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہیں وہ لفظ مہدی کا مفہوم ہے اور نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مہدی کے لفظ کو اسم معرفہ کے طور پر نہیں استعمال کیا بلکہ ایک صفتی نام کے طور پر استعمال فرمایا ہے۔ مہدی کے معنے ہیں۔ ''ہدایت یافتہ'' اور بعض احادیث سے پتہ لگتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو بعض ان لوگوں کے متعلق بھی استعمال فرمایا ہے جو مہدی موعود نہیں ہیں۔ مثلاً اپنے خلفاء کی نسبت آپ نے فرمایا کہ اَلْخُلَفَاء الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ۔ (ابوداؤد، ترمذی) یعنی ''میرے خلفاء ہی مہدی ہیں۔ لہٰذا مسیح موعود چونکہ مسلّمہ طور پر خلفاء رسولؐ میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے اسلئے وہ سب سے بڑا مہدی ہوا۔ اور وہی جو سب سے بڑا مہدی ہے وہی مہدی موعود ہے کیونکہ جب بموجب قولِ نبویؐ آپ کے سب خلفاء مہدی ہیں تو لازمًا مہدی موعود وہی ہوگا جو اِن میں سے خاص طور پر موعود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ گو اَور لوگ بھی مہدی ہوں مگر ان میں سے جو خاص طور پر موعود ہے وہی مسیحؑ ہے۔

پھر حدیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:۔

کَیْفَ تَھْلِكُ اُمَّۃٌ اَنَا اَوَّلُھَا وَعِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اٰخِرُھَا۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۳) یعنی ''کس طرح ہلاک ہوگی وہ امت جس کے شروع میں مَیں ہوں اور آخر میں عیسیٰ بن مریم ہے''۔ پھر فرمایا خَیْرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَوَّلُھَا وَاٰخِرُھَا اَوَّلُھَا فِیْھِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاٰخِرُھَا فِیْھِمْ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ وَبَیْنَ ذٰلِكَ فَیْجٌ اَعْوَجُ لَیْسُوْا مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْھُمْ۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲) یعنی ''اس امت میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اس کے اوّل اور آخر میں ہیں۔ اوّل والوں میں رسولؐ خدا ہے اور آخر والوں میں عیسیٰ بن مریم ہے اور دونوں کے درمیان کج رَو لوگ ہیں جو مجھ سے نہیں اور نہ مَیں اُن سے ہوں''۔

اب اگر وہ مہدی جس کی آمد کا آخری ایّام میں وعدہ دیا گیا ہے مسیح سے الگ شخصیت رکھتا ہے تو چاہیئے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسیح اور مہدی دونوں کے متعلق ذکر فرماتے کہ وہ دونوں آخری ایّام میں ظاہر ہوکر میری امّت کی نگرانی کرینگے مگر ایسا نہیں کیا گیا بلکہ صرف مسیح کا نام لیا گیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی ہیں اسی لئے صرف مسیح کا لفظ بول دینے پر اکتفاء کی گئی۔ غور کرنا چاہیئے کہ اگر جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے مہدی نے امام ہونا تھا اور مسیح نے مقتدی تو کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ امت کی حفاظت کا ذکر فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کا ذکر کر دیا مگر امام کو بالکل ہی چھوڑ دیا۔ پھر دیکھو دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف دو گروہوں [1] کو ہدایت یافتہ اور اچھے لوگ قرار دیتے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے خود آپ سے تعلیم حاصل کی اور دوسرے مسیح موعود کے متبعین لیکن مہدی کے متبعین کی طرف اشارہ تک نہیں کرتے بلکہ صاف بتاتے ہیں کہ ان ہر دو قوموں کے درمیان فیج اعوج ہے یعنی گمراہ لوگ ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مہدی مسیح سے الگ شخصیت نہیں رکھتا بلکہ وہی ہے جسے صرف دو حیثیتوں کی وجہ سے دو نام دیدیئے گئے ہیں۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ احادیث میں جو کام مسیح موعود کا بتایا گیا ہے قریباً وہی کام مہدی کا بتایا گیا ہے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی ہیں۔ علاوہ ازیں مسیح اور مہدی کے حلیے بھی احادیث میں ایک بتائے گئے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبلؒ) پس وہ دو کس طرح

---

[1] انہی دو گروہوں کی طرف قرآن شریف سورۃ جمعہ میں اشارہ کرتا ہے جہاں خدا فرماتا ہے هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی ”خدا ہی ہے جس نے عربوں میں ایک رسول مبعوث فرمایا ہے جو خدا کی آیات اُن پر پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی کھلی ضلالت میں پڑے تھے اور ایک اَور بعد میں آنے والی قوم بھی ہے جس کی یہ رسول (اپنے ایک بروز کے ذریعہ) روحانی تربیت کریگا۔ منہ

ہو سکتے ہیں؟ پھر حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ اگر ایک خلیفہ برحق موجود ہو اور اس وقت کوئی دوسرا شخص خلافت کا دعویٰ کرے تو اُسے قتل کر دو۔ یعنی جنگ کی صورت ہو تو مقابلہ کر کے اُسے مار دو ورنہ اُسے مُردوں کی طرح سمجھ کر اس سے بالکل قطع تعلق کرلو۔ اب باوجود اس تعلیم کے دو خلیفوں کا وجود ایک وقت میں کس طرح مان لیا جاوے؟ اسلامی تعلیم کی رُو سے ایک وقت میں ایک ہی امام ہوتا ہے اور باقی اس کے تابع ہوتے ہیں۔ پس یہ بھی دلیل ہے اس بات کی کہ مسیح اور مہدی دو الگ الگ وجود نہیں ہونگے۔ بلکہ یہ دو نام ایک شخص کے ہیں جو آخری ایام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ ہوگا۔ یہاں تک تو ہم نے استدلالات سے کام لیا ہے لیکن اب ہم ایک ایسی حدیث پیش کرتے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی شخص ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ لَا مَهْدِيُّ اِلَّا عِيْسٰى (ابن ماجہ باب شدۃ الزمان) یعنی ''حضرت عیسیٰ کے سوا اور کوئی مہدی موعود نہیں ہے''۔ دیکھو کیسے صاف اور روشن الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھگڑے کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ مسیح اور مہدی الگ الگ نہیں ہیں بلکہ مسیح موعود کے سوا اور کوئی مہدی موعود ہے ہی نہیں۔ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لاتا ہے وہ تو ان الفاظ کے سامنے سر جھکا دے گا لیکن جس کے دل میں کجی ہے وہ ہزاروں حجتیں نکالے گا۔ مگر ہمیں اس سے کام نہیں۔ ہمارے مخاطب صرف وہ لوگ ہیں جو روحانی مکتب میں یہ سبق سیکھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اپنا سر رکھ دینا عین سعادت ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک اَور حدیث بھی ہے جو صاف الفاظ میں مسیح موعود ہی کو امام مہدی بتاتی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں:۔

يُوْشِكُ مَنْ عَاشَ فِيْكُمْ اَنْ يَّلْقٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اِمَامًا مَهْدِيًّا وَحَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ...الخ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۴۱۱)

یعنی ''جو تم میں سے اُس وقت زندہ ہو اوہ عیسیٰ بن مریم کو پائے گا جو امام مہدی ہونگے اور حَکَم عدل ہونگے اور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے''۔

دیکھو اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ ہی امام مہدی ہونگے مگر تعجب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ایمان لانے کی وجہ سے آج ہمیں کافر اور مرتد کہا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو ردّی کی طرح پھینک دیا جاتا ہے۔افسوس! صد افسوس!!

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ مسیح اور مہدی ایک ہی ہیں مگر اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں فرما دیا کہ مہدی معہود مسیح موعود سے الگ وجود نہیں ہے تو پھر مسلمان یہ کس طرح ماننے لگ گئے کہ مسیح اور مہدی الگ الگ ہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح ناصریؑ آسمان پر زندہ اُٹھا لئے گئے تھے اور آخری ایّام میں پھر زمین پر نازل ہونگے۔اس کے مقابل میں مہدی کے متعلق یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ وہ امّتِ محمدیہؐ میں سے ہی پیدا ہوگا۔لہٰذا جب تک مسلمان اس غلط عقیدہ پر قائم ہیں کہ مسیح ناصریؑ ہی آسمان سے نازل ہونگے اس وقت تک یہ بالکل ناممکن ہے کہ وہ مسیح اور مہدی کو ایک وجود مانیں۔ہاں اگر وہ مسیح کے متعلق صحیح عقیدہ پر قائم ہو جائیں اور گذشتہ مسیح ناصریؑ کو وفات شدہ مان لیں تب اُن کیلئے مسیح موعود اور مہدی کو ایک مان لینا نہایت آسان ہو جائے گا۔لیکن زمین سے پیدا ہونے والے اور آسمان سے اترنے والے کو وہ ایک نہیں مان سکتے۔یہ بات کہ ایک شخص کو دو مختلف نام دینے میں کیا حکمت تھی۔یہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔مختصر یہ ہے کہ آنے والے نے مختلف مقاصد کے ماتحت آنا تھا جن میں کسر صلیب اور اصلاح امتِ محمدیہؐ دو بڑے مقاصد مدّ نظر تھے۔پس کا سر صلیب ہونے کے لحاظ سے وہ عیسیٰ مسیح کہلایا اور امّتِ محمدیہؐ کا مصلح ہونے کی حیثیت میں اس

نے محمد مہدی کا نام پایا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں جو آیا ہے کہ مسیح کے نزول سے پہلے مہدی دنیا میں موجود ہوگا اور یہ کہ مہدی امامت کرائیگا اور مسیح اس کی اقتداء کرے گا وغیرہ وغیرہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہدی مسیح سے الگ وجود رکھتا ہے مگر یہ استدلال بھی درست نہیں۔ کیونکہ جب دلائل قویّہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسیحؑ کے زمانہ میں کوئی اور مہدی نہیں ہوسکتا تو یہ باتیں اپنے ظاہری معنوں میں قابلِ قبول نہ رہیں۔ پس ضرور ان کے کوئی ایسے معنے کرنے پڑیں گے۔ جو دوسری صریح احایث کے مخالف نہ ہوں۔ چنانچہ اس خیال کو مدّ نظر رکھ کر دیکھا جائے تو کوئی اشکال نہیں رہتا اور وہ اس طرح کہ چونکہ مقام مہدویت کے لحاظ سے آنے والا موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل اور بروز ہے اور مقام میسحیت کے لحاظ سے وہ مسیح ابن مریم کا مثیل اور بروز ہے اس لئے اس بات میں کیا شک ہے کہ اس کی صفتِ مہدویت صفتِ میسحیت پر غالب ہے پس اس مفہوم کو بطور مجاز اس رنگ میں ادا کیا گیا ہے کہ گویا مہدی امام ہوگا اور مسیح مقتدی ہوگا۔ یعنی آنے والے موعود کا مقامِ مہدویت اس کے مقام میسحیت کے آگے آگے ہوگا اور اس کی صفت میسحیت اس کی صفتِ مہدویت کی اقتداء کرے گی اور مہدی کے پہلے سے موجود ہونے سے یہ مراد ہے کہ یہ موعود مصلح اپنے مقامِ مہدویت میں پہلے ظاہر ہوگا اور میسحیت کا دعویٰ بعد میں کرے گا۔ چنانچہ خدائی تصرف نے حضرت مرزا صاحبؑ سے پہلے صرف چودھویں صدی کے مجدّد اعظم ہونے کا دعویٰ کروایا جو مقام مہدویت ہے اور پھر اس کے کئی سال بعد مسیح موعود ہونے کا دعوی ہوا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اوّل مہدی کے متعلق روایات کا نا قابل تطبیق اختلاف ظاہر کررہا ہے کہ یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مختلف مہدیوں کی پیشگوئیاں کی تھیں جو بد قسمتی سے ایک شخص کے متعلق سمجھ لی گئیں اور یا اس بارہ میں بعض احادیث غلط اور

موضوع ہیں اور درحقیقت یہ دونوں باتیں ہی اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں۔ دوسرے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسیح موعود کے زمانہ میں کوئی الگ مہدی نہیں ہوگا بلکہ مسیح اور مہدی کا وعدہ ایک ہی وجود میں پورا ہوگا۔ اس کے بعد مہدی کے متعلق صرف ایک بات قابلِ حل رہ جاتی ہے جسے گو سوال زیر بحث سے تعلق نہیں لیکن چونکہ مہدی موعود کی شناخت کے رستہ میں وہ ایک بڑی روک ہے اور اس کے دُور ہوجانے کے بعد جہاں تک مہدی کا تعلق ہے کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اس لئے مہدی کی مختصر بحث کو اس جگہ مکمل کرنے کیلئے اس شبہ کا جواب بھی یہیں درج کردیا جاتا ہے۔

یہ سوال خونی مہدی سے تعلق رکھتا ہے یعنی آیا مہدی موعود تلوار کے ساتھ ظاہر ہوگا اور کافروں کو تہِ تیغ کرے گا یا یہ کہ وہ امن کے طریق پر ظاہر ہوگا۔ اور سیفِ فولادی سے نہیں بلکہ سیفِ براہین سے اسلام کو غلبہ دے گا۔ ہمارے زمانہ میں مسلمان کہلانے والوں میں عام خیال یہ ہے کہ مہدی کافروں کے ساتھ جہاد بالسیف کرے گا۔ حتیّٰ کہ جزیہ بھی قبول نہیں کرے گا اور یا تو سب کافروں کو مسلمان ہونا پڑے گا اور یا وہ تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے جائیں گے مگر ہمارے خیال میں یہ ایک نہایت باطل اور اسلام کو بدنام کرنے والا خیال ہے۔

مہدی جہاد بالسّیف نہیں کریگا

اس بحث کیلئے سب سے ضروری اور اصولی بات یہ ہے کہ ہم قرآن شریف کی تعلیم پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ آیا وہ مذہبی معاملات میں تلوار اُٹھانے کی اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ یعنی کیا اسلامی تعلیم کی رُو سے یہ جائز ہے کہ لوگوں کو بزور مسلمان کیا جاوے۔ اگر اسلام ہمیں اجازت دیتا ہے کہ لوگوں کو جبراً اسلام کے اندر داخل کرو تو بے شک اس مسئلہ پر غور کرنا ہمارا فرض ہوگا کہ آیا مہدی اسلام کیلئے تلوار اُٹھائے گا یا کہ صرف صلح سے کام کرے گا لیکن اگر اسلامی تعلیم ہمیں

صاف طور پر یہ بتائے کہ دین کے معاملہ میں جبر درست نہیں اور تلوار کے ذریعہ لوگوں کو اسلام کے اندر داخل کرنا ناجائز ہے تو اس کے ساتھ ہی خونی مہدی کے مسئلہ کا بھی خود بخود صفایا ہوجائے گا۔ کیونکہ جب جبر جائز ہی نہیں تو ایسا مصلح کس طرح آ سکتا ہے جو لوگوں کو جبراً اسلام کے اندر داخل کرے۔ اب جب ہم قرآن شریف پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں صاف لکھا ہوا پاتے ہیں کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔(سورۃ بقرہ رکوع ۳۴) یعنی ''دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ ہدایت ضلالت سے ممتاز ہوچکی ہے''۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر کرنا جائز نہیں اور چونکہ قرآن شریف ہر ایک دعویٰ کے ساتھ دلیل بھی لاتا ہے اسلئے اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ جبر اس لئے جائز نہیں کہ ہدایت اور ضلالت کھلی کھلی چیزیں ہیں اور ہر ایک شخص جو ٹھنڈے دل سے غور کرے وہ ہدایت کو دیکھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جبر کی ضرورت اسی جگہ پیش آتی ہے کہ جہاں کوئی تعلیم ناقص ہو اور اپنی خوبی کے زور سے لوگوں کے دلوں کے اندر گھر نہ کرسکے لیکن قرآن شریف کی تعلیم تو سبحان اللہ ایسی صاف اور روشن ہے کہ ذرا سے تدبّر سے انسان حق کو پا سکتا ہے۔ اسلئے اس کے منوانے کیلئے جبر کا طریق کسی طرح بھی درست نہیں سمجھا جاسکتا۔ علاوہ ازیں غور کرو کہ تلوار کے زور سے لوگوں کو اسلام کے اندر داخل کرنے کے یہ معنے ہیں کہ ہم صاف لفظوں میں اقرار کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ اسلام جھوٹا ہے یا کم از کم یہ کہ اسلام اس خوبی کا مذہب نہیں کہ خود بخود لوگوں کو اپنی سچائی کا قائل کرسکے تبھی تو جبر کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ جبر کی حکومت صرف انسان کے جسم تک محدود ہوتی ہے اس کے ذریعہ انسان کی روح اور خیالات پر قابو نہیں پایا جاسکتا مگر مذہب دل کے خیالات سے تعلق رکھتا ہے اور گو اعمال بھی اس کے اندر شامل ہیں مگر اعمال کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ دل کی تحریک سے پیدا ہوں۔ ورنہ اگر وہ کسی بیرونی اثر کے ماتحت ظہور میں آئیں اور دل ان کے ساتھ متفق نہ ہو تو

ایسے اعمال ہرگز مذہب کا حصہ نہیں سمجھے جاسکتے بلکہ انہیں مذہب کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں مثلاً خدا کے حضور سجدہ کرنا نیک اعمال میں سے ہے، لیکن اگر کوئی شخص بازار میں چلتا ہوا ٹھوکر کھا کر منہ کے بل جا گرے تو گو ظاہری صورت اس کی سجدہ کرنے والے کی سی ہوگی۔ لیکن مذہب کی اصطلاح میں وہ خدا کے حضور سجدہ کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ اس سجدہ کے ساتھ دل کی تحریک اور نیّت شامل نہیں بلکہ یہ صورت صرف کسی بیرونی اثر کے ماتحت پیدا ہوگئی ہے۔ پس ظاہری حرکات وہی مذہب کے اندر شامل سمجھی جاسکتی ہیں جو دل کی نیّت کے ساتھ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (بخاری) یعنی سچے اعمال وہی ہیں جن کے ساتھ دل کی نیت شامل ہو"۔ ورنہ اگر نیّت نہیں تو عمل بھی کوئی عمل نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ قطعاً ناممکن ہے کہ جبر کے ذریعہ کسی کو اسلام کے اندر یا کسی اور مذہب کے اندر داخل کیا جائے۔ کیونکہ مذہب تو کہتے ہی اس طرز اور رویّہ کو جس کے ساتھ اقرار باللّسان اور تصدیق بالقلب ہو۔ اور یہ بات یکجا جبر کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہوسکتی۔ پس معلوم ہوا کہ جبر کے ذریعہ کسی شخص کو کسی مذہب کے اندر داخل کر لینا محالات عقلی میں سے ہے اسی واسطے خداوند کریم نے فرمایا ہے کہ اِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔ (سورۃ المائدہ رکوع ۲) یعنی" ہمارے رسول کا تو صرف یہ کام ہے کہ لوگوں تک ہمارا پیغام کھول کر پہنچا دیوے۔" آگے ماننا نہ ماننا لوگوں کا کام ہے اس سے رسول کو غرض نہیں۔ رسول کا کام صرف احسن طریقہ پر اپنی رسالت کو پہنچا دینا ہے اور بس۔

ایک اَور دلیل سے بھی جبر کا عقیدہ غلط ثابت ہوتا ہے وہ یہ کہ اسلام نے نفاق کو سخت قابلِ نفرت فعل قرار دیا ہے اور منافق کی سزا کو کافر سے بھی زیادہ سخت رکھا ہے جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (سورۃ النساء رکوع ۲۱) یعنی" منافق لوگ دوزخ کے سخت ترین حصہ میں ڈالے جائیں گے" مگر ظاہر ہے کہ جبر کے نتیجہ

میں منافق پیدا ہوتا ہے نہ کہ سچا مومن ۔ پھر اسلام جبر کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے؟

اب یہاں ایک اَور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جب قرآن شریف کھلے الفاظ میں تلوار کے ذریعہ لوگوں کو اسلام کے اندر داخل کرنے سے منع فرماتا ہے اور مذہبی معاملات میں جبر کی اجازت نہیں دیتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں تلوار اُٹھائی ؟ یہ ایک سوال ہے جو اس موقع پر ضرور دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اسکا حقیقی جواب پانے کیلئے ہمیں چاہئیے کہ قرآن شریف کی اس آیت پر نظر ڈالیں جس میں سب سے پہلے مسلمانوں کو تلوار اُٹھانے کی اجازت دی گئی تھی۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔ (سورۃ حج رکوع ۶)

یعنی ''اجازت دی جاتی ہے لڑنے کی ان لوگوں کو جن کے خلاف کافروں کی طرف سے تلوار اُٹھائی گئی ہے۔ کیونکہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ اُن کی مدد پر قادر ہے۔ ہاں وہی مظلوم جو اپنے گھروں سے نکالے گئے بغیر کسی جائز وجہ کے صرف اس بنا پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا ربّ اللہ ہے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دیکر ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ روکے تو پھر خانقاہیں اور گرجے اور معبد اور مسجدیں جن میں خدا کا نام کثرت سے یاد کیا جاتا ہے وہ سب ایک دوسرے کے ہاتھوں مسمار کر دیئے جائیں''۔

یہ وہ آیت کریمہ ہے جس نے سب سے پہلے مسلمانوں کو کفّار کے مقابل پر لڑنے کی اجازت دی۔ اب دیکھ لو کہ اس آیت میں کس صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے لڑائی کی وجہ بیان فرمائی ہے جو یہ ہے کہ فتنہ دُور ہو کر مذہبی آزادی پیدا ہو۔ اور یہ بھی صاف طور پر فرما دیا ہے

کہ مسلمانوں نے پہل نہیں کی بلکہ جب کفار نے ان کے خلاف تلوار اُٹھائی اوران پر طرح طرح کے ظلم کئے اورانہیں ان کے گھروں سے نکال دیا تب دفع شر کیلئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت فرمائی کہ تم بھی ان ظالم کفار کے خلاف تلوار اُٹھاؤ۔ تیرہ سال تک مسلمانوں نے صبر سے کام لیا اورنہایت استقلال کے ساتھ ہرقسم کی تکالیف کو برداشت کیا۔ آخر کار مکّہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کی تاکسی طرح کفارِ مکّہ کی شرارتوں سے امن میں آجائیں مگر یہ لوگ پھر بھی مسلمان کوتکلیف دینے سے باز نہ آئے بلکہ مدینہ پر جاچڑھائی کی تب ہرطرح مجبور ہوکر مسلمانوں کوبھی تلوار اُٹھانی پڑی۔ پس یہ ایک سیاہ جھوٹ ہے کہ مسلمانوں نے لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کیلئے تلوار اُٹھائی بلکہ حق یہ ہے کہ انہوں نے تو مصائب کے برداشت کرنے کا وہ نمونہ دکھایا کہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ پس اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہوگا کہ اسلام کی طرف جبر اور تشدّد منسوب کیا جائے۔

مسلمانوں نے تو شروع اسلام میں جو کچھ کیا دفع شر کیلئے کیا اور اس بات کیلئے کہ مذہبی آزادی قائم ہوجائے اورلوگ جس مذہب کو دل سے درست سمجھیں اُسے کھلم کھلا قبول کریں۔ ہاں بیشک بعد میں جب ابتدائی لڑائیوں کے نتیجہ میں ایک اسلامی سلطنت قائم ہوگئی تو بعض اوقات مسلمانوں کو سیاسی اغراض کے ماتحت بھی جنگ کرنی پڑی یا بعض وقت ان کو اس لئے تلوار اُٹھانی پڑی تا وہ ایسے ممالک میں تبلیغ اسلام کا راستہ کھولیں جن میں مذہبی آزادی کے نہ ہونے کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ کا دروازہ بند تھا اورلوگوں کو اسلام قبول کرنے سے جبراً روکا جاتا تھا لیکن صحابہؓ نے کبھی بھی کوئی شخص جبراً مسلمان نہیں کیا۔ پس کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ مہدی کی بعثت کی عِلّتِ غائی ہی یہ سمجھی جاتی ہے کہ وہ تمام دنیا کو جبراً مسلمان کرتا پھرے گا۔ کیا ایسے مہدی کا آنا اسلام کیلئے باعثِ فخر ہوسکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ جائے فخر تو یہ ہے کہ اسلام کو دلائل کی قوت اور روحانی جذب کے ذریعہ تمام مذاہب پر غالب ثابت کیا جاوے۔ اسلام کی خوبیاں

لوگوں کے سامنے رکھی جائیں اور یہ بتایا جائے کہ اسلام ہی وہ زندہ مذہب ہے جو اپنی صداقت کے اس قدر دلائل رکھتا ہے کہ اگر خدا کا خوف دل میں رکھ کر اس پر غور کیا جائے تو ممکن ہی نہیں کہ انسان پر اس کی سچائی مخفی رہے۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اسلامی تعلیم کی رو سے ہرگز کوئی ایسا مہدی نہیں آئے گا جو آتے ہی لڑنا شروع کر دے اور لوگوں کو جبراً مسلمان کرتا پھرے۔ غور کا مقام ہے کہ کیا مہدی اسلامی تعلیم کا پابند نہیں ہوگا؟ کیا اُس کے زمانہ میں شریعتِ اسلام منسوخ ہو جائیگی؟ جب یہ نہیں اور مہدی نے بطور خادمِ اسلام کے ہی ظاہر ہونا ہے تو پھر باوجود اسلام کی اس واضح تعلیم کے کہ مذہب کے معاملہ میں جبر جائز نہیں وہ کفار کے خلاف کس طرح تلوار اُٹھائے گا؟ اگر وہ ایسا کرے گا تو یقیناً وہ مصلح نہیں ہوگا۔ بلکہ اسلام کی تعلیم کو بگاڑنے والا ٹھہرے گا اور فساد کو دُور کرنے کی بجائے خود فساد کا موجب بن جائے گا۔

پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ مسیح اور مہدی ایک ہی شخص کے دو نام ہیں تو مہدی کس طرح تلوار اٹھا سکتا ہے جبکہ مسیح کے متعلق صاف الفاظ میں آتا ہے کہ وہ جنگ کو موقوف کرنے والا ہوگا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْحَرْبَ۔

(بخاری مجتبائی مولوی احمد علی صاحب والی جلد باب نزول عیسیٰ بن مریم و نیز فتح الباری جلد ۶)

یعنی ''قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ وقت آتا ہے کہ جب تم میں ابن مریم حکم اور عدل کے طور پر نازل ہوگا۔ وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کریگا اور جنگ کو موقوف کر دیگا''۔

دیکھو اس حدیث نے کس وضاحت کے ساتھ بتا دیا کہ لوگوں کو جبراً مسلمان بنانا تو

درکنار مہدی تو جنگوں کے سلسلہ کو بند کرنے والا ہوگا۔ مگر ہمارے مسلمان بھائی پھر بھی قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف غازی مہدی کی راہ دیکھ رہے ہیں۔

اِن تمام دلائل سے ظاہر ہے کہ کوئی غازی مہدی نہیں آئے گا بلکہ اگر کوئی آئے گا تو امن اور صلح سے کام کرنے والا آئیگا۔

لیکن یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جب اسلام مذہب کے معاملہ میں جبر کی تعلیم نہیں دیتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خونی مہدی کی خبر نہیں دی تو مسلمانوں میں یہ عقیدہ کس طرح آ گیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ بدقسمتی سے عوام الناس کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ پیشگوئیوں کے ظاہری الفاظ پر جم جاتے ہیں اور ان کے باطنی اور حقیقی پہلو کو بالکل نظرانداز کر دیتے ہیں مثلاً ناظرین سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ بنی اسرائیل سے یہ وعدہ تھا کہ جب اُن میں مسیح ظاہر ہوگا تو وہ ایک عظیم الشان یہودی سلطنت کی بنیاد ڈالے گا۔ (زکریہ ۱۰/ ۹) لیکن جب مسیح ناصری نے میسیحیت کا دعویٰ کیا تو یہود نے دیکھا کہ وہ ایک کمزور بے یارو مددگار آدمی ہے جس نے کسی سلطنت کی بنیاد نہیں ڈالی بلکہ امن کے ساتھ رومی سلطنت کے ماتحت اپنی رسالت کی تبلیغ کرنے لگ گیا۔ ذرا یہود کی مایوسی کا اندازہ لگاؤ۔ وہ ایک ایسے شخص کا انتظار کر رہے تھے جس نے انہیں بادشاہت کے تخت پر بٹھانا تھا اور ایک بڑی یہودی سلطنت کا بانی ہونا تھا لیکن جب مسیحؑ آیا تو اس نے کیا کیا؟ خود اُسی کے الفاظ سنئے:۔

''لومڑیوں کیلئے ماندیں اور ہوا کے پرندوں کے واسطے بسیرے ہیں پر ابن آدم کیلئے جگہ نہیں جہاں اپنا سر دھرے۔'' (متی باب ۸ آیت ۲۰)

ٹھیک اسی طرح مسلمان ایک غازی مہدی کے منتظر ہیں جو کافروں کو قتل کرے گا اور ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھے گا لیکن جس طرح بنی اسرائیل کی سب

امیدوں پر پانی پھر گیا اسی طرح ان کے ساتھ معاملہ ہوگا کیونکہ خدا اور رسول کے وعدہ کے خلاف امید رکھ کر کوئی شخص مُراد کو نہیں پہنچ سکتا۔

اصل میں بات یہ ہے کہ آئندہ آنے والے مصلح کے روحانی عروج کو ظاہر کرنے کیلئے اور اس کی ترقیات اور لوگوں کی مخالفت کا پورا نقشہ لوگوں کے دلوں پر جمانے کیلئے بعض اوقات جنگی اصطلاحات کو بطور استعارہ کے استعمال کیا جاتا ہے لیکن لوگ لاعلمی کی وجہ سے ایسے کلمات کے ظاہری معنوں پر جم جاتے ہیں اور پھر ان کے مطابق مدعی کو ماپتے ہیں اور وہ اَور بھی اندھے ہوجاتے ہیں جبکہ وہ ایک دنیاوی بادشاہ کے ظہور میں اپنا نفع دیکھتے ہیں۔ ایک امن سے کام کرنے والا مصلح کیا بنا سکتا ہے؟ وہ نہ تو ان کی مالی حالت درست کرسکتا ہے اور نہ ہی سیاسی طور پر ان کی حالت سنوار سکتا ہے۔ لیکن ایک جنگجو نبی بڑی آسانی کے ساتھ اُن کے خالی کیسوں کو بھر سکتا ہے اور ان کو ملک میں حاکم بنا سکتا ہے اس لئے ان کو کیا ضرورت پڑی کہ ان سبز باغوں سے نکل کر جھاڑ دار راستوں میں قدم رکھیں۔ لیکن وہ اتنا نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مصلحوں کا اصل کام روحانی اصلاح ہے۔ پس اگر وہ آتے ہی تلوار اُٹھالیں تو اُن کی بعثت کا مطلب ہی فوت ہوجاتا ہے۔ لہٰذا مہدی معہود کے متعلق بعض احادیث میں جنگی اصطلاحات کا استعمال کیا جانا اس بات کو ظاہر نہیں کرتا کہ مہدی ایک دنیاوی جرنیل کے طور پر ظاہر ہوگا بلکہ ان سے صرف یہ مراد ہے کہ مہدی کی بعثت فوق العادت نشانوں کے ساتھ ہوگی اور وہ اسلام کی صداقت میں ایسے براہین قاطعہ لائے گا جن سے مخالفین پر گویا موت وارد ہوجائے گی۔ اس کے سوا ان کا اَور کوئی مطلب نہیں۔ چاہو تو قبول کرو۔

اَب ہم ان دو غلط فہمیوں کو دور کرچکے ہیں جو حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ کے رستے میں عوام الناس کیلئے ایک خطرناک ٹھوکر بن رہی ہیں۔ یعنی ہم بفضلہٖ تعالیٰ یہ ثابت

کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح ناصریؑ زندہ بجسم عنصری آسمان پرنہیں گئے بلکہ زمین پر ہی رہے اور زمین پر ہی فوت ہو گئے اور یہ کہ وہ مسیح جس کی آمد کا وعدہ دیا گیا تھا وہ اسی امّت مرحومہ میں سے ہے۔یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خادموں میں سے ایک خادم ہے اور کوئی بیرونی فرد نہیں ہے۔ دوسرے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں کوئی الگ مہدی موعود نہیں ہوگا بلکہ مسیح اور مہدی ایک ہی ہیں۔صرف دومختلف حیثیتوں سے دومختلف نام دیئے گئے ہیں۔علاوہ ازیں یہ بات بھی ہم نے بخوبی ثابت کر دی ہے کہ یہ ایک باطل خیال ہے کہ مہدی موعود کا فروں سے تلوار کی جنگ کریگا اور دنیا میں بلاوجہ خون کی نہریں بہائے گا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اُس کی تلوار براہین کی تلوار ہوگی اور اس کا حربہ روحانی حربہ ہوگا اور وہ امن کے ساتھ کام کریگا اور دلائل کے زور سے اسلام کو غلبہ دیگا۔ان امور کے طے کرنے کے بعد اب ہم اصل بحث کو لیتے ہیں اور وہ یہ کہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا جو یہ دعویٰ ہے کہ مَیں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں یہ دعویٰ کہاں تک صحیح اور درست ثابت ہوتا ہے۔وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

......☆......☆......☆......

مسیح ومہدیؑ کی علامات

پہلے ہم علامات کی بحث کو لیتے ہیں۔ یعنی قرآن وحدیث سے مسیح موعوداور مہدی معہود کے متعلق جن علامات کا پتہ چلتا ہے ان کے مطابق حضرت مرزا صاحبؑ کے دعویٰ کو پرکھتے ہیں۔

علاماتِ ماثورہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

سو جاننا چاہئیے کہ مسیح موعود کی علامات کے متعلق بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں لیکن اس معاملہ میں بعض لوگوں نے ایک خطرناک غلطی کھائی ہے جس نے اس بحث میں طوفان بے تمیزی برپا کر دیا ہے اور وہ غلطی یہ ہے کہ جو علامات احادیثِ نبویؐ میں قربِ قیامت کے متعلق بیان ہوئی ہیں ان سب کو مسیح موعود کی علامات سمجھ لیا گیا ہے جو ایک صریح غلطی ہے۔ کیونکہ اوّل تو یہ قطعاً ضروری نہیں کہ جو علامات قیامت یا ساعت کی بیان کی گئی ہیں وہی مسیح موعود کی بھی علامات ہوں بے شک خود مسیح موعود کو ساعت یعنی قیامت کی علامت کہا گیا ہے لیکن یہ ہرگز ضروری نہیں کہ قیامت کی سب علامتیں مسیح موعود کے زمانہ میں ہی ظاہر ہوں بلکہ ممکن ہے کہ بعض علامات مسیح موعود کے ظہور سے قبل اور بعض بوقت ظہور اور بعض بعد میں ظاہر ہوں اور بعض ممکن ہے کہ بالکل قیامت کے متصل ظہور پذیر ہوں۔ پس گو بے شک خود مسیح موعودؑ قیامت کی علامت ہے لیکن قیامت کی تمام علامات کو مسیح موعود کے وقت میں تلاش کرنا سخت غلطی ہے کیونکہ وہ اس کی علامات نہیں بلکہ محض قربِ قیامت کی علامات ہیں جن میں سے بعض ممکن ہے کہ قیامت کے بالکل قریب ظاہر ہوں۔ دوسرے یہ کہ بعض لوگ ہر جگہ جہاں احادیث نبویؐ میں ساعت یا قیامت کا لفظ

وارد ہوا ہے اس سے قیامت کُبریٰ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔مگر یہ بھی ایک خطرناک غلطی ہے۔بات یہ ہے کہ ساعت اور قیامت کا لفظ عربی زبان میں قیامت کُبریٰ کیلئے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ لفظ ہر بڑے انقلاب کے متعلق بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اس لحاظ سے خلافتِ راشدہ کے زمانہ کے فتنے بھی ساعت تھے حضرت امام حسینؓ کی شہادت بھی ایک ساعت تھی۔بنوامیّہ کی تباہی بھی ایک ساعت تھی۔بغداد اور بنوعباسؓ کی تباہی بھی ایک بڑی قیامت اور ساعت تھی۔سپینؔ سے مسلمانوں کا اخراج بھی ایک ساعت تھی۔اور اسی طرح اسلامی تاریخ کے سب بڑے بڑے تغیرات اور انقلابات ساعات ہیں اور احادیث نبویؐ میں جو ساعت کی علامات بتائی گئی ہیں وہ سب قیامتِ کبریٰ کے متعلق نہیں ہیں بلکہ بعض اِن درمیانی ساعتوں کے متعلق بھی ہیں۔یعنی کوئی حدیث کسی ساعت کے متعلق ہے تو کوئی کسی اَور کے متعلق۔اور بعض علامات ساعتِ کبریٰ کے متعلق بھی ہیں۔یہ ایک ایسی بین حقیقت ہے کہ جو شخص ذرا بھی تدبّر سے کام لے اور تاریخِ اسلام کو زیرِ نظر رکھے وہ اس کا انکار نہیں کرسکتا۔کیونکہ بعض علامات نے درمیانی ساعتوں پر ظاہر ہوکر اس حقیقت پر عملاً مہرِ تصدیق ثبت کردی ہے اندریں حالات ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہونا چاہئیے کہ ہم غور و تدبّر کرکے اُن علامات کو تلاش کریں جو مسیح ومہدی کے زمانہ یا وجود کی مخصوص علامات ہیں۔

مسیح ومہدیؑ کی دس اہم موٹی علامات

سو جاننا چاہئیے کہ قرآن شریف اور احادیث سے جو موٹی موٹی علامات مسیح موعود اور مہدی معہود کی ثابت ہوتی ہیں اور جن سے غالباً ہر مسلمان کم وبیش واقف ہے یہ ہیں:۔

ا۔مسیح موعود کا زمانہ ایسا ہوگا جس میں آمدورفت کے وسائل بہت ترقی کر جائیں گے اور گویا ساری دنیا ایک ملک کا رنگ اختیار کرلے۔اور نئی نئی قسم کی سواریاں نکل آئیں گی

اور اونٹ کی سواری معطّل ہوجائیگی۔اورکتب اور رسالہ جات اوراخبارات وغیرہ کی اشاعت نہایت کثرت کے ساتھ ہوگی۔ مادی علوم کی ترقی ہوگی اورکئی نئے اورمخفی علوم ظاہر ہوجائیں گے۔اوردریاؤں اورسمندروں کو پھاڑ پھاڑ کرنہریں بنائی جائیں گی اور وسائل آمدرفت میں غیرمعمولی ترقی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔

۲۔وہ زمانہ ایسا ہوگا کہ صلیبی مذہب اس میں بڑے زوروں پر ہوگا۔

۳۔اس زمانہ میں دجّال کا خروج ہوگا۔جس کا فتنہ دنیا کے سارے اگلے پچھلے فتنوں سے بڑا ہوگا۔

۴۔اس زمانہ میں یاجوج وماجوج (یعنی انگریز وامریکہ اورروس) اپنے پورے زور میں ظاہر ہونگے اوردنیا کے عمدہ عمدہ حصوں پرقابو پالینگے اورقومیں ایک دوسرے کے خلاف اُٹھیں گی۔

۵۔دین کیلئے وہ زمانہ ایک فسادِعظیم کا زمانہ ہوگا۔اور ہرطرف مادیت اوردہریت کا بھاری انتشار ہوگا اوراس زمانہ میں اسلام سخت کمزورحالت میں ہوگا اورعلمائے اسلام کی حالت ناگفتہ بہ ہوگی۔اوراسلام میں بہت سے اختلاف پیدا ہوجائیں گے اورعقائد بگڑ جائیں گے اور لوگوں کے اعمال خراب ہوجائیں گے اورایمان دنیا سے اُٹھ جائیگا اور بیرونی طور پربھی اسلام چاروں طرف دشمنوں کے نرغے میں گھِرا ہوگا۔

۶۔مسیح موعود کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں مقررہ تاریخوں میں چانداورسورج دونوں کوگرہن لگے گا۔

۷۔اس کے زمانہ میں دابۃ الارض کا خروج ہوگا۔

۸۔مسیح موعود دمشق کے مشرقی جانب ایک سفید منارہ پرنازل ہوگا۔

۹۔اس کا حلیہ یہ ہوگا کہ وہ گندم گوں رنگ کا ہوگا اور اس کے بال سیدھے اور

لمبے ہونگے۔

۱۰۔ مسیح موعود صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور دجّال کو مار دے گا اور اسلام کو غلبہ بخشے گا۔ اور اس کے زمانہ میں آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع کریگا اور مسیح موعود تمام اندرونی اور بیرونی اختلافات میں حکم وعدل بن کر سچا سچا فیصلہ کریگا۔ اور کھویا ہوا ایمان دنیا میں پھر قائم کر دیگا اور لوگوں کو کثرت کے ساتھ (روحانی) مال دیگا مگر دنیا اس کے مال کو قبول نہیں کرے گی۔ (دیکھو قرآن مجید و کتب حدیث و تفسیر)

یہ وہ دس موٹی موٹی علامات ہیں جو مسیح موعود مہدی معہود اور اس کے زمانہ کے متعلق قرآن شریف اور احادیثِ نبویؐ سے ثابت ہوتی ہیں۔ سو ہم ان دس علامات کو الگ الگ سامنے رکھ کر حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت کو پرکھتے ہیں تا حق و باطل میں امتیاز ہو کر طالبِ حق کو فیصلہ کی راہ ملے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

پہلی علامت

پہلی علامت قرآن شریف کی ان آیات سے پتہ لگتی ہے جہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝ وَإِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ (سورۃ تکویر رکوع ۱)

یعنی ”قربِ قیامت اور نزولِ مسیح موعود کی یہ علامت ہے کہ اس زمانہ میں اونٹنیوں کی سواری معطّل ہو جائے گی۔ یعنی بوجہ نئی نئی اور بہتر سواریاں نکل آنے کے اونٹوں کی سواری چھوڑ دی جائیگی۔ اور دریا اور سمندر پھاڑے جائیں گے یعنی ان کو پھاڑ پھاڑ کر نہریں بنائی جائیں گی اور کتب اور اخبار و رسالے کثرت کے ساتھ شائع ہونگے۔ یعنی مطبع ایجاد ہو کر اخباروں، رسالوں اور کتابوں کی اشاعت کا کام بے حد

وسیع ہوجائے گا اور مختلف ممالک کے لوگ آپس میں مل جل جائیں گے۔یعنی وسائل کی اتنی کثرت ہوگی کہ گذشتہ زمانوں کی طرح ایسا نہیں رہے گا کہ قومیں الگ الگ رہیں بلکہ میل جول کی کثرت سے تمام دنیا گویا ایک ہی ملک ہوجائیگی۔''

اور پھر اس کی تائید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث بھی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

لَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا۔ (صحیح مسلم جلد ۲)

یعنی''اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی اور اُن پر سفر نہ کیا جائے گا''۔

اور قرآن شریف میں ایک دوسری جگہ فرماتا ہے کہ:۔

اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا۔

یعنی''آخری زمانہ میں زمین اپنے تمام مخفی بوجھ نکال کر باہر پھینک دیگی اور مادی علوم کی کثرت ہوگی''۔وغیرہ وغیرہ

اب دیکھ لو کہ اس زمانہ میں یہ علامت کس صراحت کیساتھ پوری ہوئی ہے۔نئی نئی سواریاں مثلاً ریل،موٹر،جہاز،ہوائی جہاز۔پھر محکمہ ڈاک،تار،بے تار کی برقی اور ٹیلیفون اور ٹیلی ویژن اور ریڈیو۔اور پھر نہریں اور پھر کثرتِ اشاعت کتب ورسالہ جات واخبارات پھر ایجادات مطبع وٹائپ وشارٹ ہینڈ وغیرہ نے کس طرح ساری دُنیا کو ایک کر رکھا ہے اور اشاعت دین کے کام کو کیسا آسان کر دیا ہے؟ اور ریل اور موٹر وغیرہ نے اونٹنیوں وغیرہ کو عملاً بے کار کر رکھا ہے اور خود عرب کے ملک میں بھی ریل پہنچ چکی ہے اور قریب ہے کہ مکّہ اور مدینہ کے درمیان بھی ریل جاری ہوکر اونٹنیوں کو جہاں تک لمبے سفروں کا تعلق ہے بالکل ہی بے کار کر دے جیسا کہ اَور اکثر جگہ اس نے کر دیا ہے۔درحقیقت یہ علامت اس زمانہ میں اس صفائی کے ساتھ پوری ہوئی ہے کہ کسی عقلمند کے نزدیک کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔فالحمد اللہ علی ذالک۔اسی

طرح اس زمانہ میں دنیوی علوم کی بھی جو کثرت ہے اس کی مثال کسی پہلے زمانہ میں نہیں ملتی۔

اور یاد رکھنا چاہئیے کہ ضرور تھا کہ مسیح موعود کی بعثت کیلئے کوئی ایسا ہی زمانہ منتخب کیا جاتا کیونکہ مسیح موعود کا زمانہ اشاعتِ دین کا زمانہ ہے۔ پس اسکے زمانہ میں اشاعت کے سامانوں کا مہیّا ہونا از بس ضروری تھا تا وہ اور اسکی جماعت آسانی کے ساتھ فرض تبلیغ ادا کر سکے۔

دوسری علامت

دوسری علامت مسیح موعود کے زمانہ کی یہ بتائی گئی تھی کہ اس زمانہ میں صلیبی مذہب کا بڑا زور ہوگا۔ یعنی نصاریٰ بڑے زوروں پر ہونگے۔ چنانچہ علاوہ قرآنی اشارات کے حدیث شریف میں مسیح موعود کے کام کے متعلق صراحۃً آتا ہے کہ **یکسر الصلیب** (دیکھو بخاری و دیگر کتب حدیث) یعنی ''مسیح موعود صلیب کو توڑ دے گا''۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں آئے گا کہ اُس وقت صلیبی مذہب بڑے زور میں ہوگا۔ تبھی تو وہ اس کے مقابلہ میں اُٹھ کر اس کو توڑے گا۔ ورنہ ویسے عیسائیت کا وجود تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھا مگر آپ کے متعلق کسر صلیب کا لفظ نہیں آیا۔ پس ثابت ہوا کہ کسر صلیب سے مراد یہ ہے کہ پہلے صلیبی مذہب زوروں پر ہو اور پھر کوئی شخص اس کا زور توڑ کر اُسے اسلام کے مقابل پر مغلوب کردے۔ اب دیکھ لو کہ اس زمانہ میں صلیبی مذہب کا کتنا زور ہے، حتّٰی کہ چاروں طرف اسی مذہب کے پیرو نظر آتے ہیں اور انہوں نے ساری دنیا میں اپنے مذہب کی تبلیغ کا عظیم الشان جال پھیلا رکھا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہی وہ زمانہ ہے جس میں مسیح موعود کو نازل ہونا چاہئیے۔ خود کسر صلیب کی تشریح اور تفصیل کے متعلق ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔ اس جگہ صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ کی یہ ایک علامت بیان کی گئی تھی کہ اس وقت یسوعی مذہب کا زور ہوگا۔ چنانچہ یہ زمانہ اس علامت کو پوری طرف ظاہر کر چکا ہے۔ وھوالمراد۔

تیسری علامت

تیسری علامت مسیح موعود کی یہ بیان کی گئی تھی کہ اُس زمانہ میں دجال کا خروج ہوگا چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:۔

مَامِنْ نَبِيٍّ اِلَّاقَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ اَلَا اِنَّهٗ اَعْوَ رُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ۔مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ك-ف-ر-وَفِيْ رِوَايَةٍ وَاِنَّهٗ يَجِيْئُ مَعَهُ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَالَّتِيْ يَقُوْلُ اَنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ -وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُ جُ وَاِنَّ مَعَهٗ مَاءً وَنَارًا فَاَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحَرِّقُ اَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ نَاراً فَمَاءٌ بَارِدٌ وَعَذْبٌ۔ وَاِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْ حُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظَفْرَةٌ غَلِيْظَةٌ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَأَهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٍ وَغَيْرِ كَاتِبٍ -وَفِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ الدَّجَّالَ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى فَمَنْ اَدْرَكَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْعَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ فَاِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهٖ-وَفِيْ رِوَايَةٍوَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتَمْطُرُوَ يَأْمُرُ الْاَرْضَ فَتَنْبُتُ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلَ لَهَا أَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعَهٗ كُنُوْزُهَا -وَفِيْ رِوَايَةٍ يَقُوْلُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتُمْ اِنْ قَتَلْتُ هٰذَاثُمَّ أَحْيَيْتُهٗ هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يُحْيِيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِنَّ مَعَهٗ جَبَلُ خُبْزٍ وَنَهْرُ مَاءٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَخْرُ جُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ اَقْمَرَمَا بَيْنَ اُذُنَيْهِ سَبْعُوْنَ بَاعًا۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن وغیرہ)

یعنی ”کوئی نبی نہیں گذرا جس نے اپنی امت کو یک چشم کذاب سے نہ ڈرایا ہو۔

خبردار ہوشیار ہو کر سُن لو کہ وہ یک چشم ہے مگر تمہارا ربّ یک چشم نہیں۔ اس یک چشم دجّال کی آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر لکھا ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے ساتھ جنت اور نار کی امثال لائے گا۔ مگر جس چیز کو وہ جنت کہے گا وہ دراصل نار ہوگی اور ایک روایت میں ہے کہ دجّال خروج کریگا اراس کے ساتھ پانی اور آگ ہونگے۔ مگر وہ چیز جو لوگوں کو پانی نظر آئے گی وہ دراصل جلانے والی آگ ہوگی اور وہ جسے لوگ آگ سمجھیں گے وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا اور دجّال کی ایک آنکھ بیٹھی ہوئی ہوگی اور اس پر ایک بڑا ناخنہ سا ہوگا اور اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر مومن پڑھ سکے گا خواہ وہ لکھا پڑھا ہو یا نہ ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دجال دائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ پس جب تم میں سے کوئی اُسے پائے تو اس پر سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے کیونکہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیات اس کے فتنے سے تم کو بچانے والی ہونگی اور ایک روایت میں ہے کہ دجّال آسمان (یعنی بادل) کو حکم دیگا کہ پانی برسا تو وہ برسائے گا اور زمین کو حکم دیگا کہ اُگا تو وہ اُگائیگی اور ویرانے پر گذریگا اور اسے حکم کریگا کہ اپنے خزانے باہر نکال تو اس کے خزانے باہر نکل کر اس کے پیچھے ہولیں گے اور ایک روایت میں ہے کہ دجّال لوگوں سے کہے گا کہ دیکھو اگر میں اس شخص کو قتل کروں اور پھر زندہ کردوں تو کیا تم میرے امر میں شک کروگے؟ لوگ کہیں گے۔ نہیں۔ پھر وہ اسے مارے گا اور پھر دوبارہ زندہ کردیگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسکے ساتھ ایک پہاڑ روٹیوں کا ہوگا اور ایک نہر پانی کی ہوگی اور ایک روایت میں ہے کہ دجال ایک چمکدار گدھے پر ظاہر ہوگا اور وہ گدھا ایسا ہوگا کہ اس کے دو کانوں کے درمیان ستّر ہاتھ کا فاصلہ ہوگا''۔

یہ دجّال کی کیفیت ہے جو مَیں نے مشکوٰۃ کی مختلف روایتوں سے بطور اختصار کے جمع

کر کے اِس جگہ درج کی ہے۔اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ یہ دجال کون ہے؟ اور آیا وہ ظاہر ہو گیا ہے یا نہیں۔سب سے پہلے ہمیں دجّال کے لفظ پر غور کرنا چاہیئے تا معلوم ہو کہ عربی زبان میں اس لفظ کے کیا معنے ہیں۔سو جاننا چاہیئے کہ عربی زبان میں دجال کا لفظ چھ معنوں پر مشتمل ہے:۔

اوّل۔دجاّل کے معنے کذّ اب یعنی سخت جھوٹے کے ہیں۔

دوسرے۔دجّال کے معنے ڈھانپ لینے والی چیز کے ہیں۔کیونکہ عربی میں کہتے ہیں دجل البعیر یعنی اس نے اونٹ کے جسم پر ہناء کو اس طرح ملا کہ کوئی جگہ خالی نہ رہی۔ چنانچہ تاج العروس میں لکھا ہے کہ دجّال اسی روٹ سے نکلا ہے لِأَنَّهٗ يَعُمُّ الْأَرْضَ كَمَا أَنَّ الْحِنَّاءَ يَعُمُّ الْجَسَدَ کیونکہ وہ زمین کو اسی طرح ڈھانپ لیگا جس طرح ہناء سارے بدن کو ڈھانپ لیتی ہے۔

تیسرے دجال کے معنے میں سیر و سیاحت کرنے والے کے ہیں چنانچہ کہتے ہیں دَجَلَ الرَّجُلُ إِذَا قَطَعَ نَوَاحِیَ الْأَرْضِ سَيْراً۔یعنی دجل الرّجل کے الفاظ اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کسی نے تمام روئے زمین کو اپنی سیر و سیاحت سے قطع کر لیا ہو۔

چوتھے۔دجال کے معنے بڑے مالدار اور خزانوں والے کے ہیں کیونکہ دجّال سونے کو بھی کہتے ہیں۔

پانچویں۔دجّال ایک بڑے گروہ کو بھی کہتے ہیں اَلَّتِیْ تُغَطِّی الْأَرْضَ بِكَثْرَةِ أَهْلِهَا۔ جو اپنے افراد کی کثرت سے روئے زمین کو ڈھانک لے۔

چھٹے۔دجّال اس گروہ کو کہتے ہیں اَلَّتِیْ تَحْمِلُ الْمَتَاعَ التِّجَارَةِ جو تجارت کے اموال اُٹھائے پھرے۔(دیکھو ج تاج العروس وغیرہ)

یہ تمام معنے لغت کی نہایت مستند اور مشہور کتاب تاج العروس میں درج ہیں۔ پس ان معنوں کے لحاظ سے یہ دجّال کے معنے ہوئے:۔

’’ایک کثیر التعداد جماعت جو تاجر پیشہ ہو اور اپنا تجارتی سامان دنیا میں اُٹھائے پھرے اور جو نہایت مالدار اور خزانوں والی ہو اور جو تمام دنیا کو اپنی سیر و سیاحت سے قطع کر رہی ہو اور ہر جگہ پہنچی ہوئی ہو اور گویا کوئی جگہ اس سے خالی نہ رہی ہو اور مذہباً وہ ایک نہایت جھوٹے عقیدہ پر قائم ہو‘‘۔

اب اس کیفیت کے ساتھ اس کیفیت کو ملاؤ جو حدیث نبویؐ میں بیان ہوئی ہے اور جس کا خلاصہ اوپر درج کیا گیا ہے تو فوراً بلا تامّل طبیعت یہ فیصلہ کرتی ہے کہ دجّال سے مغربی ممالک کی مسیحی اقوام مراد ہیں جو اس زمانہ میں تمام روئے زمین پر چھا رہی ہیں اور جن میں تمام مذکورہ بالا حالات واضح طور پر پائے جاتے ہیں۔ انکا یک چشم ہونا ان کی مادیت ہے جس نے اِن کے دین کی آنکھ کو بند کر رکھا ہے۔ ہاں دنیا کی آنکھ خوب کھلی اور روشن ہے۔ ان کی آنکھوں کے درمیان کافر کا لفظ لکھا ہونے سے انکا بدیہی البطلان الوہیتِ مسیحؑ کا عقیدہ مراد ہے جسے ہر سچا مومن خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ پڑھ سکتا ہے اور ان کا زمین و آسمان میں تصرفات کرنا اور خزانے نکالنا اور زندہ کرنا اور مارنا وغیرہ سے ان کے علومِ جدیدہ اور سائنس وغیرہ کی طاقتوں اور سیاسی غلبہ کی طرف مجازی طور پر اشارہ ہے ورنہ از روئے حقیقت تو یہ امور سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور ان کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے اور دجّال کے ساتھ جنّت و دوزخ کا ہونا یہ ہے کہ جو شخص ان کے ساتھ ہو جاتا ہے اور ان کی بات مانتا ہے اور اُن کے مذہب کو اختیار کرتا ہے وہ ظاہراً ایک جنّت میں داخل ہو جاتا ہے گو دراصل وہ دوزخ ہوتا ہے اور جو شخص اُن کے بدخیالات سے الگ رہتا ہے اس کو ظاہراً ایک دوزخ برداشت کرنا پڑتا ہے گو دراصل وہ جنّت ہوتی اور اُن کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر کا ہونا تو ایک بیّن چیز ہے جس کی تشریح کی ضرورت نہیں اور دجّال کے گدھے سے جس کے دو کانوں کے درمیان کا فاصلہ ستّر گز ہے ظاہری گدھا مراد نہیں بلکہ اس سے ریل مراد ہے جو پُرانے زمانے کے سواری والے گدھوں

کی قائم مقام ہے اور گدھے کے کانوں سے مراد ڈرائیور اور گارڈ ہیں جو ریل کے انتہائی کناروں پر متعین ہوتے ہیں اور جھنڈی ہلاتے ہیں اور کانوں کے درمیان فاصلہ سے گویا ریل کا طول مراد ہے۔ جو اوسطاً ستّر ہاتھ کا ہوا کرتا ہے اب دیکھو کہ کسی طرح یہ تمام باتیں مغربی اقوام میں پائی جاتی ہیں اور یہ جو کہا گیا کہ دجّال آخری زمانہ میں خروج کرے گا تو اس سے یہ مراد ہے کہ گو وہ پہلے سے موجود ہوگا جیسا کہ بعض احادیث میں بھی اشارہ پایا جاتا ہے مگر پہلے وہ اپنے وطن میں گویا محصور ہوگا لیکن قیامت کے قریب وہ زور کے ساتھ باہر نکلے گا اور روئے زمین پر چھا جائے گا۔ سو بعینہٖ اسی طرح ہوا کہ مغربی قومیں پہلے اپنے وطن میں سوئی پڑی تھیں مگر اب بیدار ہو کر تمام روئے زمین پر چھا گئی ہیں۔

یہ کہنا کہ دجّال کو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک فرد واحد کی شکل میں دیکھا تھا پس وہ ایک جماعت کی صورت میں کس طرح مانا جا سکتا ہے ایک باطل شبہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ نظارے بصورت کشف اور خواب دیکھے تھے جیسا کہ مثلاً حدیث بخاری کے الفاظ بَيْنَمَا أَنَانَائِمٌ أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ۔ یعنی ''مَیں نے سوتے ہوئے خواب میں کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا'' سے ظاہر ہے اور ظاہر ہے کہ خواب عموماً تاویل طلب ہوتی ہے اور اس میں کئی دفعہ ایک فرد دکھایا جاتا ہے مگر مراد ایک جماعت ہوتی ہے۔ مثلاً سورۃ یوسف میں مذکور ہے کہ عزیز مصر نے سات سالہ قحط کے متعلق سات دُبلی گائیں دیکھیں جس کی تعبیر جیسا کہ حضرت یوسفؑ نے خود بیان کیا ہے یہ تھی کہ ایک گائے ایک سال کے تمام مویشیوں بلکہ تمام جانداروں کی قائم مقام تھی۔ اور اس کا دُبلا ہونا قحط کو ظاہر کرتا تھا اور سات دُبلی گایوں کا ہونا سات سالہ قحط کو ظاہر کرتا تھا۔ گویا ایک گائے تمام مویشیوں کے قائم مقام کے طور پر دکھائی گئی۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کا نظارہ ایک آدمی کی شکل میں دکھایا گیا جو خوابوں کی تصویری زبان کے عین مطابق ہے۔ بہرحال ہمارے اس دعویٰ کے دلائل کہ دجال

سے ایک فرد مراد نہیں بلکہ ایک کثیر التعداد گروہ مراد ہے جو اس زمانہ میں مسیحی اقوام کی صورت میں ظاہر ہوا ہے یہ ہیں:-

۱-لغت میں دجّال ایک بڑی جماعت کو کہتے ہیں۔ پس وہ ایک فرد نہیں ہوسکتا۔

۲- جو فتنے دجّال کی طرف منسوب کئے گئے ہیں اور جو طاقتیں اس کے اندر بیان کی گئی ہیں ان کا فردِ واحد میں پایا جانا محالات عقلی میں سے ہے۔

۳-دجّال کی کیفیت جن الفاظ میں بیان کی گئی ہے اس پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی میں مجاز اور استعارہ کا دخل ہے ورنہ نعوذ باللہ دجّال میں بعض خدائی طاقتیں ماننی پڑتی ہیں۔

۴-دجّال کی تمام کیفیات عملاً عیسائی اقوام میں پائی جاتی ہیں۔

۵- دجّال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ بتایا گیا ہے اور اِدھر ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحی اقوام کے مادیّت اور فلسفہ نے جو فتنہ آج کل برپا کر رکھا ہے ایسا فتنہ دین و ایمان کیلئے نہ پہلے ہوا اور نہ آئندہ خیال میں آسکتا ہے اور سورۂ فاتحہ کے مطالعہ سے بھی سب سے بڑا فتنہ عیسائیت کا فتنہ ہی ثابت ہوتا ہے۔

۶-آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابن صیّاد کے متعلق جو مدینہ کا ایک یہودی لڑکا تھا اور بعد میں مسلمان ہوگیا دجّال ہونے کا شبہ کیا تھا بلکہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کے سامنے اس بات پر قسم کھائی تھی کہ یہی الدّجال ہے اور آپؐ نے اس کی تردید نہیں فرمائی۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ قصہ ابن صیاد) حالانکہ ابن صیاد میں دجّال کی علاماتِ ماثورہ میں سے اکثر بالکل مفقود تھیں۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہؓ کرام بھی اس پیشگوئی کو مجازی رنگ میں سمجھتے تھے اور تمام علامات کا ظاہری اور جسمانی طور پر پایا جانا ہرگز ضروری نہ سمجھتے تھے۔

۷۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجّال کے فتنے سے بچنے کیلئے سورہ کہف کی ابتدائی آیات مطالعہ کرنی چاہئیں (دیکھو مشکوٰۃ)۔اب ہم سورۂ مذکورہ کی ابتدائی آیات پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں سوائے عیسائیت کے باطل خیالات کے ردّ کے اور کوئی مضمون نہیں پاتے۔چنانچہ سورۃ کہف کی ابتدائی آیات یہ ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۝ قَيِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا۝ مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا۝ وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۝ مَّا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۝ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا۝ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۝ وَاِنَّا لَجَاعِلُوْنَ مَا عَلَیْهَا صَعِیْدًا جُرُزًا۝

یعنی ’’خدا نے اپنے رسول پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے...... یہ کتاب لوگوں کو ڈرانے اور ہوشیار کرنے کیلئے اُتری ہے جو خدا کا ایک بیٹا مانتے ہیں یہ بہت بڑے فتنہ کی بات اور سراسر جھوٹ ہے۔‘‘ وغیرہ وغیرہ۔ (سورۃ کہف رکوع ۱)

اَب اس سے بڑھ کر اس بات کا کیا ثبوت ہوگا کہ دجّال سے مراد یہی مسیحی اقوام ہیں جنہوں نے اس زمانہ میں غیر معمولی طور پر زور پکڑا ہے اور ساری دنیا پر چھا گئی ہیں اور اس دجّال کا دجل ان کی مادیت اور فلسفہ اور باطل عقائد ہیں۔جس کی آنکھیں ہوں دیکھیں۔حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنے مخالف مولویوں کو مخاطب کر کے ایک جگہ خوب لکھا ہے کہ نادانو! تم دجّال کو ایک عجیب الخلقت فرد سمجھ کر اس کا انتظار کر رہے ہو۔مگر یہاں تمہاری آنکھوں کے سامنے وہ

مہیب فتنے اور فسادات ظاہر ہورہے ہیں کہ تمہارے فرضی دجّال کے باپ کو بھی یاد نہ ہونگے۔ فافہم وتدبّر۔

۸۔ مسلم کی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی تمیم داری نے دجال کو گرجے میں بندھا ہوا دیکھا تھا (یعنی بحالت کشف یا رؤیا) اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر بیان کی تھی اور پھر آپ نے یہ خبر لوگوں کو سنوائی تھی۔ (مسلم جلد 2 باب خروج الدجّال) پس اب دیکھ لو کہ گرجے سے نکلنے والی کونسی قوم ہے۔

چوتھی علامت

چوتھی علامت یہ ہے کہ یاجوج ماجوج اپنے پورے زور میں ظاہر ہونگے اور دنیا کے بیشتر اور عمدہ عمدہ حصّوں پر قابو پالیں گے اور قومیں ایک دوسرے کے خلاف اُٹھیں گی۔ چنانچہ قرآن شریف میں آتا ہے:۔

حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَمَاۡجُوۡجُ وَھُمۡ مِّنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ۔

(سورۃ انبیاء رکوع ۷)

اور دوسری جگہ آتا ہے:۔

وَتَرَکۡنَا بَعۡضَھُمۡ یَوۡمَئِذٍ یَّمُوۡجُ فِیۡ بَعۡضٍ وَّنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰھُمۡ جَمۡعًا (سورۃ کہف رکوع ۱۱)

یعنی ''جب یاجوج ماجوج کھولے جائیں گے اور وہ ہر بلند مقام سے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور قومیں ایک دوسرے کے خلاف اُٹھیں گی اور اُس وقت ایک صور پھونکا جائے گا جو ان سب کو جمع کرلے گا''۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے:۔ یَبۡعَثُ اللّٰہُ یَاۡجُوۡجَ وَ مَاۡجُوۡجَ وَھُمۡ مِنۡ کُلِّ

حَدَبٍ یَنْسِلُوْنَ۔ (مشکوٰۃ) یعنی ’’آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو اُٹھائے گا اِس حال میں کہ وہ ہر بلند جگہ سے دوڑتے پھریں گے‘‘۔

اب جاننا چاہیئے کہ یاجوج ماجوج سے انگریز اور روس مراد ہیں جیسا کہ بائبل میں بھی صراحت کے ساتھ ان کا ذکر پایا جاتا ہے (کتاب حزقیل ومکاشفہ) اور علامات ماثورہ بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ اور انگریزوں کیساتھ شمالی امریکہ کے لوگ بھی شامل ہیں کیونکہ وہ دراصل انہی کا حصہ ہیں۔ پہلے یہ قومیں کمزور حالت میں تھیں لیکن پھر خدا نے ان کو ترقی دی اور انہوں نے دنیا کے بیشتر حصے کو گھیر لیا اور بہت طاقت پکڑ گئے اور ان کی یہ ساری ترقی موجودہ زمانہ میں ہوئی ہے پہلے یہ حالت نہ تھی اور ان کا اور دوسری قوموں کا ایک دوسرے کے خلاف اُٹھنا تو ایک بدیہی بات ہے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں اور نفخ فی الصوّر سے مسیح موعود کی بعثت مراد ہے کیونکہ خدا کے مرسلین بھی ایک صُور یعنی بِگل کی طرح ہوتے ہیں جن کے ذریعہ خدا دنیا میں اپنی آواز کو بلند کرتا ہے اور پھر ان کے ذریعہ لوگوں کو ایک نقطہ پر جمع کر دیتا ہے۔ سواب بھی انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا بلکہ ہورہا ہے مگر جس طرح پہلی رات کا چاند اکثر لوگوں کو نظر نہیں آتا اسی طرح ہر تغیرّ شروع میں مخفی ہوتا ہے لیکن آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے چاند کی طرح روشن ہوتا چلا جاتا ہے فَتَدَبَّرُوْا!!!

پانچویں علامت

پانچویں علامت یہ بتائی گئی تھی کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام کی حالت سخت نازک ہوگی اور بے دینی کا زور ہوگا۔ مسلمان یہودیوں کی طرح ہوجائیں گے اور ان کے علماء کی حالت بھی ابتر ہوجائیگی اور مسلمانوں میں بہت سے اختلافات پیدا ہوجائیں گے اور ایمان دنیا سے اُٹھ جائیگا وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ

لَا تَّبَعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى ، قَالَ فَمَنْ ؟وَفِيْ رِوَايَةٍ يَذْهَبُ الصّٰلِحُوْنَ وَيَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللهُ بَالَةً -وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلْعَمَ يُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْاٰكِلَةُ اِلٰى قَصْعَتِهَا ـ قَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ ؟قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَ لٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَ لَيَنْزِعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَ لَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ ـ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا الْوَهْنُ -قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ- وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ يَكُوْنُ بَعْدِيْ اَئِمَّةٌ لَّا يَهْتَدُوْنَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِيْ وَسَيَقُوْمُ فِيْهِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الشَّيٰطِيْنِ فِيْ جُثْمَانِ اِنْسٍ -وَفِي رِوَايَةٍ عُلَمَاءُ هُم شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ-وَفِيْ رِوَايَةٍ وَيَرْفَعُ الْعِلْمُ وَيَكْثُرُ الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ الزِّنَا وَيَكْثُرُ شُرْبُ الْخَمْرِ ـ وَفِي رِوَايَةٍ تَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةٍ كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً وَهِيَ الْجَمَاعَةُ وَفِي رِوَايَةٍ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ فَارِسَ ـ (مشکوٰۃ کتاب الفتن واشراط الساعۃ وغیرہ)

یعنی ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم ضرور بالضرور اپنے سے پہلے گذری ہوئی اُمتّوں کے قدم بقدم چلو گے بالشت بہ بالشت اور دست بدست ۔حتّٰی کہ اگر کوئی سابقہ قوم گوہ یعنی سوسمار کے سوراخ میں بھی داخل ہوئی ہوگی تو تم بھی ایسا ہی کرو گے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا پہلی اُمتوں سے یہود نصاریٰ مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ نہیں تو اور کون؟ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ صلحاء گذر جائینگے اور صرف بھوسہ رہ جائے گا۔جس طرح جَو یا کھجور کا بھوسہ ہوتا ہے اور اللہ ایسے لوگوں کی بالکل پرواہ نہ کریگا اور ایک روایت یوں آتی ہے کہ قریب ہے کہ تمہارے خلاف دوسری اُمتیں ایک دوسرے کو مدد کیلئے بلائیں جس طرح کھانے والا اپنے

برتن کی طرف دوسروں کو دعوت دیتا ہے یعنی تم دوسروں کی خوراک بن جاؤ گے اور وہ ایک دوسرے کوتم پر دعوت دینگے۔ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ۔کیا ہم اس دن تھوڑے ہوں گے؟ اوراس قلت کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہوگا؟ فرمایا۔نہیں بلکہ تم اس دن کثیر ہوگے لیکن تم اس جھاگ کی طرح ہوگے جوسیلاب کے بعد ایک برساتی نالے کے کنارے پر پائی جاتی ہے۔یعنی نہایت درجہ ردّی اورغیر مفید حالت میں ہوگے اور اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رُعب مِٹا دیگا اورتمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دیگا۔عرض کیا گیا کہ کمزوری سے کیا مراد ہے؟ فرمایا۔ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر۔یعنی بُزدلی کیوجہ سے نیک کاموں سے رُک جانا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ میرے بعد ایک زمانہ میں ایسے علماء پیدا ہوں گے جو میری ہدایت سے ہدایت نہ پائیں گےاور میری سنّت پر کاربند نہ ہوں گےاور میری امّت میں ایسےلوگ پیدا ہوں گے جن کے دل شیطانوں کے دل ہونگے گوجسم انسانوں کے سے ہوں گے اور ایک روایت اس طرح پر آئی ہے کہ میری امّت کے علماء کی یہ حالت ہوگی کہ وہ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے اورایک روایت میں یوں ہے کہ علم اُٹھ جائے گا اور جہالت کی کثرت ہوگی اور زنااورشراب خوری کی بھی کثرت ہوگی اورایک روایت میں یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں مسلمانوں کی حالت ایسی ہوگی کہ تعداد میں تو کثرت ہوگی مگر دل ٹیڑھے ہونگے۔یعنی نہ ایمان درست ہوگا اور نہ اعمال۔اورایک روایت اس طرح پر آئی ہے کہ میری اُمّت تہتر فرقوں میں منقسم ہوجائے گی جوسب آگ کے رستہ پر ہونگے سوائے ایک کےاور وہ جماعت والا فرقہ ہوگا اورایک روایت میں یوں ہے کہ ایمان دنیا سے اُٹھ جائے گا لیکن اگر وہ ثریّا پر بھی چلا گیا یعنی دنیا سے بالکل ہی مفقود ہو گیا تو پھر بھی ایک فارسی الاصل شخص اُسے واپس اُتار لائے گا‘‘۔

یہ وہ نقشہ ہے جوسرورِ کائناتؐ نے اپنی امّت کے اس آخری گروہ کا کھینچا ہے جس میں مسیح موعود کی بعثت مقدر ہے اب ناظرین خود دیکھ لیں کہ آیا اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت اس

نقشہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ ہم دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی ایسا زمانہ نہیں آیا کہ جب مسلمانوں کی حالت دینی لحاظ سے ایسی پست اور خراب ہوئی ہو جو اس زمانہ میں ہے اور یہ ایسی بات ہے جس پر کسی دلیل کے لانے کی ضرورت نہیں۔ اعمال میں سُست ہونے کے علاوہ اعتقادات میں بھی وہ اندھیر ہے کہ مسلمانوں کے بہتر (72) فرقے ہو رہے ہیں جو ایک دوسرے سے عقائد میں سخت مخالف ہیں اَور تو اَور خود ذاتِ باری تعالیٰ کی صفات کے متعلق بھی بھاری اختلاف ہو رہا ہے۔ پھر ایمان کا یہ حال ہے کہ نناوے فیصدی مسلمان ایسے ہوں گے کہ جن کے دلوں سے ایمان کلی طور پر پرواز کر چکا ہے۔

وہ منہ سے تو اقرار کرتے ہیں کہ خدا ہے مگر دراصل دل میں خدا کے منکر ہیں اور در پردہ دہریّت کا شکار ہو چکے ہیں۔ صرف اعتقادی اور زبانی طور پر کہتے ہیں کہ خدا ہے لیکن ذرا کُرید کر پوچھو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کی ذات کے متعلق سینکڑوں شبہات میں مبتلا ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے متعلق بھی اُن کا ایمان کسی مستحکم براہینی چٹان پر قائم نہیں بلکہ محض جذباتی رنگ کا ہے اور بعث بعد الموت، جزاء سزا اور فرشتوں کا وجود تو بالکل ہی وہمی قرار دیا گیا ہے۔

پھر عبادت کی وہ راہیں جن پر قدم مارنے سے پہلوں نے خدا کے دربار تک رسائی حاصل کی تھی حقارت اور استخفاف کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ شرک جس کے خلاف سارا قرآن شریف بھرا پڑا ہے مسلمانوں کی حرکات وسکنات سے کھلے طور پر ظاہر ہو رہا ہے۔ روپے سے محبت کی جاتی ہے اور اس پر وہ بھروسہ کیا جاتا ہے جو خود ذات باری تعالیٰ کے شایانِ شان ہے۔ قبروں پر جا کر سجدے کئے جاتے ہیں۔ شراب خوری، زنا کاری، قمار بازی اور حرام خوری کا میدان گرم ہے۔ سود جس کے متعلق کہا گیا کہ اسے لینے دینے والا خدا تعالیٰ سے جنگ کرنے کو تیار ہو جائے شیر مادر کی طرح سمجھا گیا ہے مسلمانوں کی تمام سلطنتیں کمزور ہو کر کھوکھلی ہو چکی ہیں اور مسیحی

حکومتیں ان کو اپنا شکار سمجھتی ہیں۔ دوسری طرف اسلام کا وجود خود بیرونی حملوں کا اس قدر شکار ہورہا ہے کہ خیال کیا جاتا ہے کہ بس یہ آج بھی نہیں اور کل بھی نہیں۔ نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر گندے سے گندے اعتراض کئے جاتے ہیں۔ آپؐ کی ازواج مطہرات کو مختلف قسم کے الزامات کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور اسلامی تعلیم کو ایک نہایت بدنما شکل میں پیش کر کے اس پر ہنسی اُڑائی جاتی ہے۔ صلیبی مذہب پورے زور پر ہے اور دہریّت اپنے کو ایک خوبصورت شکل میں پیش کر رہی ہے۔ غرض اسلام کی کشتی ایک ایسے طوفانِ بےتمیزی کے اندر گھری ہوئی ہے کہ جب تک خدا کا ہاتھ اس کے بچانے کیلئے نہ بڑھے اس کا کنارے پر پہنچنا ناممکنات میں سے ہے۔ علماء جن کا فرض تھا کہ ایسے وقت میں اسلام کی مدد کیلئے کھڑے ہوتے خوابِ غفلت میں پڑے سوتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ خود ہزاروں بیماریوں میں مبتلا ہیں اور ان کے ایمانوں کی حالت ایسی ابتر ہو چکی ہے کہ الامان! چند پیسوں پر ایمان فروشی کو تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام حالات پکار پکار کر بتا رہے ہیں کہ یہی وہ زمانہ ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں ڈرایا تھا اور یہی وہ وقت ہے جس میں اسلام کے عظیم الشان مجدّد مسیح اور مہدی کی آمد مقدر ہے کیونکہ اگر ایسی اشد ضرورت کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصلح ظاہر نہ ہو تو پھر نعوذ باللہ خدا کا وہ وعدہ غلط ٹھہرتا ہے کہ مَیں قرآن اور اسلام کی حفاظت کرونگا اور دین کی خدمت کیلئے خلفاء اور مجدّدین کھڑے کرتا رہوں گا۔

چھٹی علامت

چھٹی علامت مسیح و مہدی کی یہ بیان کی گئی تھی کہ اس کے زمانہ میں معینہ تواریخ میں چاند اور سورج کو گرہن لگے گا۔ چنانچہ امام محمد باقر سے روایت آتی ہے کہ:۔

"اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي

النِّصۡفِ مِنۡهُ ۔'' (الدار قطنی جلد اوّل صفحہ ۱۸۸)

یعنی ''ہمارے مہدی کیلئے دو نشان مقرر ہیں اور جب سے کہ زمین اور آسمان پیدا ہوئے ہیں یہ نشان کسی اَور مامور کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی معہود کے زمانہ میں رمضان کے مہینے میں چاند کو اس کی پہلی رات میں گرہن لگے گا (یعنی تیرھویں تاریخ میں کیونکہ چاند کے گرہن کیلئے خدائی قانونِ قدرت میں تیرھویں اور چودھویں اور پندرھویں تواریخ مقرر ہیں جیسا کہ اہل علم سے پوشیدہ نہیں) اور سورج کو اس کے درمیانی دن میں گرہن لگے گا (یعنی اسی رمضان کے مہینہ میں اٹھائیس تاریخ کو کیونکہ سورج گرہن کیلئے قانونِ قدرت میں ستائیس، اٹھائیس اور اُنتیس تواریخ مقرر ہیں)''

اب تمام دنیا جانتی ہے کہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں یہ نشانی نہایت صفائی کے ساتھ پوری ہو چکی ہے۔ یعنی ۱۳۱۱ھ کے رمضان میں چاند کو اس کی راتوں میں سے پہلی رات میں یعنی تیرھویں تاریخ کو گرہن لگا اور اسی مہینہ میں سورج کو اس کے دنوں میں سے درمیانی دن یعنی اٹھائیس تاریخ کو گرہن لگا اور یہ نشان دو مرتبہ ظاہر ہوا۔ اوّل اِس نصف کرۂ زمین میں اور پھر امریکہ میں اور دونوں مرتبہ انہی تاریخوں میں ہوا جن کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے۔ اور یہ نشانی صرف حدیث ہی نے نہیں بتائی بلکہ قرآن شریف نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ فرمایا:۔

وَخَسَفَ الۡقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ ۔ (سورۃ القیامہ رکوع ۱)

یعنی ''چاند کو گرہن لگے گا اور اس گرہن میں سورج بھی چاند کے ساتھ شامل ہو گا۔ یعنی اُسے بھی اسی مہینہ میں گرہن لگے گا''۔

اب دیکھو کس صفائی کے ساتھ یہ علامت پوری ہو کر ہمیں بتا رہی ہے کہ یہی وہ وقت ہے

جس میں مہدی کا ظہور ہونا چاہیئے کیونکہ جو اس کے ظہور کی علامت تھی وہ پوری ہو چکی ہے۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ حضرت امام محمد باقر تک پہنچ کر رُک جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں چاند گرہن رمضان کی اوّل رات میں اور سورج گرہن رمضان کے وسط میں بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ عملاً چاند کا گرہن تیرہویں میں اور سورج کا گرہن اٹھائیسویں میں ہوا تھا؟ ان اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ بے شک یہ حدیث ظاہراً موقوف ہے لیکن محدثین کے اصول کے مطابق یہ روایت حکماً مرفوع ہی ہے۔ پھر یہ بھی تو دیکھو کہ راوی کون ہے؟ کیا وہ اہل بیت نبویؐ کا درخشندہ گوہر نہیں؟ اور یہ بات بھی سب لوگ جانتے ہیں کہ ائمہ اہل بیت کا یہ طریق تھا کہ بوجہ اپنی ذاتی وجاہت کے وہ سلسلہ حدیث کو نام بنام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچانا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ یہ عادت اُن کی شائع اور متعارف ہے اور بہر حال یہ حدیث ہم نے نہیں بنائی بلکہ آج سے تیرہ سو سال پہلے کی ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ چاند کو مہینے کی پہلی تاریخ میں اور سورج کو وسط میں گرہن لگنا سنت اللہ اور قانون قدرت کے خلاف ہے۔ قانونِ قدرت نے جو خدا کا بنایا ہوا قانون ہے چاند کے گرہن کو قمری مہینے کی تیرھویں، چودھویں، اور پندرھویں میں اور سورج کے گرہن کو ستائیسویں، اٹھائیسویں اور انتیسویں میں محدود کر دیا ہے۔ پس پہلی تاریخ سے ان تاریخوں میں سے پہلی اور درمیانی تاریخ سے ان تاریخوں میں سے درمیانی مراد ہے نہ کہ مطلقاً مہینہ کی پہلی اور درمیانی تاریخ۔ اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ مہینے کی ابتدائی راتوں کا چاند عربی زبان میں ہلال کہلاتا ہے مگر حدیث میں قمر کا لفظ رکھا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں ابتدائی رات مراد نہیں۔ علاوہ ازیں ہمیشہ سے مسلمان علماء ان تاریخوں کے متعلق یہی تشریح کرتے رہے ہیں جو ہم نے اس جگہ کی ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی مولوی محمد صاحب لکھو کے والے نے اس نشان کے ظاہر ہونے سے پہلے لکھا تھا کہ:۔

تیرھویں چند ستیہویں سورج گرہن ہوسی اس سالے

اندر ماہ رمضانے لکھیا ایہہ ایک روایت والے

اس شعر میں مولوی صاحب نے غلطی سے اٹھائیسویں تاریخ کی جگہ ستائیسویں تاریخ لکھ دی ہے مگر بہر حال اصول وہی تسلیم کیا ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ واقعات نے بھی اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ پہلی تاریخ سے تیرھویں تاریخ اور درمیانی تاریخ سے اٹھائیسویں تاریخ مراد ہے۔

الغرض یہ نشان ایسا واضح طور پر پورا ہوا کہ کسی حیلہ وحجّت کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ چنانچہ معتبر ذرائع سے سنا گیا ہے کہ جب یہ نشان پورا ہوا تو بعض مولوی صاحبان اپنی رانوں پر ہاتھ مارتے تھے اور کہتے تھے کہ ''اب خلقت گمراہ ہوگی۔ اب خلقت گمراہ ہوگی۔'' یہ بھی **عُلَمَاءُ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ** (یعنی مسیح موعود کے وقت میں علماء دنیا کی بدترین مخلوق ہونگے) کی ایک واضح مثال ہے کہ اِدھر خدا کا نشان ظاہر ہو رہا ہے اور اُدھر مولوی صاحبان کو یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ یہ نشان کیوں ظاہر ہوا کیونکہ لوگ اس سے ہمارے پھندے سے نکل کر مرزا صاحبؑ کو ماننے لگ جاویں گے۔ افسوس! صد افسوس!! اے بد بخت فرقہ مولویان! تم نے کثیر التعداد سادہ لوح مخلوقِ خدا کو گمراہ کر دیا۔ تمہارے بہکانے میں آ کر لوگوں نے دیکھتے ہوئے نہ دیکھا اور سنتے ہوئے نہ سنا اور سمجھتے ہوئے نہ سمجھا۔ خدا سے ڈرو کہ ایک دن اس کے سامنے کھڑے کئے جاؤ گے۔

ساتویں علامت

ساتویں علامت یہ بتائی گئی تھی کہ مسیح موعود کے زمانہ میں دابّۃ الارض کا خروج ہوگا جو لوگوں کو کاٹے گا اور مومن و کافر میں امتیاز کر دے گا اور ملک میں چکر لگائے گا۔ چنانچہ قرآن

شریف میں بھی اس کا ذکر موجود ہے جہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ۝ (سورۃ نمل رکوع ۶ آیت ۸۳)

یعنی ''جب (مسیح موعود کے بھیجنے سے) خدا کی حجّت اُن پر پوری ہو جائے گی تو ہم زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے جو لوگوں کو کاٹے گا اور انہیں زخمی کریگا۔ یہ اسلئے ہو گا کہ لوگ خدا کے نشانوں پر ایمان نہیں لائینگے''۔

پھر احادیث میں بھی کثرت کیساتھ قربِ قیامت کی علامت میں دابۃ الارض کا ذکر پایا جاتا ہے۔ (دیکھو بخاری و مسلم) اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ایک کیڑا خروج کریگا جو ملک میں چکر لگائے گا اور مومنوں اور کافروں میں امتیاز کرتا جاوے گا۔

اب دیکھ لو کہ طاعون نے حضرت مرزا صاحبؑ کے زمانے میں ظاہر ہو کر اس علامت کو کس وضاحت کے ساتھ پورا کر دیا ہے۔ یہ بات مسلّم ہے کہ طاعون کی بیماری ایک کیڑے سے پیدا ہوتی ہے اور دابۃ الارض کے معنے بھی ایک زمینی کیڑے کے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں دوسری جگہ آتا ہے دَابَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۔ (سورۃ سبا رکوع ۲) یعنی ''ایک زمینی کیڑا حضرت سلیمانؑ کے عصا کو کھاتا تھا''۔ اسجگہ سب مفسّرین دابۃ کے معنے کیڑے کے کرتے ہیں پس کوئی وجہ نہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہونے والے دابۃ الارض سے کیڑے کے سوا کوئی اَور معنے لئے جاویں اور دوسری روایات میں جو اس دابۃ کی علامات وارد ہوئی ہیں وہ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہیں اور حق یہی ہے کہ طاعون ہی دابّۃ الارض ہے جس نے مسیح موعود کے وقت میں ظاہر ہو کر حق و باطل میں امتیاز کر دیا ہے۔ واقعی اس نے منکروں کے ماتھے پر بھی ایک نشان لگایا اور مومنوں کے ماتھے پر بھی ایک نشان لگایا اور اس طرح دونوں جماعتوں کو ممتاز کر دیا۔ یہ ایک بیّن حقیقت ہے کہ جو ترقی احمدیہ جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں

طاعون کے ذریعہ سے ہوئی ہے وہ اَور کسی ذریعہ سے نہیں ہوئی۔اس بیماری نے حضرت مرزا صاحبؑ کے مخالفوں کو چُن چُن کر لیا ہے اور دوسری طرف حضرت مرزا صاحب اور آپ کے حواری اس کے اثر سے گویا بالکل محفوظ رہے۔پس یہی وہ سفید و سیاہ نشان ہیں جو دابۃ الارض نے لگائے ہیں۔جن ایّام میں ملک میں طاعون کا زور تھا ان دنوں میں بعض اوقات ایک ایک دن میں کئی کئی سو آدمیوں کی بیعت کی درخواست حضرت مرزا صاحب کے پاس پہنچتی تھی اور لوگ بدحواسوں کی طرح آپ کی طرف دوڑے آتے تھے۔یہ ایک عجیب منظر ہے کہ ابتدائی چند سالوں میں احمدیوں کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں ہوئی لیکن طاعون یعنی دابّۃ الارض کے خروج یعنی ۱۹۰۰ء کے بعد سے دیکھتے ہی دیکھتے احمدیہ جماعت کا شمار ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچ گیا۔فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

یہ کہنا کہ طاعون میں بعض احمدی بھی فوت ہو گئے ایک جہالت کا اعتراض ہے کیونکہ اوّل تو مقابلۃً نظر ڈالنی چاہئیے کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں طاعون کی وارداتوں میں کیا نسبت رہی ہے؟ دوسرے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات میں مسلمان شہید نہ ہوتے تھے؟ حالانکہ یہ غزوات کافروں کیلئے ایک عذاب الٰہی تھے۔پس دیکھنا یہ چاہئیے کہ طاعون کے ذریعہ سے کس جماعت نے ترقی کی اَور کس کو نقصان پہنچا ہے اور جو شاذ و نادر وارداتیں احمدیوں میں ہوئی ہیں وہ شہادتیں ہیں جو خدا نے ہمارے بعض بھائیوں کو نصیب کی ہیں۔مگر پھر بھی جماعت کے سرکردہ لوگ اور خاص مقرّبین طاعون کے اثر سے بالکل محفوظ رہے لیکن مخالفوں میں سے کئی لوگ جو مخالفت میں اوّل نمبر پر تھے اس بیماری کا شکار ہو گئے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس بیماری نے احمدیہ جماعت کو ایک فوق العادت ترقی دی اور دشمنوں کی تعداد کم ہوئی اور ہماری تعداد بڑھی۔غرض دابۃ الارض ظاہر ہو کر اپنا کام کر گیا۔اب خواہ خدا کے حضور روؤ اور چلاؤ اور دُعاؤں میں اپنی ناکیں گھسو کوئی اَور دابۃ الارض تمہاری مرضی کے مطابق ظاہر نہیں ہوگا۔کیونکہ جو ظاہر ہونا

تھا وہ ہو چکا۔ ہاں تمہارے دماغوں میں جہالت اورخود پسندی کا ایک دابّہ ضرور مخفی ہے جو تمہیں کھا رہا ہے خدا کرے کہ وہ بھی خروج کرے تا تمہیں کچھ چین آوے۔

آٹھویں علامت

آٹھویں علامت یہ ہے کہ مسیح موعود دمشق کے شرقی طرف ایک سفید منارے کے پاس نازل ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ۔

(کنز العمال جلد ۷)

یعنی ''مسیح موعود دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ کے پاس نازل ہوگا''۔

اس علامت کے متعلق پہلے یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مسیح موعود آسمان سے نازل نہیں ہوگا بلکہ وہ اسی امّت کا ایک فرد ہے۔ پس منارہ پر نازل ہونے کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ مسیح موعود واقعی آسمان کی طرف سے کسی مناہ پر نازل ہوگا اور پھر منارہ سے نیچے اُتریگا۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث میں یہ نہیں کہا گیا کہ منارہ کے اوپر سے اُترے گا بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ منارہ کے پاس اُترے گا۔ یعنی وہ ایسی حالت میں اتریگا کہ سفید منارہ اس کے پاس ہوگا اور ان دونوں میں بھاری فرق ہے۔ اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ قادیان صوبہ پنجاب ملک ہند جو حضرت مرزا صاحبؑ کا وطن ہے ٹھیک دمشق کے مشرق میں واقع ہے۔ یعنی وہ دمشق کے عین مشرق کی طرف اسی عرض بلد میں واقع ہے جس میں کہ دمشق ہے۔ پس دمشق کے مشرق والی بات میں تو کوئی اشکال نہ ہوا۔ اب رہا منارہ کا لفظ سو اس سے مراد یہ ہے کہ مسیح موعود کا نزول ایسے زمانہ میں ہوگا کہ اس وقت وسائل رسل ورسائل اور میل جول کی کثرت یعنی انتظام ریل و جہاز و ڈاک و تار و مطبع وغیرہ کی وجہ سے تبلیغ واشاعت کا کام ایسا آسان ہوگا کہ گویا یہ شخص ایک منارہ پر کھڑا ہوگا اور یہ کہ

اس کی آواز دُور دُور تک پہنچے گی اور اس کی روشنی جلد جلد دنیا میں پھیل جائے گی۔ جیسا کہ منارہ کی خاصیت ہے۔ گویا کہ مراد یہ نہیں کہ مسیح موعود کا نزول منارہ کے اوپر ہوگا بلکہ مراد یہ ہے کہ مسیح موعود اس حالت میں مبعوث ہوگا کہ سفید منارہ اس کے پاس ہوگا۔ یعنی اشاعتِ دین کے بہترین ذرائع اُسے میسّر ہونگے اور ان معنوں میں مشرق کے لفظ میں یہ بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ مسیح موعود کا سورج اپنے افقِ مشرق سے بہترین حالات کے ماتحت طلوع کریگا اور اس کی کرنیں جلد جلد اکنافِ عالم میں پھیل جائیں گی۔ نیز منارے کے لفظ سے یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ جس طرح ایک چیز جو بلندی پر ہو وہ سب کو نظر آجاتی ہے اور دُور دُور کے رہنے والے بھی اسے دیکھ لیتے ہیں اسی طرح مسیح موعود کا قدم بھی ایک منارہ پر ہوگا اور وہ ایسے روشن اور بیّن دلائل کے ساتھ ظاہر ہوگا کہ اگر لوگ خود اپنی آنکھیں نہ بند کرلیں اور اس کی روشنی کو دیکھنے سے منہ نہ پھیر لیں تو وہ ضرور تمام دیکھنے والوں کو نظر آجائے گا کیونکہ وہ ایک بلند مقام پر ہوگا۔ پس یہ پیشگوئی استعارہ میں ایک نہایت لطیف کلام پر مشتمل ہے جس کی حقیقت کو سمجھا نہیں گیا۔

منارہ کے ساتھ سفید کا لفظ بڑھانے میں بھی ایک حکمت ہے اور وہ یہ کہ گو ہر منارہ دُور سے نظر آتا ہے لیکن اگر وہ سفید ہو تو پھر تو خصوصیت کے ساتھ وہ زیادہ چمکتا اور دیکھنے والوں کی نظر کو اپنی طرف زیادہ کھینچتا ہے یا سفید کا لفظ اِس طرف اشارہ کرتا ہے کہ مسیح موعود کی بلندی بے عیب ہوگی یعنی یہ نہیں ہوگا کہ وہ کسی دنیاوی وجاہت وغیرہ سے ایک بلند مقام پر ہوگا بلکہ اُس کی بلندی خالص طور پر رُوحانی ہوگی اور اسی مقدس صورت میں وہ لوگوں کو نظر آئے گا بشرطیکہ لوگ تعصّب اور ظلمت پسندی کی وجہ سے اپنی آنکھیں خود نہ بند کرلیں۔ اس کی ظاہر مثال یوں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کوٹھڑی کی کھڑکیاں بند کرکے اندر بیٹھ جائے تو باوجود اس کے کہ سورج چڑھا ہوا ہو اس کے کمرہ کے اندر اندھیرا ہی رہے گا۔ مگر اس میں سورج کا کوئی قصور نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے دل کی کھڑکیاں بند کرلے تو رُوحانی سورج اُسے کس طرح روشنی پہنچا سکتا ہے؟ حضرت مرزا صاحبؑ

اِس علامت کے پورا ہونے کا اپنے ایک شعر میں یوں ذکر فرماتے ہیں ۔

از کلمۂ منارہ شرقی عجب مدار
چوں خود ز مشرق است تجلّی نیّرم

یعنی ’’روایات میں جو شرقی منارہ کا ذکر آتا ہے اس کی وجہ سے حیرانی میں نہ پڑو۔ کیونکہ میرے سورج کا طلوع بھی مشرق ہی سے ہوا ہے‘‘۔

نویں علامت

نویں علامت یہ ہے کہ حدیث میں مسیح موعود کا معیّن حلیہ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:۔

بَیْنَمَا أَنَا نَائِمٌ أَطُوْفُ بِالْکَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ یَنْطُفُ اَوْیُهَرَاقُ رَأْسُهٗ مَاءً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا ا بْنُ مَرْیَمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ اَلْتَفَتُ فَإِذَا رَجُلٌ جَسِیْمٌ أَحْمَرُ جَعْدُا لرَّأْسِ أَعْوَرُ الْعَیْنِ کَأَنَّ عَیْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِیَةٌ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا الدَّجَّالُ۔

(صحیح بخاری جلد دوم کتاب بدُ الخلق)

نیز فرماتے ہیں:۔

یَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بَیْنَ مَهْنُوْدَتَیْنِ وَاضِعاً کَفَّیْهِ عَلٰی أَجْنِحَةِ مَلَکَیْنِ اِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهٗ قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَمِنْهُ مِثْلُ جُمَانٍ کَاللُّؤْلُؤِ فَلَا یَحِلُّ لِکَافِرٍ یَجِدُ مِنْ رِیْحِ نَفْسِهٖ اِلَّامَاتَ۔ (صحیح مسلم جلد دوم)

یعنی ’’مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں کہ ناگاہ ایک

آدمی میرے سامنے آیا۔اس کا رنگ گندم گوں تھا اور بال سیدھے اور لمبے تھے اور اس کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے تھے۔میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ ابن مریم ہے پھر اس کے بعد مَیں نے ایک جسیم آدمی دیکھا جو سُرخ رنگ کا تھا اور اس کے بال گھنگرالے تھے اور وہ ایک آنکھ سے کانا تھا۔گویا کہ اس کی ایک آنکھ انگور کے دانے کی طرح پھولی ہوئی تھی۔مجھے بتایا گیا کہ یہ دجّال ہے۔

اور ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ مسیح موعود دمشق سے مشرق کی طرف سفید منارے کے پاس نازل ہوگا اس حال میں کہ وہ دو زرد چادروں میں لپٹا ہوا ہوگا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے ہونگے۔جب وہ اپنا سر جھکائے گا تو اس سے پانی کے قطرے گریں گے اور جب سر کو اُٹھائے گا تو اس سے موتی جھڑیں گے اور ہر کافر جس تک اس کا سانس پہنچے گا مر جائے گا۔‘‘

یہ وہ حلیہ ہے جو احادیث میں مسیح موعود کا بیان ہوا ہے۔اب دیکھ لو کہ کس صفائی کے ساتھ یہ حلیہ حضرت مرزا صاحبؑ میں پایا جاتا ہے۔دنیا جانتی ہے کہ آپ کا رنگ گندم گوں تھا۔آپ کے بال پشم کی طرح نرم اور سیدھے اور لمبے تھے اور سیدھے بھی ایسے کہ ایک ایک بال ریشم کی تار کی طرح الگ الگ نظر آتا تھا۔پھر آپ دو زرد چادروں میں لپٹے ہوئے مبعوث ہوئے تھے۔یعنی دو بیماریاں آپ کو لاحق تھیں اور دعویٰ مسیحیت سے لیکر یومِ وصال تک لاحق رہیں۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں:۔

’’دو مرض میرے لاحق حال ہیں۔ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں اور دوسری بدن کے نیچے کے حصہ میں۔اوپر کے حصہ میں دورانِ سر ہے اور نیچے کے حصہ میں کثرتِ پیشاب ہے اور یہ دونوں مرضیں اس زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے مَیں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے۔مَیں نے ان کیلئے دُعائیں بھی کیں۔مگر منع میں جواب پایا۔‘‘ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۷)

یہ بات کہ زرد کپڑے سے عالمِ رؤیا میں بیماری مراد ہوتی ہے ایک ایسا بیّن امر ہے کہ کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ (مثلاً دیکھو تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۴۱)۔حدیث کے باقی ماندہ امور کے مسیح موعود کے دم سے کافر مریں گے اور سر سے قطرے اور موتی جھڑیں گے وغیرہ اس کے متعلق ہم علامات کی بحث کے اختتام پر ایک نوٹ درج کریں گے کیونکہ یہ باتیں حلیہ کا حصہ نہیں بلکہ عام علامات کا حصہ ہیں۔

نزولِ مسیح کے متعلق ایک زبردست پیشگوئی

اب جبکہ حضرت مسیح ناصری کی وفات اور مسیح ومہدی کے نزول کی علامات کی بحث مکمل ہوچکی ہے اس لئے اگلی بحث (یعنی دسویں علامت کا بیان) شروع کرنے سے قبل حضرت مرزا صاحبؑ کا ایک حوالہ درج کرنا ضروری ہے جس میں حضرت مرزا صاحبؑ نے مسیح ناصریؑ کی وفات اور نزول کے عقیدہ کے متعلق ایک زبردست پیشگوئی فرمائی ہے۔آپ فرماتے ہیں:۔

> ’’اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اُس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حُجّت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا...... یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دُنیا

دوسرے رنگ میں آ گئی ۔مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔تب سب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سب سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دُنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں ۔سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔‘‘

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵، ۶۴، روحانی خزائن جلد 6)

مسیح موعود کا کام

دسویں علامت

مسیح موعود کی دسویں علامت یہ بتائی گئی تھی کہ وہ صلیب کو توڑیگا اور خنزیر کو ماریگا اور دجّال کو قتل کرے گا اور اسلام کو دوسرے مذاہب پر غلبہ بخشے گا۔ حتّٰی کہ آفتاب مغرب سے طلوع کریگا اور مسیح موعود تمام اختلافات میں سچا سچا فیصلہ کرے گا اور کھویا ہوا ایمان پھر دُنیا میں قائم کرے گا اور کثرت کے ساتھ اموال تقسیم کرے گا مگر لوگ اس کے مال کو قبول نہیں کریں گے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:۔

وَاللّٰهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَماً عَدْلاً فَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيْبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيْرَ وَلَيَضَعَنَ الْجِزْيَةَ وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيَدْعُوَنَّ اِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهٗ أَحَدٌ (صحيح مسلم) وَفِيْ رِوَايَةٍ يُفِيْضُ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ أَحَدٌ۔ (صحیح بخاری)

اور قتلِ دجّال کے متعلق روایت ہے جس کا فارسی ترجمہ یہ ہے کہ:۔

’’دجّال چوں نظر بعیسیٰ کند بگداز د۔ چنانچہ نمک در آب بگداز دو بگریزد‘‘

(حجج الکرامہ مصنّفہ نواب صدیق حسن خان آف بھوپال۔ سرگروہ فرقہ اھل حدیث)

فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلَهٗ ۔ (صحیح مسلم) فَفِيْ رِوَايَةٍ وَتَطْلَعُ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا ۔ (مشکوٰۃ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَا لَهٗ رَجُلٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ (أَيْ اَبْنَاءِ فَارِس)

(صحیح بخاری) وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ (مسلم،مشکوٰۃ،بخاری سورۃ توبہ رکوع ۵)

یعنی ’’خدا کی قسم! تم میں ابن مریم ضرور ضرور نازل ہوگا۔اور وہ تمہارے اختلافات میں سچا سچا فیصلہ کرے گا (یعنی روایات یا عقائد یا اعمال وغیرہ میں جو اختلافات پیدا ہو چکے ہونگے اُن میں مسیح موعود سچّا سچّا فیصلہ کریگا) اور وہ ضرور صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ کو موقوف کر دیگا (اور اس کی تشریح میں بخاری کی ایک روایت ہے کہ وہ جنگ کو موقوف کر دیگا) اور اس کے زمانہ میں سواری کی اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی یعنی ان پر سفری سواری نہیں ہوگی (اور اس کے ماننے والوں میں) کینہ اور بغض اور حسد جاتا رہے گا (اور مسیح موعود لوگوں کو مال کی طرف بلائے گا مگر کوئی اس کے مال کو قبول نہیں کرے گا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ مال بہائے گا مگر کوئی نہیں لے گا اور ایک روایت میں یُوں ہے کہ جب دجّال اسے دیکھے گا تو اس طرح پگھلنا شروع ہوجائے گا جس طرح کہ پانی میں نمک پگھلتا ہے اور دجّال اس سے بھاگے گا لیکن مسیح موعود اس کا پیچھا کر کے باب لُدّ کے پاس اسے آدبائے گا اور اسے قتل کر دے گا اور اس کے زمانہ میں آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا اور ایمان اگر دنیا سے ایسا مفقود بھی ہو چکا ہوگا کہ گویا ثریّا ستارہ پر چلا گیا ہے تو پھر بھی ایک مردِ کامل جو فارسی الاصل ہوگا اُسے دوبارہ دنیا میں اُتار لائے گا (یعنی یہی مسیح موعود کھوئے ہوئے ایمان کو دنیا میں پھر دوبارہ قائم کرے گا) اور قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ ہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے تمام دوسرے دینوں پر غالب

کر دکھائے (اس آیت کو مفسّرین نے مسیح موعود کے زمانہ پر منطبق کیا ہے) اور صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ وعدہ مسیح موعود کے زمانہ میں پورا ہوگا''۔

مسیح موعود کی علامتوں میں سے یہ دسویں علامت ہے اور درحقیقت یہی تمام علامتوں کی جان ہے کیونکہ اس میں مسیح موعود کا کام بتایا گیا ہے اور ایک روحانی مصلح کی سب سے بڑی شناخت اس کے کام کے ذریعہ سے ہی ہوا کرتی ہے اسی لئے ہم نے اِس علامت کی بحث کو ایک الگ اور مستقبل باب میں بیان کرنا مناسب سمجھا ہے۔ درحقیقت اگر یہ ثابت ہوجائے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے وہ کام کر دکھایا ہے اور سنتِ رسل کے مطابق اس کی تخم ریزی کردی ہے جو مسیح موعود کے ہاتھ پر سر انجام پانا مقدر تھا تو پھر کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہے گی اور اس کے بعد کسی اَور فرضی مسیح ومہدی کا انتظار بے سود ہوگا۔ کیونکہ اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جاوے کہ حضرت مرزا صاحبؑ موعود مسیح و مہدی نہیں ہیں تو پھر بھی اگر آپؑ کے ذریعہ مسیح موعود اور مہدی معہود کا مقررہ کام واقعی پورا ہو گیا ہے تو اس اصلی (گو ہمارے نزدیک فرضی) مسیح ومہدی کا مبعوث کیا جانا ایک محض لغو فعل ہوگا جو خدا جیسی حکیم ذات سے ہرگز متوقع نہیں ہوسکتا۔ مگر اس بحث کو شروع کرنے سے پہلے بعض تمہیدی باتوں کا بیان کردینا ضروری ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ کسرِ صلیب سے کیا مراد ہے؟ سو ہر عقلمند سوچ سکتا ہے کہ کسرِ صلیب سے یہ تو ہرگز مراد نہیں ہوسکتی کہ مسیح موعود ظاہری صلیب کی لکڑی کو توڑتا پھرے گا اور گویا اس کی بعثت ہی اس غرض سے ہوگی کہ ساری عمر صلیب کی لکڑی کو توڑتا پھرے کیونکہ اوّل تو یہ بات ایک مرسلِ یزدانی کی شان سے بعید ہے کہ وہ محض ایک لکڑی کو توڑنے کیلئے مبعوث کیا جائے دوسرے ایسا فعل کوئی حقیقی فائدہ بھی نہیں دے سکتا۔ کیا صلیب کی لکڑی کے توڑے جانے سے مسیح پرستی مٹ سکتی ہے؟ یا اس سے ساری دنیا کی لکڑی ختم ہوجائے گی اور مسیحی لوگ آئندہ صلیب نہیں بنا سکیں گے؟ خوب یاد رکھو کہ جب تک مسیحیت کے باطل خیالات کا زور

موجود ہے صلیب قائم ہے اور محض اس کی لکڑی کو توڑ کر خوش ہونا ایک طفلانہ فعل ہے جو سوائے اس کے شماتتِ اعداء کا موجب ہو کوئی فائدہ نہیں بخش سکتا۔ صلیب صرف اسی صورت میں ٹوٹ سکتی ہے کہ مسیحی لوگوں کے دلوں کو فتح کر کے صلیبی مذہب کا زور توڑ دیا جاوے اور براہین قویّہ سے اس کا بُطلان ثابت کر دیا جائے اس صورت میں بیشک صلیب کی ظاہری لکڑی بھی ٹوٹ جاویگی کیونکہ جب دنیا صلیبی عقائد سے بیزار ہوگی تو لازماً صلیب خود بخود توڑ کر پھینک دی جائے گی۔

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خیال کرنا کہ کسی زمانہ میں عیسائی مذہب دنیا سے بالکل مِٹ جائے گا ایک غلط خیال ہے کیونکہ قرآن شریف کی نص صریح وَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (سورۃ مائدہ رکوع ۹) یعنی ہم نے عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان قیامت تک دشمنی بھڑکا رکھی ہے) سے ثابت ہے کہ عیسائی مذہب قیامت تک رہے گا۔ پس کسرِ صلیب کے یہ معنے بھی نہیں ہو سکتے کہ صلیبی مذہب بالکل ہی مٹ جائے گا بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ اس کا زور ٹوٹ جاوے گا اور اس کا غلبہ جاتا رہے گا اور بجائے اس کے کہ وہ دنیا کے غالب مذہبوں میں شمار ہو وہ کمزور اور مغلوب مذہبوں میں شمار ہونے لگے گا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قتلِ دجّال سے کیا مراد ہے؟ سو اس کے متعلق بھی جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ دجّال کسی ایک شخص کا نام نہیں بلکہ مسیحی اقوام اور اس گروہ کے پادریوں کا نام ہے۔ یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ قتلِ دجّال سے ان لوگوں کی مجموعی ہلاکت مُراد ہے بلکہ قتلِ دجّال سے یقیناً یہی مراد ہے کہ مسیحی اقوام اور ان کے باطنی مذہبی خیالات اور ان کی مادیت اور ان کے جھوٹے فلسفہ کا غلبہ خاک میں ملا دیا جاوے گا۔ اور اس جگہ ایک خاص نکتہ یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ دجّال سے محض مسیحیت مراد نہیں کیونکہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھی اور آپ کے ساتھ اسکا مقابلہ بھی ہوا اور اُسے شکست بھی ہوئی۔ پس اگر

مسیحیت کے باطل خیالات اور اس کے حامی دجّال ہیں تو یہ دجّال تو آپؐ کے سامنے آیا اور آپؐ نے اُسے شکست دی۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ دجّال کو صرف مسیح موعود قتل کرے گا اور نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر دجّال میرے زمانہ میں نکلا تو مَیں اس کا مقابلہ کرونگا۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ آپ کے زمانہ میں نہیں نکلا۔ پس دجّال سے بہر حال وہ چیز مراد لینی ہوگی جو آپؐ کے زمانہ میں نہیں نکلی۔ وہ کیا ہے؟ وہ یہی مسیحیت کے باطل خیالات کا عالمگیر غلبہ اور انتشار فی الارض ہے اور مسیحی اقوام کی ترقی کے ساتھ جو مادیّت کے فتنے پیدا ہو کر تمام روئے زمین پر ایک سیلِ عظیم کی طرح چھا گئے ہیں وہ بھی دجّال ہیں۔ نیز وہ باطل خیالات بھی دجال ہیں جو فیج اعوج کے زمانہ میں مسلمانوں کے اندر رائج ہو کر مسیحی عقائد کی تقویت کا موجب ہوئے ہیں۔ مثلاً عقیدہ حیاتِ مسیح اور مسیح کا آسمان کی طرف زندہ اُٹھایا جانا اور امّتِ محمدیہ کی اصلاح کیلئے محمد رسول اللہؐ کو چھوڑ کر خدا کے مسیحؑ کو محفوظ رکھنا اور تمام نبیوں میں صرف مسیحؑ ہی کا مسِ شیطان سے پاک ہونا اور اس کا پرندوں کو پیدا کرنا، مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ وغیرہ سب دجّالی طلسم کا حصہ ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں نہ تھیں۔ یعنی نہ تو مسیحیت کے باطل خیالات کا غلبہ تھا جو ساری دنیا پر چھا گیا ہو اور نہ اس کے علومِ جدیدہ کے نتیجہ میں اس کی خطرناک مادیّت اور دین کی راہ کے مہیب فتنے پیدا ہوئے تھے اور نہ خود مسلمانوں کے خیالات بگڑ کر مسیحیت کے مددگار بنے تھے۔ پس یہی باتیں اور اِن باتوں کے حامی اصل دجّال ہیں جنہوں نے اس زمانہ میں اپنے پورے زور کے ساتھ خروج کیا ہے۔ لہٰذا قتل دجّال سے بھی اِسی دجّال کا قتل مُراد ہے یعنی قتلِ دجّال سے مسیحیت کے اس خطرناک غلبہ اور اس کے مؤیّدات کا کامل کھنڈن مراد ہے جو اس زمانہ میں ظاہر ہوئے ہیں اور الحمدللہ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ اس قتل کے آثار رونما ہو رہے ہیں اور دجّال کو وہ ضربیں لگ چکی اور لگ رہی ہیں جو اُسے ہرگز جانبر نہ ہونے دیں گی اور یقیناً سمجھو کہ اس کی نزع کی حالت ہے

بلکہ اہلِ بصیرت کے نزدیک تو وہ مُردوں میں شامل ہو چکا۔جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ دجّال کے پگھلنے سے کیا مراد ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ دجّال کے پگھلنے سے یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ مسیح موعود کو ایسا رُعب اور ایسی روحانی طاقت عطا کرے گا کہ اس کے مقابل پر دجّال گویا خود بخود تحلیل ہونا شروع ہوجائے گا اور اُس کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جائیں گے اور مسیح موعود کے سامنے میدان میں نکلنے سے ڈرے گا اور خدا تعالیٰ مسیح موعود کے زمانہ میں ایسی مخفی طاقتوں کو حرکت میں لائے گا کہ جو دجّال کا اندر ہی اندر خاتمہ کردینگی۔چنانچہ جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا اس کے بھی آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ بابِ لُدّ سے کیا مراد ہے؟ سو جاننا چاہیئے کہ بعض محدثین جو یہ کہتے ہیں کہ لُدّ ایک جگہ کا نام ہے جو دمشق کے پاس ہے یہ محض ان کا خیال ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بابِ لُدّ کی تعیین نہیں فرمائی تو ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم معقول طور پر اس کی کوئی تاویل کریں۔سو ہم کہتے ہیں کہ لُدّ ایک عربی لفظ ہے جو الد کے جمع ہے جس کے معنے ہیں ''جھگڑا اور مجادلہ کرنے والا''۔جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے **وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ** (یعنی وہ سب جھگڑنے والوں سے زیادہ جھگڑالو ہے) نیز فرمایا **قَوْمًا لُّدًّا** (یعنی جھگڑالو قوم) پس لفظی طور پر بابِ لُدّ کے یہ معنے ہوئے کہ ''جھگڑا اور مجادلہ کرنے والوں کا دروازہ''۔اور اس لحاظ سے حدیث نبویؐ کے یہ معنے بنتے ہیں کہ مسیح موعود دجّال کو مجادلہ اور جھگڑا کرنے والوں کے دروازہ پر قتل کرے گا یعنی دجّال مسیح موعود سے بھاگے گا لیکن آخر مجادلہ کرنے والوں کے دروازہ کے پاس مسیح موعود اُسے آدبائے گا اور اُسے قتل کردیگا۔اب اس تشریح کے ماتحت کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔کیونکہ اس کلام کے صاف طور پر یہ معنے ہیں کہ دجّال مسیح موعود کے سامنے آنے سے بھاگے گا لیکن مسیح موعود اسکا تعاقب کرے گا۔اور آخر مجادلہ ومناظرہ کے میدان میں اُسے آدبائے گا اور اسے مار ڈالے گا۔یعنی اس کا قتل تلوار کا قتل نہ ہوگا بلکہ دلائل اور براہین کا قتل ہوگا۔**وھو المراد۔**

پانچواں سوال حل طلب یہ ہے کہ مال کی طرف بلانے کے کیا معنے ہیں؟ سو اس کا جواب سہل ہے کہ مال سے روحانی مال مراد ہے جو مسیح موعود نے دنیا کے سامنے کثرت کیساتھ پیش کیا لیکن دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ دوسرے یہ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ مسیح موعود اپنے مخالفوں کیلئے بڑے بڑے انعام مقرر کرے گا تا وہ اس کے سامنے آویں اور اس کا مقابلہ کر کے انعام حاصل کریں مگر کوئی مخالف اس کے سامنے نکل کر انعام کا حقدار نہ بنے گا۔ گویا مراد یہ ہے کہ مسیح موعود اپنے مخالفوں کے سامنے مال پیش کریگا مگر کوئی اُسے نہ لے گا۔ ورنہ محض دنیا داروں کی طرح مال دینا تو روحانی لوگوں کے لئے کوئی خوبی کی بات نہیں۔

مذکورہ بالا بیان کے مطابق مسیح موعود و مہدی معہود کا کام خلاصۃً مندرجہ ذیل شاخوں میں تقسیم شدہ نظر آتا ہے:۔

۱۔ اختلافاتِ اندرونی میں حکم وعدل ہو کر فیصلہ کرنا۔

۲۔ اسلام پر جو بیرونی حملے ہوتے ہیں اس کا دفعیہ کرنا۔ خصوصاً مسیحیت اور مادّیت کے زور کو توڑنا اور اسلام کو تمام دوسرے مذاہب پر غالب کر دکھانا اور اس کی تبلیغ کو اکنافِ عالم تک پہنچانا۔ خصوصاً مغربی ممالک یعنی یورپ اور امریکہ وغیرہ کو اپنی تبلیغ کے ذریع فتح کرنا۔

۳۔ کھوئے ہوئے ایمان کو پھر دنیا میں قائم کرنا۔

یہ وہ تین عظیم الشان کام ہیں جو مسیح موعود کیلئے مقرر ہیں اور خدا کے فضل سے حضرت مرزا صاحبؑ نے ان کاموں کو اس خیر وخوبی سے انجام دیا ہے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء (جو حکماً آپ کے اندر شامل ہیں) انجام دے رہے ہیں کہ مخالفین کو بھی اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں۔

مسیح موعود کا پہلا کام

مسیح موعود کا پہلا کام اختلافاتِ اندرونی کے متعلق حَکم ہو کر فیصلہ کرنا تھا۔ سو اِس کے متعلق

جاننا چاہیئے کہ اس زمانہ میں امتِ محمدیہؐ کے اندرونی اختلافات چند قسموں پر مشتمل ہیں:۔

اوّل صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق اختلافات۔

دوم ملائکہ کے متعلق اختلافات۔

سوم سلسلہ رسالت کے متعلق اختلافات۔

چہارم بعث بعد الموت اور جزاء سزا اور جنّت ودوزخ کے متعلق اختلافات۔

پنجم مسئلہ تقدیر خیر وشر کے متعلق اختلافات۔

ششم خلافتِ راشدہ کے متعلق اختلافات۔

ہفتم قرآن وحدیث کے مرتبہ کے متعلق اختلافات۔

ہشتم اہل حدیث واہل فقہ کے متعلق اختلافات۔

نہم مسائل علمی کے متعلق اختلافات۔

دہم مسائل فقہی کے متعلق اختلافات۔

یہ وہ دس قسم کے اختلافات ہیں جنہوں نے اس زمانہ میں اسلامی دنیا میں ایک اندھیر مچا رکھا تھا اور علاوہ آپس کی تُوتُو مَیں مَیں کے اِن کی وجہ سے مسلمانوں میں ایسی ایسی باتیں پیدا ہوگئی تھیں جنہوں نے اسلام کو دنیا میں بدنام کر دیا تھا اور دشمن کو اسلام پر حملہ کرنے کا ایک بہت بڑا موقعہ ہاتھ آ گیا تھا فہمیدہ مسلمان اس بات سے تنگ آ کر اور کوئی مخلصی کی راہ نہ دیکھ کر اسلام کی حالت پر خون کے آنسو بہاتے تھے اور بعض کمزور ایمان تو اسلام کو خیر باد کہہ رہے تھے۔ ایسے طوفانِ عظیم کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مرزا صاحبؑ کو حَکم وعَدل بنا کر مبعوث فرمایا۔ جنہوں نے آتے ہی اپنا سفید جھنڈا بلند کر دیا اور پُکار کر کہا اِدھر آؤ کہ خدا نے مجھے تمہارے اختلافات میں حکم بنا کر بھیجا ہے۔ آؤ کہ مَیں تمہارے اختلافات میں سچّا سچّا فیصلہ کروں گا۔ اس کے بعد آپ اس روحانی عدالت کی کرسی پر جلوہ افروز ہوگئے اور قضاء کا کام شروع ہوا۔

سب سے پہلا اختلاف یہ تھا کہ عام طور پر مسلمانوں میں یہ عقیدہ رائج ہو چکا تھا کہ خدا قدیم زمانہ میں تو بے شک اپنے بندوں کے ساتھ کلام کرتا تھا لیکن اب نہیں کرتا۔ گویا وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ آپ نے فیصلہ فرمایا اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے قطعی طور پر ثابت کر دیا کہ خدا کے متعلق ایسا گمان کرنا سخت الحاد ہے کہ اس کی قوتِ گویائی اب باطل ہوگئی ہے۔ آپ نے بتایا کہ اگر خدا بولتا نہیں تو اسلام بھی ایک مُردہ مذہب ہے اور اس کا دارومدار بھی دوسرے مذہب کی طرح محض قصوں پر رہ جاتا ہے جو ایک عاشق زار اور حق کے متلاشی کی پیاس کو ہرگز بجھا نہیں سکتے اور آپ نے ثابت کیا کہ اسلام اور قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شیریں پھل ہمیشہ جاری ہے اور جیسا کہ قرآن مجید نے بتایا ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وہ پھل یہی ہے کہ سچی اتباع کرنے والے کو خدا اپنے ذاتی تعلق سے نوازتا ہے اور اسے حسب استعداد اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور آپ نے اپنے ذاتی مشاہدہ سے اس مسئلہ کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا۔

دوسرا اختلاف خدا کے متعلق یہ تھا کہ جب تک خدا نے کسی کے متعلق عذاب کا فیصلہ نہ کیا ہو اُس وقت تک تو وہ بے شک رحمت نازل کرسکتا ہے۔ مگر عذاب کے بعد وہ توبہ و استغفار پر بھی عذاب کے فیصلہ کو بدل کر رحمت نازل نہیں کرسکتا۔ بلکہ وہ نعوذ باللہ مجبور ہے کہ اپنے پہلے فیصلہ کے مطابق عمل کرے۔ آپ نے اس مسئلہ کو بھی عقل اور نقل ہر دو لحاظ سے صاف کیا اور ثابت کر دیا کہ یہ جھوٹا عقیدہ خدا کی قدرتِ کاملہ اور اس کی وسیع رحمت ہر دو کے منافی ہے۔ اِسی لئے خدا فرماتا ہے کہ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ۔

پھر خدا کے متعلق یہ اختلاف تھا کہ گویا اس نے بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل کے سوا کسی اَور اُمّت میں رسول نہیں بھیجا اور اپنی رحمت کیلئے بس انہی دو گروہوں کو مخصوص کرلیا۔ مگر آپ نے بدلائل اس خیال کا باطل ہونا ظاہر کیا اور عقل اور نقل سے یہ بات ثابت کر دی کہ ہر اُمّت نے خدا

کے مکالمہ ومخاطبہ سے حصہ لیا ہے اور ہر امّت میں اس کے رسول آتے رہے ہیں جیسا کہ قرآن فرماتا ہے کہ وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيۡهَا نَذِيۡرٌ چنانچہ آپ نے ہندوؤں کے کرشن، بدھ مذہب کے گوتم بدھ، اہلِ چین کے کنفیوشس اور پارسیوں کے زرتشت کی رسالت کا بھی اقرار کیا اور بین الاقوامی تعلقات میں ایک انقلابی صورت پیدا کردی۔

پھر خدا کے الہام کے متعلق یہ اختلاف تھا کہ الہام الفاظ نہیں ہوتا بلکہ صرف ایک مفہوم دل میں ڈالا جاتا ہے گویا وہ نیک یا عمدہ خیالات جو دل میں پیدا ہوتے ہیں وہی الہام ہیں۔آپ نے اس خیال کو غلط ثابت کیا اور قرآنی تعلیم اور عقلی دلائل اور مشاہدہ کی بناء پر ثابت کیا کہ گو وحی خفی بھی کلام الٰہی کی ایک قسم ہے مگر زیادہ اعلیٰ اور زیادہ محفوظ کلام الفاظ کے ذریعہ نازل ہوتا ہے اور قرآنی وحی بھی اِسی قسم میں داخل تھی۔

پھر خدا کی صفتِ قبولیتِ دُعا کے متعلق یہ اختلاف تھا کہ بعض مسلمان یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ دُعا صرف ایک عبادت ہے ورنہ یہ نہیں ہوتا کہ کسی کی دُعا کی وجہ سے خدا اپنے فیصلہ یا ارادہ کو تبدیل کرے۔آپ نے اس خیال کو بدلائل غلط ثابت کیا اور قرآنی تعلیم اور واقعات اور مشاہدہ کی یقینی دلیل سے اس کا بطلان ظاہر کیا۔

پھر خدا کے متعلق یہ اختلاف تھا کہ گویا وہ اپنے بندوں کو اپنے اختیارات دے دیتا ہے اور پھر اس کے یہ بندے بھی مستقل طور پر خدا کی طرح خدائی قدرتیں دکھانے لگتے ہیں۔اس خیال نے اسلام میں اکاذیب اور جھوٹے قصّوں کا ایک طومار کھڑا کردیا تھا۔آپ نے اِس کو بدلائل غلط ثابت کیا۔

پھر خدا سے اُتر کر ملائکہ کے متعلق بہت سے اختلافات تھے۔مثلاً یہ کہ ان کی ماہیت کیا ہے اور ان کے کیا کیا کام ہیں اور وہ کس طرح اپنا کام کرتے ہیں اور ان کی ضرورت کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔آپ نے بڑی مدلّل بحثوں کے ساتھ ان نازک مسائل پر روشنی ڈالی اور اس مسئلہ میں

ایک سچا سچا رستہ قائم کر دیا۔

پھر سلسلہ رسالت کے متعلق اختلاف تھا کہ ہر قسم کی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے اور اب کوئی شخص خواہ وہ آپ سے ہی فیض پانے والا اور آپ کی ہی شریعت کا خادم ہو نبی نہیں ہوسکتا۔ آپ نے بدلائل ثابت کیا کہ خاتم النّبیّین کے وہ معنے نہیں ہیں جو سمجھے گئے ہیں اور سلسلہ رسالت کے بند ہونے سے یہ مراد نہیں کہ اب کسی قسم کا بھی نبی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف شریعت والی نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے مگر غیر تشریعی اور ظلّی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ اگر نبوت کے تمام شعبے بند اور منقطع سمجھے جاویں تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اُمّتِ محمدیہ سے ایک عظیم الشان رحمت اور انعام الٰہی کے چھینے جانے کا باعث ہوا ہے۔ غرض آپ نے نقل و عقل سے اس مسئلہ کا بطلان ثابت کیا۔

پھر انبیاء اور رسل کے متعلق یہ خطرناک اختلاف تھا کہ گویا نعوذ باللہ سب نبی گنہگار رہیں اور سوائے مسیح ناصریؑ کے کوئی نبی معصوم اور مسِّ شیطان سے پاک نہیں۔ آپ نے براہین قویّہ سے اس خیال کو غلط ثابت کیا اور بڑے زوردار مضامین سے اس معاملہ میں حقیقتِ امر کو واضح کیا۔

پھر نبوت کے مفہوم کے متعلق یعنی اس امر کے متعلق کہ نبی کیا ہوتا ہے اور مقامِ نبوت سے کیا مراد ہے نہایت باطل خیالات رائج ہو گئے تھے۔ آپ نے ان کو بدلائل صاف کیا۔

پھر بعث بعد الموت اور جزاء وسزا اور جنّت و دوزخ کی حقیقت کے متعلق عجیب عجیب خیالات پیدا ہو گئے تھے جن کی وجہ سے غیروں کو اسلام پر حملہ کرنے کا بہت موقعہ مل گیا تھا۔ جنت و دوزخ کی حقیقت کے متعلق تو ایسے ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا کہ بس خدا کی پناہ۔ آپ نے اس کے متعلق نہایت لطیف اور مدلّل مضامین لکھے اور قرآن وحدیث سے اصل حقیقت واضح فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن بھی جو پہلے معترض تھا ان مضامین پر عش عش کر اُٹھا۔

پھر مسئلہ تقدیر ہمیشہ سے بحث کا جولانگاہ رہا ہے اور اس میں اختلافات کی کوئی حد نہیں رہی

آپ نے اسے ایسا صاف کیا کہ اب ایک بچہ بھی اسے سمجھ سکتا ہے۔

پھر خلافتِ راشدہ کے متعلق سُنیوں شیعوں کے اختلافات شائع ومتعارف ہیں ان میں آپ نے سچا فیصلہ فرمایا۔

پھر قرآن وحدیث کے مرتبہ کے متعلق یعنی ان دونوں میں سے کون دوسرے پر قاضی ہے ایسے خیالات کا اظہار ہوا ہے کہ انہیں سُن کر ایک مسلمان کا بدن کانپ اٹھتا ہے۔ مسلمانوں کے ایک فرقے نے قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا اور حدیث کے آگے ایک بُت کی طرح گر گئے تھے۔ آپ نے ان مسائل پر بڑی بڑی لطیف بحثیں کیں۔ اور ایک طرف تو سنّت کو حدیث سے الگ ثابت کیا اور دوسری طرف قرآن وسنّت وحدیث کا الگ الگ مرتبہ دلائل اور براہین کے ساتھ متعیّن کیا۔

پھر اہل فقہ اور اہل حدیث کے اختلافات اور باہمی کشمکش مشہور ہیں۔ آپ نے دلائل دے کر طرفین کو ان کی غلطی پر متنبّہ کیا اور پھر دونوں کی جو جو خوبیاں تھیں وہ بھی ظاہر فرمائیں اور افراط اور تفریط کے درمیان میانہ روی کا راستہ قائم کیا۔

پھر معجزات کی حقیقت اور معجزات اور کرامات کے فلسفہ کے متعلق نیچریوں اور اہل حدیث اور حنفیوں میں اختلافات کی کوئی حد نہ تھی۔ آپ نے اس مسئلہ پر وہ سیر کن بحثیں کیں کہ کسی اختلاف کی گنجائش نہ چھوڑی۔

پھر مسئلہ جہاد ایک نہایت خطرناک صورت اختیار کر گیا تھا جس سے اسلام پر ایک بدنُما دھبّہ لگتا تھا کہ گویا اسلام مذہب میں جبر کی تعلیم دیتا ہے۔ آپ نے روشن دلائل کے ساتھ اسے صاف کیا اور لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے اصول کے ماتحت سچی سچی راہ ظاہر فرمائی۔

پھر انبیاء کا مزعومہ علمِ غیب اور اس کا فلسفہ باوجود مباحث کا جولانگاہ ہونے کے سخت تاریکی میں پڑا ہوا مسئلہ تھا۔ آپ نے تحریر وتقریر سے اس پر گویا ایک سورج چڑھا دیا۔

پھر مسائل فقہی میں تو اختلاف کی کوئی حد ہی نہ تھی آپ نے بعض فروعی اختلافات کو قائم

رکھااوراس کوامّت کیلئے ایک رحمت قرار دیااور بعض میں بدلائل صحیح صحیح راہ بتادی۔

یہ بعض ان اختلافات کی مختصر فہرست ہے جو مسلمانوں میں رونما ہو چکے تھے اور جن کے متعلق حضرت مرزا صاحبؑ نے حَکَم ہو کر فیصلہ کیا۔ اگر اختلافاتِ امّت اور اُن پر حضرت مرزا صاحب کا محاکمہ پورے طور پر بیان کیا جاوے تو ایک ضخیم کتاب ہو جاوے اس لئے اس جگہ صرف چند موٹے موٹے اختلافات مثال کے طور پر مختصر بیان کئے گئے ہیں۔ (ان کیلئے دیکھیں کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ حقیقۃ الوحی، براہین احمدیہ، نزول المسیح، انوارالاسلام، انجام آتھم، لیکچر لاہور، چشمہ معرفت، پیغام صلح، آئینہ کمالات اسلام، توضیح مرام، برکات الدعا، ایک غلطی کا ازالہ، اسلامی اصول کی فلاسفی، الحق لدھیانہ، کشتی نوح، وغیرہ)

اس جگہ اگر کوئی شخص یہ شبہ کرے کہ اختلافات کے متعلق تو تمام علماء اپنی اپنی رائے کا اظہار کرتے ہی آئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحبؑ نے اس معاملہ میں کیا زیادت کی؟ تو یہ ایک باطل شبہ ہوگا۔ کیونکہ رائے کا اظہار تو ایک بچہ بھی کرسکتا ہے مگر حضرت مرزا صاحبؑ نے جس رنگ میں اختلافاتِ امّت کا فیصلہ کیا ہے وہ اپنے اندر بعض امتیازی خصوصیات رکھتا ہے جن سے آپ کے حَکَم ہونے پر زبردست روشنی پڑتی ہے اور وہ خصوصیات یہ ہیں:۔

ا۔ آپ نے کسی مسئلہ میں کسی پارٹی کا جانب دار ہو کر رائے نہیں دی بلکہ ہمیشہ ایک ثالث حَکَم کے طور پر رائے دی ہے۔ اسلئے آپ کے فیصلہ جات عصبیّت کے زہریلے اثر سے بالکل پاک ہیں اور یہ ایک بڑی بھاری خصوصیت ہے۔ جو شخص آپ کے فیصلہ جات کو دیکھے گا وہ یہ بات محسوس کرنے پر مجبور ہوگا کہ آپ کا ہر فیصلہ ایک منصفانہ اور غیر جانب دارانہ رنگ رکھتا ہے۔

۲۔ آپ نے صرف رائے کا اظہار نہیں کیا بلکہ عقلی اور نقلی دونوں پہلوؤں سے دلائل کا ایک سورج چڑھا دیا ہے اور متلاشیانِ حق کے لئے کسی اختلاف کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ جس بات پر بھی آپ نے قلم اُٹھایا ہے اس کا ہمیشہ کیلئے ایک ایسا فیصلہ کر دیا ہے جو ایک پہاڑ کی طرح اپنی

جگہ سے ہلا یا نہیں جا سکتا اور کوئی غیر متعصب شخص اس کی قطعیّت کا لوہا مانے بغیر نہیں رہ سکتا اور ہر فیصلے کیلئے ایسے اصول قائم کئے ہیں کہ منکر کیلئے کوئی جائے فرار نہیں چھوڑی۔

۳۔آپ نے فوق العادت طاقتوں اور خدائی نشانوں کے زور سے اپنی ہر بات قائم کی ہے یعنی صرف نقل وعقل ہی سے اپنی بات ثابت نہیں کی بلکہ منکر کی مخالفت پر تائیدالٰہی کے نشان دکھا دکھا کر اپنے فیصلوں پر خدائی مہر ثبت کر دی ہے۔پس کُجا یہ فیصلے اور کُجا مولویوں کی بحثیں!! چہ نسبت خاک را با عالَمِ پاک۔

مسیح موعود کا دوسرا کام

دوسرا کام مسیح موعود کا بیرونی حملوں کو ردّ کرنا اور دوسرے مذاہب کے مقابل پر اسلام کو غالب کر دکھانا تھا اور اسلام کی تبلیغ کو وسیع کر کے اسلام کے نام پر ساری دنیا کو اور خصوصاً ممالک مغربی کو فتح کرنا تھا۔ یہ کام بھی جس خیر وخوبی سے انجام پایا اور پا رہا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔سب سے پہلے ہم ان باتوں کو لیتے ہیں جو مسلمانوں کی اپنی غلطی سے اسلام میں پیدا ہوئیں اور جنہوں نے دوسرے مذاہب کو اسلام پر حملہ کرنے کا بڑا موقعہ دے دیا۔ یہ وہ اختلافاتِ اندرونی تھے جن کی وجہ سے اسلام کے منور چہرہ پر گرد چھا گئی تھی۔سو اس کے متعلق مختصراً بیان کیا جا چکا ہے کہ کس طرح حضرت مرزا صاحبؑ نے وہ گرد دھو دی ہے۔اب صرف وہ باتیں بیان کرنا باقی ہیں جو خاص طور پر مسیح ناصریؑ کے متعلق مسلمانوں میں پیدا ہو گئی تھیں اور جن کی وجہ سے دجّال کو اس قدر تقویت مل گئی کہ وہ اسلامی کیمپ میں سے کئی لاکھ آدمی نکال کر لے گیا۔ان باتوں کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔مسیح ناصریؑ کے متعلق مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ خلاف سنّت اللہ اسی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے اور موت سے محفوظ رہے درآنحالیکہ نبیوں کے سرتاج محمد رسول اللہؐ زیرِ خاک مدفون ہیں۔

۲۔ یہ عقیدہ کہ مسیح ناصریؑ خَلق کیا کرتے تھے۔ چنانچہ کئی پرندے انہیں کے پیدا کردہ ہیں درآنحالیکہ اَور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں پائی گئی۔

۳۔ یہ عقیدہ کہ مسیح ناصریؑ حقیقی مردے زندہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ اس طرح کہ وہ مُردے کو کہتے تھے اُٹھ اور وہ قبر سے اُٹھ کر ان کے ساتھ ہو لیتا تھا۔ چنانچہ اس طرح انہوں نے ہزاروں مُردے زندہ کئے مگر کسی اَور نبی کو یہ طاقت نہیں دی گئی۔

۴۔ یہ عقیدہ کہ مسیح ناصریؑ کا وہ بلند پایہ ہے کہ جب دجّال کا فتنہ پیدا ہوگا جو بقول مخبرِ صادق سارے فتنوں سے بڑا فتنہ ہے تو ان کے سوا اَور کسی شخص میں اِس فتنے کے مٹانے کی طاقت نہ ہوگی۔ نہ محمد رسول اللہؐ میں اَور نہ کسی اور نبی میں۔ چنانچہ اسی لئے صرف مسیح ناصریؑ ہی اس کام کیلئے موت سے محفوظ رکھے گئے کیونکہ شاید خدا کو بھی ان جیسا کوئی اَور مصلح بنانے کی طاقت نہ تھی۔

۵۔ یہ عقیدہ کہ مسیح ناصریؑ کے سوا کوئی نبی مسِّ شیطان سے پاک نہیں۔ نہ (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہؐ نہ کوئی اَور۔ سب کسی نہ کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ مگر نہیں ہوا تو صرف یہی مریم صدیقہ کا عجیب وغریب فرزند۔

یہ وہ پانچ خطرناک خیالات ہیں جو مسلمانوں میں مسیح ناصریؑ کے متعلق پیدا ہو گئے تھے اور جنہوں نے مسیحیت کو نہایت درجہ تقویت دے دی تھی۔ ظاہر ہے کہ اِن خیالات کے ہوتے ہوئے مسلمان مسیحیوں کے ہاتھ میں ایک نہایت آسان شکار تھے۔ چنانچہ عیسائیوں نے کئی لاکھ مسلمان اسی داؤ پیچ سے عیسائی بنا لئے اور مسلمان بیچارے اُن کے آگے گویا بالکل بے دست و پا تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک بڑے مرتبہ کا مسیحی پادری لاہور میں وعظ کہہ رہا تھا اور یہی باتیں مسلمانوں کے خلاف پیش کر رہا تھا۔ اس کے سامعین جن میں بعض مولوی بھی تھے خوف کے مارے سہمے جا رہے تھے اور وہ مسیحیت کا بہادر سپوت اِن دلائل کو بیان کر کر کے رعد

کی طرح گرج رہا تھا۔ اتفاق سے ہمارے معزز دوست مفتی محمد صادق صاحب جو چند سال پیشتر امریکہ میں ہمارے مبلّغ رہ چکے ہیں وہاں جا پہنچے اور پادری صاحب سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ پادری صاحب! آپ یہ کیا باتیں کہتے ہیں؟ ہم تو اِن باتوں کو قبول نہیں کرتے اور نہ یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں بلکہ ہم تو مسیحؑ کو صرف اللہ کا ایک نبی مانتے ہیں جو اپنی عمر گذار کر فوت ہو گیا اور اس میں کوئی ایسی خاص بات نہ تھی جو دوسرے نبیوں میں نہ ہو بلکہ کئی اَور نبی اُس سے بڑھے ہوئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ پادری نے مفتی صاحب کی یہ تقریر سُنی تو کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے تم قادیانی ہو۔ ہم تم سے بات نہیں کرتا اور یہ کہہ کر اُسنے اپنی تقریر بند کر دی۔

اب دیکھو یہ عقائد کس قدر خطرناک ہیں مگر حضرت مرزا صاحبؑ نے اِن سب کو باطل اور غلط ثابت کر دیا اور قرآن وحدیث سے ثابت کیا کہ یہ سب خیالات بعد کی ملاوٹ ہیں جس کی قرآن اور صحیح احادیث میں کوئی بھی اصل نہیں اور اس طرح آپ نے ایک ہی وار میں دجّال کی ایک ٹانگ توڑ دی کیونکہ دجّال کی دو ٹانگیں تھی۔ ایک ٹانگ تو مسلمانوں کے بگڑے ہوئے خیالات تھے جنکی وجہ سے اُسے سہارا مل گیا تھا اور اسلام کے خلاف کام کرنا بہت آسان ہو گیا تھا اور دوسری ٹانگ خود دجّال کے اپنے باطل خیالات تھے۔ جن کے زور کی وجہ سے وہ ایک سیلاب کی طرح اُمڈا چلا آتا تھا۔ الغرض اسلام کے خلاف جو غیر مذاہب کے حملے ہو رہے تھے ان کا ایک بڑا حصہ خود مسلمانوں کے اپنے بگڑے ہوئے خیالات پر مبنی تھا۔ چنانچہ اِن فاسد خیالات کی مدلّل طور پر اصلاح ہو جانے سے بیرونی حملوں کا حصہ بالکل باطل ہو گیا۔

یہ ایک بہت بھاری خدمت تھی جو حضرت مرزا صاحبؑ نے انجام دی اور یہ ایک عظیم الشان احسان ہے جو آپ نے مسلمانوں پر فرمایا۔ اور آپ کے اس فعل سے امّتِ محمدیہ کو دو بڑے فائدے پہنچے۔ اوّل یہ کہ ان باطل اور فاسد خیالات سے خود مسلمانوں کی حالت نہایت ابتر ہو رہی تھی اور اِن عقائد نے اُن کے ایمان کے شہتیر کو گھن لگا رکھا تھا۔ پس ان عقائد

کی اصلاح سے مسلمانوں کی حالت سنور گئی اور اُنکا ایمان تباہ ہونے سے بچ گیا۔ دوسرے یہ کہ ان عقائد کی وجہ سے اسلام غیر مذاہب کے خطرناک حملوں کا نشانہ بنا ہوا تھا یعنی مسلمانوں کے اِن باطل خیالات کی وجہ سے خواہ وہ عام تھے یا خاص مسیح ناصریؑ کے متعلق کفار کو اسلام پر حملہ کرنے کا ایک بہت بڑا موقعہ ہاتھ آ گیا تھا اور چونکہ مسلمان اِن فاسد خیالات کو اپنے دین و مذہب کا حصہ خیال کرتے تھے اور بزعمِ خود قرآن و حدیث سے ہی اُن کا استنباط کرتے تھے اسلئے حالت اَور بھی خطرناک صورت اختیار کر گئی تھی۔ کیونکہ اِس صورت میں زد صرف مسلمانوں پر ہی نہ پڑتی تھی بلکہ اسلام پر بھی ایک کاری ضرب لگتی تھی۔ مگر ان خیالات کے باطل ثابت ہونے سے اسلام اس قسم کے تمام حملوں سے بالکل محفوظ ہو گیا۔ **فالحمد لله علٰی ذٰالك۔**

مسیح موعود کے اس کام کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ خود دوسرے مذاہب پر حملہ آور ہو کر انہیں مغلوب کیا جاوے سو یہ کام بھی نہایت خیر و خوبی سے انجام پایا اور پا رہا ہے۔ ہندوستان (اس جگہ تقسیم سے پہلے کا ھندوستان مراد ہے) مذاہب کا جولا نگاہ رہا ہے۔ دنیا میں اَور کوئی ایسا ملک نہیں جس میں اتنے مذاہب اِس زور میں پائے جاتے ہوں جیسا کہ یہاں پائے جاتے ہیں اور پھر ہندوستان میں بھی خصوصاً پنجاب کا صوبہ مذاہب کا مرکز ہے۔ عیسائیوں کا یہاں زور ہے۔ آریوں کا یہاں زور ہے۔ سکھوں کا یہاں زور ہے۔ برہموسماج کا یہاں زور ہے۔ دیوسماج کا یہاں زور ہے۔ غرض کوئی ایسا مذہب نہیں جو زندگی کے کچھ آثار اپنے اندر رکھتا ہو اور پھر پنجاب اس سے خالی ہو۔ پس پنجاب ہی اس بات کے مناسبِ حال تھا کہ مسیح موعود اس میں مبعوث کیا جاوے تا سارے مذاہب اس کے ساتھ اپنا زور آزما کر دیکھ سکیں اور تا وہ سارے مذاہب کا مقابلہ کر کے اُن کو مغلوب کر سکے۔ اب جاننا چاہئیے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے اِن سب مذاہب پر دونوں رنگ میں حجت پوری کی۔ یعنی اوّل عقل اور نقل کے طریق سے ان کا بطلان ثابت کیا دوسرے خدائی نشانوں اور روحانی طاقتوں کیساتھ انہیں مغلوب اور اسلام کو غالب کر دکھایا۔

حضرت مرزا صاحبؑ کا مسیحیت سے مقابلہ

پہلے ہم مسیحیت کو لیتے ہیں کیونکہ کئی لحاظ سے اسکا حق مقدّم ہے سو جاننا چاہیئے کہ مسیحیت کی بنیاد تین اصولوں پر ہے :-

اوّل تثلیث ۔یعنی یہ عقیدہ کہ خدا کے تین اقنوم ہیں (۱) باپ جو عرف میں خدا کہلاتا ہے۔(۲) بیٹا یعنی مسیح ناصری جو جامۂ انسانیت میں دنیا پر اُترا اور (۳) رُوح القدس جو گویا بیٹے اور باپ کے درمیان واسطہ ہے۔عیسائیوں کے نزدیک یہ تین خدا الگ الگ اور مستقل خدا ہیں ۔مگر پھر بھی بزعمِ مسیحی صاحبان خدا تین نہیں ہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے۔

دوسرا اصول مسیحیت کا الوہیّت مسیح ہے یعنی یہ عقیدہ کی مسیح ناصریؑ جو دنیا میں نازل ہوا وہ گو انسان کے لباس میں اترا تھا مگر دراصل وہ خدا یعنی خدا کا بیٹا تھا اور خدا نے اُسے اس لئے بھیجا تھا کہ وہ اپنی قربانی سے بنی نوعِ انسان کو گناہ سے نجات دے۔

تیسرا اصولی عقیدہ اس مذہب کا کفّارہ ہے۔یعنی یہ کہ مسیح ناصری نے صلیبی موت جو موسوی شریعت کے مطابق ایک لعنتی موت تھی بنی نوع انسان کیلئے برداشت کی اور اس طرح تمام ان لوگوں کے گناہ جو اس کی صلیبی موت پر ایمان لائے اُس نے اپنے سر پر اُٹھا لئے اور وہ اس لعنت کے بوجھ کے نیچے تین دن تک دبا رہا۔اس کے بعد وہ زندہ ہوکر پھر پہلے کی طرح اپنے باپ خدا کے دائیں ہاتھ آسمان پر جا بیٹھا۔

اِن اصولی عقائد کے ضمن میں مسیحیوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ رحم بلا مبادلہ یعنی توبہ واستغفار سے گناہ معاف کر دینا خدا کی صفتِ عدل کے خلاف ہے اور یہ کہ انسان کو گناہ کا مادہ آدم وحوّا سے ورثہ میں ملا ہے پس کوئی بشر کلیۃً گناہ سے پاک نہیں ہوسکتا اور چونکہ دوسری طرف گناہ معاف نہیں ہوتا لہٰذا ضروری ہوا کہ نجات کیلئے کسی اَور بیرونی چیز کی حاجت پیش آئے اور یہ وہی کفارہ یعنی مسیح کی صلیبی موت ہے۔پھر انکا یہ بھی عقیدہ ہے کہ شریعت ایک لعنت ہے جس سے

ہمیں مسیح نے آزاد کردیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس تمہیدی نوٹ کے بعد اس عظیم الشان اور مقدس جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت مرزا صاحبؑ اور مسیحی دنیا کے درمیان واقع ہوئی اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق صلیب ٹوٹ گئی اور قتلِ دجّال کے آثار ظاہر ہوگئے۔ یوں تو حضرت مرزا صاحبؑ اوائل عمر سے مسیحیوں کے ساتھ اس روحانی جنگ کا کچھ نہ کچھ سلسلہ جاری رکھتے تھے چنانچہ اس امر کی معتبر شہادت موجود ہے کہ جب آپ بالکل نوجوان تھے اور سیالکوٹ میں ملازم تھے۔ پادری بٹلر وغیرہ کے ساتھ آپ کی مذہبی گفتگو ہوتی رہتی تھی اور پھر براہین احمدیہ کا اشتہار بھی گویا سب عیسائیوں کیلئے چیلنج تھا مگر خاص طور پر ۱۸۸۴ء کے قریب جبکہ براہین احمدیہ کا چوتھا حصہ طبع ہوا آپ نے انگریزی اور اُردو میں ایک اشتہار بیس ہزار کی تعداد میں چھپوا کر شائع کیا اور اس اشتہار کی اشاعت کے سلسلہ کو ایسا وسیع کیا کہ یورپ کے مختلف ممالک اور امریکہ اور دوسرے ممالک میں بھی کثرت کے ساتھ تقسیم کیا اور تمام بڑے بڑے آدمیوں کو جن میں شہنشاہ، بادشاہ، جمہوری سلطنتوں کے پریذیڈنٹ اور پھر مدبّران ملک اور سیاسی لیڈر اور فلاسفر اور مذہبی پیشوا بھی شامل تھے بذریعہ رجسٹرڈ خطوط بھجوایا اور گو اس اشتہار میں سب مذاہب کے لوگ مخاطب تھے لیکن مسیحی مذہب کے متبعین میں خصوصیت کے ساتھ تقسیم کیا گیا۔ اس اشتہار میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مسیح ناصریؑ کے قدم پر اس صدی کا مجدّد بنا کر بھیجا ہے اور میں سب دنیا کو مخاطب کرکے کہتا ہوں کہ خدا تک پہنچانے والا مذہب صرف اسلام ہی ہے جو شخص میرے اس دعویٰ کی تصدیق چاہے وہ مجھ سے ہر طرح تسلّی کرا سکتا ہے اور حق کے طالبوں کو خدائی نشانات بھی دکھائے جاویں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ (دیکھو تبلیغ رسالت یعنی مجموعہ اشتہارات جلد اوّل)

اس اشتہار کے قریب کے زمانہ میں ہی آپ نے ایک مطبوعہ خط بھی مشہور پادری صاحبان وآریہ صاحبان و برہمو صاحبان و نیچری صاحبان و مخالف مولوی صاحبان کے نام ارسال کیا اور

اس میں لکھا کہ جو شخص اسلام کی صداقت میں کوئی شبہ رکھتا ہو یا جسے میرے دعویٰ الہام ومجددیّت کے متعلق شک ہو یا جو مطلقاً خوارق وغیرہ کا منکر ہو تو مَیں خدا سے وعدہ پا کر اُسے دعوت دیتا ہوں کہ اگر وہ طالب حق بن کر ایک سال تک میرے پاس قادیان میں آکر قیام کریگا تو ضرور کوئی نہ کوئی خدائی نشان دیکھ لیگا اور اگر اس عرصہ میں کوئی خارق عادت نشان ظاہر نہ ہو تو میں بطریق حرجانہ یا جرمانہ دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے مبلغ چوبیس سو روپیہ نقد ایسے صاحب کے حوالے کردونگا۔ وہ جس طرح چاہیں اپنی تسلّی کرالیں۔ (تبلیغ رسالت)

اَب دیکھو یہ طریق فیصلہ کیسا راستی پر مبنی تھا۔ پادری صاحبان اپنے میں سے کسی کو منتخب کرکے ایک سال کیلئے قادیان بھجوا دیتے اَور نہیں تو انہیں اپنے مشن کی امداد کیلئے ڈھائی ہزار روپیہ ہی مل جاتا اور اسلام کی شکست اور اُنکی فتح الگ ہوتی اور کم از کم حضرت مرزا صاحبؑ اور ان کے معتقدین کے منہ تو ضرور بند ہو جاتے۔ مگر خوب یاد رکھو کہ باطل حق کے سامنے آنے سے ہمیشہ گھبراتا ہے سوائے اسکے کہ اس کی اجل اسے کھینچ کر ادھر لے آئے اور یہاں مخبر صادق نے پہلے یہ خبر دے رکھی تھی کہ دجّال مسیح موعود کے سامنے آنے سے نمک در آب کی طرح پگھلے گا اور اُس سے بھاگے گا۔ پس وہ کس طرح سامنے آتا؟ حضرت مرزا صاحبؑ نے صرف عام تحریک پر ہی بس نہیں کی بلکہ پرائیویٹ طریق پر بھی بعض پادریوں کو غیرت دلائی اور پُرزور تحریکیں کیں مگر کوئی پادری سامنے نہ آیا۔ بٹالہ میں جو قادیان سے صرف گیارہ بارہ میل پر ہے اُس زمانہ میں پادری وائٹ بریخٹ صاحب موجود تھے اُن کو بھی بہت جگایا مگر انہوں نے بھی کروٹ نہ بدلی۔ اب دیکھو کہ یہ کیسی بیّن حجّتِ ملزمہ ہے جو اس قوم پر پوری کی گئی۔

آخر ۱۸۹۳ء میں یہ ہوا کہ امرتسر کے پادریوں نے اِس شرط کے مطابق تو فیصلہ منظور نہ کیا لیکن علمی طور پر مناظرہ کرنا منظور کرلیا۔ چنانچہ مسیحیوں کی طرف سے مسٹر عبداللہ آتھم ای۔اے۔سی مناظر اور پادری ٹامس ہاول اور پادری ٹھاکرداس وغیرہ ان کے معاون مقرر ہوئے اور اسلام کی

طرف سے حضرت مرزا صاحبؑ مناظر قرار پائے اور بمقام امرتسر یہ مباحثہ شروع ہوا۔عیسائیوں کی طرف سے مسٹر مارٹن کلارک صدر جلسہ تھے اور مسلمانوں کی طرف سے شیخ غلام قادر صاحب فصیح صدر تھے۔ پندرہ دن تک یہ مباحثہ جاری رہا۔اس مباحثہ میں غلبہ کس کو رہا؟ اس سوال کے جواب میں ہمیں اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ روئیداد جلسہ مفصل طور پر ''جنگ مقدس'' کے نام سے چھپ چکی ہے اس کے مطالعہ سے کسی عقلمند پر مخفی نہیں رہ سکتا کہ غالب کون رہا اور مغلوب کون؟ مگر دو باتیں اس مباحثہ میں خاص طور پر نوٹ کے قابل ہیں جو شخص انہیں مدنظر رکھ کر اس کتاب کا مطالعہ کریگا ایک عجیب حظ اٹھائے گا۔

اوّل یہ کہ ہر مذہب کے دعویٰ اور دلیل کے متعلق حضرت مرزا صاحبؑ نے ایک نہایت محکم اصول پیش کیا ہے جو سارے جھگڑے کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔مگر مسیحی صاحبان نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور نہ دراصل وہ توجہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے وہ بالکل بے دست و پارہ جاتے۔اس اصول کے متعلق ہم مفصّل آگے چل کر لکھیں گے۔

دوسری بات یہ ہے جسے ایک ذہین شخص محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی زبردست جرح سے تنگ آ کر کئی جگہ آتھم صاحب نے سوائے اس کے اپنے لئے کوئی مخلصی کی راہ نہیں دیکھی کہ معروف مسیحی عقیدہ کو چھوڑ کر اپنے کسی ذاتی خیال کی آڑ میں پناہ لے لیں چنانچہ کئی جگہ اُن کے دعوے اور دلیلیں معروف مسیحی عقیدوں کے خلاف نظر آتی ہیں اور کئی جگہ انہوں نے اپنا پہلو بھی بدلا ہے۔ پس یہ بھی حضرت مرزا صاحبؑ کے غلبہ کی ایک بیّن دلیل ہے۔ ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ خصم خواہ کیسا بھی لاجواب ہو جاوے چُپ نہیں ہوا کرتا۔غرض یہ مباحثہ اسلام کیلئے ایک نہایت درجہ کامیاب مباحثہ ثابت ہوا اور مسیحیوں کو شکست فاش نصیب ہوئی۔(جنگ مقدس)

اس کے بعد پادری فتح مسیح نے حضرت مرزا صاحبؑ کے مقابل پر میدان میں آنا چاہا مگر

ایسی منہ کی کھائی کہ پھر سر نہ اُٹھایا۔ہاں اپنی بد باطنی کا ایک ریکارڈ چھوڑ گیا۔حضرت مرزا صاحبؑ نے اُس کے اعتراضات کی دھجیاں اُڑا دیں۔ (نورالقرآن)

اس کے بعد پھر کسی پادری کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے آتا مگر آپ نے اپنا کام جاری رکھا اور نورالحق، سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب اور کتاب البریہ جیسی نہایت زبردست کتابیں تصنیف فرمائیں اور بالآخر ۱۹۰۰ء میں پنجاب کے لارڈ بشپ ریورنڈ جارج لیفرائے لاہور کو چیلنج دیکر عیسائیوں پر حجّت پوری کی۔اِس چیلنج میں آپ کی تحریک سے احمدیوں کی ایک جماعت نے بشپ صاحب کو ایک تحریری درخواست دی جس میں لکھا کہ چونکہ آپ اس ملک میں تمام مسیحیوں کے سردار ہیں اور آپ کا فرض منصبی بھی ہے کہ طالبانِ حق کی تسلّی کرائیں اور آپ ایک طرح سے مسلمانوں کو مباحثہ کا چیلنج بھی دے چکے ہیں لہٰذا ہم آپکو آپ کے یسوع مسیح کی قسم دے کر کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر پیچھے نہ ہٹیں اور حق و باطل کا فیصلہ ہونے دیں اور اسلام اور مسیحیت کی صداقت کے متعلق حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بمقام لاہور ایک باقاعدہ مباحثہ کر کے مخلوق خدا پر احسان فرمائیں۔غرض بڑے جوش دلانے والے الفاظ میں بشپ صاحب کو مباحثہ کی طرف بلایا گیا مگر بشپ صاحب کو ہمّت نہ ہوئی اور انہوں نے حیلے بہانے کر کے بات ٹال دی۔(ریویو آف ریلیجنز آف قادیان)

اس کے بعد ۱۹۰۲ء میں حضرت مرزا صاحبؑ نے یورپ اور امریکہ میں تکمیل تبلیغ اسلام کیلئے ایک انگریزی رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' جاری کروایا اور اس میں صداقتِ اسلام اور ردِّ عقائد مسیحیت کے متعلق ایسے ایسے زبردست اور لاجواب مضامین لکھے کہ مسیحیوں کے لمبے دانت کھٹّے کر دیئے۔کئی غیر متعصّب عیسائیوں نے ان مضامین کے بے نظیر ہونے کا اعتراف کیا۔ آپ نے عقل اور نقل سے یہ ثابت کر دیا کہ تثلیث کا عقیدہ خود بائبل کے مخالف ہونے کے علاوہ اور پھر علاوہ اس بات کے کہ فطرت انسانی اسے دُور سے ہی دھکّے دیتی ہے عقل کے بھی صریح

مخالف ہے۔تین خداؤں کا ہونا دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو وہ تینوں اپنی اپنی جگہ کامل ہیں یعنی تمام خدائی صفات کو کامل طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور یا وہ کامل نہیں بلکہ تینوں مل کر کامل بنتے ہیں۔صورت اوّل میں تین خداؤں کا ہونا ایک عبث فعل ہے۔ کیونکہ جب ان تینوں میں سے ہر ایک کامل ہے تو پھر ہر اِک الگ الگ اس کارخانہ کو چلاسکتا ہے پس کوئی وجہ نہیں کہ جہاں ایک خدا کام دے سکے وہاں تین خدا کام کریں۔اور اگر وہ الگ الگ کامل نہیں اور فرداً فرداً اس کارخانہ کو چلانے کے قابل نہیں تو اس صورت میں وہ سب ناقص ہیں اور خدا نہیں ہوسکتے۔اس قسم کے دلائل کے ساتھ آپ نے عقلاً تثلیث کے عقیدہ کا بُطلان ثابت کیا اور یہ بھی ثابت کیا کہ انجیل جس پر مسیحیوں کا سارا دارومدار ہے ہرگز تثلیث کے عقیدہ کی تائید نہیں کرتی بلکہ اس کی اصل تعلیم توحید پر قائم تھی۔

اِس طرح الوہیت مسیح کے عقیدہ پر آپ نے وہ ضربیں لگائیں کہ خدا ثابت کرنا تو درکنار عیسائیوں کو مسیح ناصری کا ایک کامل بشر ثابت کرنا بھی مشکل ہوگیا۔ پھر کفارہ پر وہ مضامین لکھے کہ خود بعض مسیحیوں کو اقرار کرنا پڑا کہ وہ زبردست مضامین لاجواب ہیں۔آپ نے ثابت کیا کہ کفارہ کا مسئلہ فطرت کے خلاف ہے۔زید کے خون سے بکر کے گناہوں کی معافی ایک ایسا خیال ہے جسے عقل دُور سے ہی دھکّے دیتی ہے۔آپ نے ثابت کیا کہ گناہ صرف ایمان اور یقین سے دُور ہوسکتا ہے اُسے کسی خونی قربانی کی ضرورت نہیں اور نقلی طریق سے بھی آپ نے اِس خیال کا بُطلان ثابت کیا۔اسی طرح رحم بلا مبادلہ کے فرضی عقیدہ کی بھی دھجیاں اُڑادیں۔غرض آپ نے مسیحیت کے متعلق عقل اور نقل دونوں کی رو سے نہایت مدلل اور سیر کن بحثیں کی ہیں اور اس پر ایسی کاری ضربیں لگائی ہیں کہ اس کا جانبر ہونا مشکل ہے۔

اس نقلی اور عقلی بحث کے علاوہ ایک اَور نہایت عظیم الشان کام تھا جو آپ نے انجام دیا اور گویا مسیحیت کی عمارت کو بنیادوں سے اُٹھا کر دے مارا۔ یہ آپ کی وہ عظیم الشان تاریخی تحقیق

ہے جو آپؑ نے واقعہ صلیب اور مسیحؑ ناصری کی قبر کے متعلق فرمائی ہے آپ نے انجیل اور تاریخ سے روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ:۔

اوّل مسیح ناصریؑ جس کی صلیبی موت پر کفارے کی عمارت کھڑی کی گئی ہے صلیب پر چڑھانے تو بے شک گئے مگر وہ صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ غشی کی حالت میں زندہ ہی صلیب سے اُتار لئے گئے اور آپ نے یہ بات ایسے روشن دلائل کے ساتھ ثابت کر دی کہ شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی۔

دوسرے آپ نے بیّن دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا کہ مسیح ناصری جنہیں خدا بنایا گیا ہے فوت ہو چکے ہیں۔

تیسرے آپ نے زبردست تاریخی دلائل سے یہ بات ثابت کر دی کہ واقعہ صلیب کے بعد مسیح اپنے ملک سے ہجرت کر کے کشمیر کے طرف آ گئے تھے اور پھر آپ نے براہین قاطعہ سے سری نگر محلّہ خانیار میں مسیح کی قبر بھی ثابت کر دی۔

اب دیکھو کہ یہ تین زبردست تحقیقیں جو آپؑ نے فرمائی ہیں۔ مسیحی مذہب کے متعلق کیسا عظیم الشان اثر رکھتی ہیں اور کیا ان کے بعد الوہیّت مسیحؑ اور کفارہ کا کچھ باقی رہ جاتا ہے؟ حضرت مسیحؑ اگر صلیب پر نہیں مرے اور صلیب سے زندہ اُتر آئے تو گویا کفارہ خاک میں مِل گیا۔ پھر اگر مسیحؑ اپنی زندگی کے دن گذار کر دوسرے انسانوں کی طرح وفات پا گئے اور زیر خاک مدفون ہوئے اور ان کی قبر بھی مل گئی تو صرف انہیں پر نہیں بلکہ ان کی خدائی پر بھی موت آ گئی اور گویا وہ خود دفن نہیں ہوئے بلکہ اُن کی خدائی بھی دفن ہو گئی اور مسیحیت کا سارا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا (مسیح ہندوستان میں اور راز حقیقت)

پھر حضرت مرزا صاحبؑ نے روحانی مقابلہ کیلئے بھی عیسائیوں کو اپنے سامنے بلایا اور بار بار چیلنج دیا کہ تم ان لوگوں میں سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہو جو ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان

رکھنے پر بھی وہ کچھ دکھا سکتے ہیں جو تمہارے خیال میں مسیحؑ نے دکھایا تو اب میرے مقابل پر نکلو اور اپنے ایمان کا ثبوت دو۔ میں مسیح کی خدائی کا منکر ہوں۔ ہاں بیشک وہ خدا کے نبیوں میں سے ایک نبی تھا۔ مگر مجھے خدا نے اُس سے برتر مرتبہ عطا کیا ہے اور مَیں کفارے کے خونی عقیدہ کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اب اگر تم میں سے کسی کو ہمّت ہے کہ روحانی کمالات میں میرا مقابلہ کر سکے تو وہ سامنے آئے اور دُعا اور افاضۂ روحانی میں میرے ساتھ مقابلہ کر لے اور پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ آپ نے لکھا کہ قرعہ اندازی کے ساتھ کچھ خطرناک مریض مجھے دیدو اور کچھ تم لے لو۔ مَیں اپنے مریضوں کیلئے دعا کروں گا اور اپنے خدا سے ان کی شفایابی چاہوں گا اور تم اپنے مریضوں کے لئے اپنے مسیح سے شفا کے طالب ہونا اور اپنے علومِ ظاہری کی مدد سے ان کا علاج بھی کرنا اور پھر ہم دیکھیں گے کہ کس کا خدا غالب ہے اور کون فتح پاتا ہے اور کون ذلیل ہوتا ہے۔ آپ نے اس چیلنج کو بار بار دہرایا۔ اور اس کے متعلق کثرت کے ساتھ اشتہارات دیئے اور پادریوں کو غیرت دِلا دِلا کر اُبھارا اور ان کے بڑے بڑے بشپوں کو بھی دعوتی مراسلے بھیجے مگر کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ (تبلیغ رسالت، ریویو آف ریلیجنز، حقیقۃ الوحی) کیا اِس سے بڑھ کر کوئی روحانی موت ہوسکتی ہے جو اس فرقہ کو نصیب ہوئی؟

پھر آپ نے اس عظیم الشان مباحثہ کے بعد جو ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں عیسائیوں کے ساتھ ہوا تھا اور جو جنگ مقدس کے نام سے چھپ چکا ہے عیسائیوں کے مناظر ڈپٹی عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی فرمائی کہ چونکہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کہا ہے اور مجھ پر اور اسلام پر ہنسی اُڑائی ہے اور وہ ایک سراسر باطل عقیدہ کا حامی ہے اس لئے اگر اُس نے حق کی طرف رجوع نہ کیا تو وہ پندرہ ماہ میں بسزائے موت ہاویہ کے اندر گرایا جاوے گا۔ (جنگ مقدس کا آخری مضمون) اس پیشگوئی کا ایسا خوف آتھم کے دل پر طاری ہوا کہ وہیں اُسی مجلس میں اُس نے اپنی زبان منہ سے باہر نکال کر اور کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا کہ مَیں نے تو آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کو دجّال نہیں کہا۔ حالانکہ وہ اپنی کتاب اندرونہ بائبل میں دجّال کہہ چکا تھا پھر اس کے بعد جوں جوں میعاد گذرتی گئی اس کا خوف اور کرب بڑھتا گیا اور وہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف بھاگتا تھا اور اُسے اپنے خوف زدہ تخیل میں کبھی تو ننگی تلواروں والے نظر آتے تھے اور کبھی سانپ دکھائی دیتے تھے۔ (دیکھو بیان مارٹن کلارک مشمولہ کتاب البریہ) اور اُس نے اپنی قلم اور زبان کو اسلام کے خلاف بالکل روک لیا اور معلوم ہوا ہے کہ ان ایّام میں وہ الگ بیٹھ کر قرآن شریف بھی پڑھا کرتا تھا اور اگرچہ عیسائیوں نے اس کا خوف کم کرنے کیلئے پولیس کے خاص پہرہ کا انتظام بھی کر دیا تھا لیکن پھر بھی اس کا خوف بڑھتا جاتا تھا آخر اس کی حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ اُنکو اُسے شراب پلا پلا کر مدہوش رکھنا پڑا۔ غرض ہر طرح اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور اسلامی صداقت سے مرعوب ہونے کا اظہار کیا۔ پس خدا نے پیشگوئی کی شرط کے مطابق اُسے میعاد کے اندر ہاویہ میں گرنے سے بچالیا۔

لیکن جیسا کہ جھوٹوں کا قاعدہ ہوتا ہے میعاد گذرنے پر عیسائیوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ اس پر حضرت مرزا صاحبؑ نے اُنکو مدلّل طور پر سمجھایا کہ آتھم کا بچنا پیشگوئی کے مطابق ہوا ہے کیونکہ یہ پیشگوئی مرکّب نوعیت کی تھی یعنی اس کا مفہوم یہ تھا کہ اگر آتھم رجوع نہ کریگا تو پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اور اگر رجوع کریگا تو اس صورت میں محفوظ رہے گا گویا ایک پہلو سے اس کے ہلاک ہونے اور ایک پہلو سے اُس کے زندہ رہنے کی پیشگوئی تھی پس جب اس کا خوف اور رجوع ثابت ہے تو اس کا زندہ رہنا پیشگوئی کے مطابق ہوا نہ کہ مخالف مگر عیسائیوں نے یہ نہ مانا یوں کہو کہ ماننا نہ چاہا۔ اس پر حضرت مرزا صاحبؑ کی اسلامی غیرت جوش زن ہوئی اور آپ نے بذریعہ اشتہار یہ اعلان کیا کہ اگر آتھم اس بات پر حلف اُٹھا جائے کہ اس پر پیشگوئی کا خوف غالب نہیں ہوا اور اس نے اسلام کی طرف رجوع نہیں کیا اور اس حلف کے بعد وہ ایک سال کے اندر اندر ہلاک نہ ہو جائے تو مَیں اُسے ایک ہزار روپیہ نقد انعام دونگا۔

اور نیز اس صورت میں مَیں جھوٹا ہونگا اور تم سچّے ثابت ہوگے اور یہ روپیہ ابھی سے جس ثالث کے پاس چاہو رکھوا اور اپنی تسلی کرلو۔ مگر آتھم صاحب اس طرف نہ آئے۔

اس پر آپ نے دوسرا اشتہار دیا کہ ہم دو ہزار روپیہ دیں گے اگر آتھم قسم کھالے کہ میں نے رجوع نہیں کیا مگر ادھر سے پھر بھی خاموشی رہی۔ اِس پر آپ نے ایک تیسرا اشتہار دیا کہ اگر آتھم یہ قسم کھالے تو میں تین ہزار روپیہ انعام دونگا مگر پھر بھی صدائے برنخواست۔ بالآخر آپ نے چوتھا اشتہار دیا کہ مَیں چار ہزار روپیہ نقد انعام دیتا ہوں اگر آتھم یہ قسم کھالے کہ پیشگوئی کا خوف اس کے دل پر غالب نہیں ہوا اور اُس نے حق کی طرف رجوع نہیں کیا اور آپ نے لکھا کہ اگر تم نے قسم کھالی تو ایک سال میں تمہارا خاتمہ ہے اور اس کے ساتھ کوئی شرط نہیں لیکن اگر تم نے قسم نہ کھائی تو ہر عقلمند کے نزدیک ثابت ہوجائے گا کہ تم نے اپنی خاموشی سے حق پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔ اِس صورت میں گو مَیں ایک سال کی قید تو نہیں لگاتا لیکن یہ کہتا ہوں کہ جلد تمہارا خاتمہ ہے اور کوئی مصنوعی خدا تمہیں اس ہلاکت سے بچا نہ سکے گا۔ پھر اس کے بعد آپ نے ۳۰؍دسمبر ۱۸۹۵ء کو ایک اَور اشتہار دے کر اس مضمون کو دہرایا اور لکھا کہ:۔

''مجھے اُسی خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آتھم اب بھی قسم کھانا چاہے اور انہیں الفاظ کے ساتھ جو مَیں پیش کرتا ہوں (یعنی یہ کہ پندرہ ماہی میعاد میں اس کے دل پر پیشگوئی کا خوف غالب نہیں ہوا اور اسلام کی صداقت کا رعب اس کے دل پر نہیں پڑا اور اس نے کوئی رجوع نہیں کیا) ایک مجمع میں میرے رُوبرو تین مرتبہ قسم کھاوے اور ہم آمین کہیں تو مَیں اسی وقت چار ہزار روپیہ اس کو دیدونگا۔ اگر تاریخ قسم سے ایک سال تک وہ زندہ سالم رہا تو وہ اس کا روپیہ ہوگا اور پھر اس کے بعد یہ تمام قوم مجھ کو جو سزا چاہیں دیں۔ اگر مجھ کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کریں تو میں عذر نہیں کرونگا اور اگر دنیا کی سزاؤں میں سے مجھ کو وہ سزا دیں جو سخت تر سزا ہے تو میں انکار نہیں کرونگا اور خود میرے لئے اس سے زیادہ کوئی رسوائی نہیں ہوگی کہ

میں اس کی قسم کے بعد جس کی میرے ہی الہام پر بناء ہے جھوٹا نکلوں‘‘۔

(تبلیغ رسالت جلد چہارم)

ناظرین! قدرتِ الٰہی کا تماشہ دیکھیں کہ اس آخری اشتہار پر ابھی سات ماہ نہیں گذرے تھے کہ آتھم کی صف ۲۷ / جولائی ۱۸۹۶ء کو صفحۂ دنیا سے ہمیشہ کیلئے لپیٹ دی گئی۔ آتھم کے مرنے کے بعد بھی حضرت مرزا صاحب نے مخالفین پر اتمام حجّت کرنے کیلئے مسیحیوں بلکہ تمام مخالفین کو مخاطب کیا اور لکھا کہ:۔

’’اگر اب تک کسی عیسائی کو آتھم کے اِس افتراء پر شک ہو تو آسمانی شہادت سے رفع شک کرالیوے۔ آتھم تو پیشگوئی کے مطابق فوت ہو گیا اب وہ اپنے تئیں اُس کا قائم مقام ٹھہرا کر آتھم کے مقدمہ میں قسم کھالیوے۔ اس مضمون سے کہ آتھم پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا بلکہ اس پر یہ چار حملے ہوئے تھے (یعنی اسکا ڈر اس لئے تھا کہ گویا حضرت مرزا صاحبؑ کی طرف سے اُس کے قتل کیلئے کبھی تلواروں والے آدمی بھیجے گئے اور کبھی سانپ چھوڑے گئے۔ کبھی کتّے سکھا کر بھیجے گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ناقل) اگر یہ قسم کھانے والا بھی ایک سال تک بچ گیا تو دیکھو مَیں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ مَیں اپنے ہاتھ سے شائع کردونگا کہ میری پیشگوئی غلط نکلی۔ اِس قسم کے ساتھ کوئی شرط نہ ہوگی۔ یہ نہایت صاف فیصلہ ہو جائے گا اور جو شخص خدا کے نزدیک باطل پر ہے اُس کا بطلان کھل جائے گا۔‘‘ (انجام آتھم صفحہ ۱۵)

مگر اس پر بھی مسیحیت کا کوئی بہادر سپوت مردِ میدان بن کر سامنے نہ آیا۔ اللہ اکبر! یہ کتنی بڑی ذلّت اور شکست تھی جو اسلام کے مقابلہ میں مسیحیت کو پہنچی۔ مگر جس کی آنکھ نہ ہو وہ کیسے دیکھے۔

آتھم کی اس ذلّت کی موت نے عیسائی کیمپ میں عداوت اور حسد کی شدید آگ مشتعل

کردی۔ چنانچہ ابھی اس کی موت پر زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جو امرتسر کا ایک نہایت مشہور عیسائی مشنری تھا اور امرتسر کے مباحثہ میں بھی آتھم کا معین و مددگار رہا تھا۔ حضرت مرزا صاحبؑ پر اقدام قتل کا ایک جھوٹا مقدمہ قائم کردیا اور دعویٰ کیا کہ مرزا صاحبؑ نے ایک شخص عبدالحمید جہلمی کو میرے قتل کیلئے امرتسر بھیجا ہے اور پادری صاحب موصوف نے لالچ اور خوف دلا کر عبدالحمید مذکور سے اپنے مفید مطلب بیان بھی دلوادیا لیکن پیشتر اس کے کہ یہ مقدمہ پیش ہو اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحبؑ کو الہام کے ذریعہ خبر دی کہ آپ کے خلاف ایک مقدمہ ہونے والا ہے مگر اس کا انجام بریّت ہے۔ چنانچہ آپ نے اس الہام کی اشاعت فرمادی۔ اس کے بعد اس مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی اور آریوں اور بعض مسلمانوں نے عیسائیوں کی امداد کی اور کھلم کھلا اُن کا ساتھ دیا۔ آریہ وکیلوں نے مارٹن کلارک کی طرف سے مفت مقدمہ کی پیروی کی اور بعض مسلمان مولویوں نے بڑھ بڑھ کر حضرت مرزا صاحبؑ کے خلاف شہادتیں دیں مگر اللہ تعالیٰ نے کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور پر حق کھول دیا اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالحمید نے کپتان ڈگلس کے پاؤں پر گر کر اس بات کا اقرار کیا کہ یہ مقدمہ بناوٹی ہے اور مجھے پادریوں نے سکھایا تھا کہ اِس اِس قسم کا بیان دو۔ پس آپؑ اللہ تعالیٰ کی بشارت کے مطابق عزّت کے ساتھ بری کئے گئے اور عیسائیوں پادریوں کے ماتھے پر ذلّت اور شکست کے علاوہ جھوٹ اور سازش اور ارادۂ قتل کا سیاہ داغ لگ گیا اور اسلام کو ایک نمایاں فتح نصیب ہوئی۔ (کتاب البریّہ)

جب حضرت مرزا صاحبؑ نے دیکھا کہ عیسائیوں میں سے کوئی شخص دُعا اور افاضہ روحانی کے مقابلہ کیلئے آگے نہیں آتا تو آپ نے اُن کو مباہلہ کیلئے بلایا۔ یعنی عیسائیوں کو دعوت دی کہ اگر تمہیں اپنے مذہب کے سچا ہونے کا یقین ہے تو میرے ساتھ مباہلہ کرلو۔ یعنی میرے مقابل پر آ کر یہ دُعا کرو کہ اے ہمارے خدا! ہم مسیحیت کو سچا سمجھتے ہیں اور اسلام کو ایک جھوٹا مذہب جانتے ہیں اور ہمارا مدّ مقابل مرزا غلام احمد قادیانی اسلام کو سچا سمجھتا اور مسیحیت کے عقائد کو باطل

قرار دیتا ہے۔اب اے خدا! تو جوحقیقتِ امر سے آگاہ ہےتُو ہم دونوں میں سچا سچا فیصلہ فرما اور ہم میں سے جوفریق اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اس کو سچے فریق کی زندگی میں ایک سال کے اندر اندر عذاب میں مبتلا کر۔اور حضرت مرزا صاحب نے لکھا کہ اسی طرح مَیں بھی دُعا کرونگا اور پھر ہم دیکھیں گے کہ خدا کس کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور کس کی عزّت ظاہر ہوتی ہے مگر افسوس عیسائیوں میں سے اس مقابلہ کیلئے بھی کوئی نہ نکلا۔ (تبلیغ رسالت)

مسٹر والٹر آنجہانی جو ایک امریکن پادری تھا اور جس نے سلسلہ احمدیہ کی ایک مختصر سی تاریخ انگریزی زبان میں لکھی ہے اِس چیلنج کا ذکر کر کے لکھتا ہے کہ دراصل مسیحی لوگ کسی کے متعلق بد دُعا کرنے اور اس کی ہلاکت کے خواہشمند ہونے کے مقام سے بالاتر ہیں کیونکہ وہ مذہباً کسی کی بھی تباہی اور ذلّت نہیں چاہتے۔اس لئے کوئی مسیحی مرزا صاحب کے مقابلہ پر نہیں آیا۔خوب! بہت خوب! مگر حل طلب امر یہ رہ جاتا ہے کہ آتھم کی میعاد پر شہروں میں جلوس نکلوانے اور سوانگ بھرنے اور پھر اس کی موت پر غضب میں آ کر اقدامِ قتل کے سراسر جھوٹے اور بناوٹی مقدمے کھڑے کرنے اور حضرت مرزا صاحب کو ماخوذ کرا کے پھانسی دلوانے یا عمر بھر کیلئے کالے پانی بھجوانے وغیرہ کے لئے تو اے مسیحیت کے حلیم برّو! تم تیار ہو اور تمہارا مذہب تمہارے ہاتھ کو نہیں روکتا۔مگر اسلام اور مسیحیت میں سچا سچا فیصلہ کرانے کیلئے خدا کے حضور دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے تمہیں اپنا مذہب یاد آ جاتا ہے!! تم نے اسلام اور مقدس بانیٔ اسلام کے خلاف تقریر و تحریر میں زہر اُگلنے اور گالیوں سے اپنی کتابوں کے ورق کے ورق سیاہ کر دینے کو تو جائز کر رکھا ہے اور کوئی موقعہ اسلام کو نقصان پہنچانے کا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے مگر جہاں دینی تنازعات کا مقدمہ خدا کی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے وہاں تمہیں ایک گال پر طمانچہ کھا کر مارنے والے کی طرف دوسرا گال پھیر دینے کے مسئلہ پر عمل کرنے کی سوجھتی ہے انہی باتوں کی وجہ سے تو حدیث میں تمہارا وہ نام رکھا گیا جو رکھا گیا۔پھر یہ تو بتاؤ کہ بھلا مباہلہ میں تو مسیحیت کی

محبت کی تعلیم مانع ہوئی لیکن سامنے آ کر نشان دیکھنے اور دکھانے اور مریضوں کی شفایابی کیلئے بالمقابل دُعا کرنے میں کونسا امر مانع تھا۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے مسیحیوں کو ہر طرح مباہلہ کیلئے بلایا لیکن کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی مگر خدا کو اس رنگ میں بھی اسلام کا غلبہ اور مسیحیت کی شکست دکھانی منظور تھی۔ چنانچہ انہی دنوں امریکہ میں ایک شخص ڈوئی کھڑا ہوا جو اصل میں سکاٹ لینڈ کا باشندہ تھا اس نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑی جماعت اپنے گرد جمع کر لی اور مسیحیت کی حمایت میں اپنے دجل کا جھنڈا بلند کیا اور کہا کہ مَیں مسیح ناصری کا رسول ہوں اور مسیح کے عنقریب آنے کی بشارت لے کر آیا ہوں اور کہا کہ میرا یہ بھی کام ہے کہ مَیں اسلام کو نیست و نابود کروں۔ یہ شخص پرلے درجہ کا دشمن اسلام تھا اور عیسائیت کی محبت میں گویا محو تھا اور اس کی تائید میں ایک اخبار بھی نکالا کرتا تھا جس کا نام ''لیوز آف ہیلنگ'' تھا۔ اس نے اپنے اس اخبار میں شائع کیا کہ ''اگر مَیں سچا نبی نہیں ہوں تو پھر روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں جو خدا کا نبی ہو''۔ نیز لکھا کہ ''میں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا سے نابود ہو جاوے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اے خدا تو اسلام کو ہلاک کر دے''۔ اور یہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سخت گالیاں دیا کرتا تھا۔ غرض تمام مسیحی دنیا میں یہ شخص اسلام کی عداوت اور اس کے متعلق بد زبانی میں اوّل نمبر والوں میں سے تھا۔ حضرت مرزا صاحبؑ کو اِس کے فتنے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ایک اشتہار کے ذریعہ اس کو مباہلہ کیلئے بلایا اور یہ اشتہار امریکہ و یورپ کے بہت سے اخباروں میں چھپوا دیا۔ چنانچہ ان اخبارات کی فہرست حقیقۃ الوحی اور ریویو آف ریلیجنز میں شائع ہو چکی ہے۔

ڈوئی اس قدر مغرور تھا کہ اس نے حضرت مرزا صاحبؑ کی اس دعوتِ مباہلہ کا جواب تک نہ دیا بلکہ صرف اپنے اخبار میں یہ چند سطریں شائع کر دیں کہ:

’’ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تُو اس بات کا جواب کیوں نہیں دیتا اور نیز یہ کہ تو اس شخص کا جواب کیوں نہیں دیتا (یعنی اس کی دعوت مباہلہ کا)۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ مَیں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر مَیں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو میں ان کو کچل کر مار ڈالوں۔‘‘

پھر دوسرے پرچہ میں لکھتا ہے:۔

’’میرا کام یہ ہے کہ مَیں مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب سے لوگوں کو جمع کروں اور مسیحیوں کو اس شہر (اس سے ڈوئی کا آباد کیا ہوا شہر صیحونؔ مراد ہے) اور دوسرے شہروں میں آباد کروں یہاں تک کہ وہ دن آجائے کہ محمدی مذہب دنیا سے مٹا دیا جائے۔ اے خدا! ہمیں وہ طاقت دِکھلا‘‘۔

اس پر حضرت مرزا صاحبؑ نے دوبارہ ایک اشتہار کے ذریعہ سے ڈوئی کو مخاطب کیا اور لکھا کہ تم نے میری دعوت مباہلہ کا جواب نہیں دیا۔ اَب مَیں تمہیں پھر چیلنج دیتا ہوں کہ میرے مقابلہ میں نکل آوَ۔ اور مَیں تم کو سات ماہ کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر تم نے اس عرصہ میں بھی جواب نہ دیا تو تمہارا فرار سمجھا جائے گا اور تمہارے صیحونؔ پر جس کو تم نے مسیح ناصری کے نزول کے لئے تیار کیا ہے آفت آئے گی اور خدا میرے ذریعہ سے اسلام کا غلبہ ظاہر کریگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ اشتہار بھی امریکہ کے کئی اخباروں میں شائع ہوگیا اور نیز ہمارے رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت ۳۔ ۱۹۰۲ء میں بھی اس کا ذکر موجود ہے اور ۲۰ رفروری ۱۹۰۷ء کے ایک اشتہار میں حضرت مرزا صاحبؑ نے اعلان کیا کہ ’’خدا فرماتا ہے کہ مَیں ایک تازہ نشان ظاہر کرونگا جس میں فتح عظیم ہوگی اور وہ تمام دنیا کیلئے ایک نشان ہوگا۔ (قادیان کے آریہ اور ہم)

اب دیکھو کہ خدا کیا دکھاتا ہے وہ ڈوئی جو حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ کے وقت ایک

بڑی طاقت کا مالک اور ایک بڑی جماعت کا مقتداء تھا اور شہزادوں کی طرح رہتا تھا اور اپنے ہم وطنوں اور ہم مذہبوں میں بڑا معزز و مکرم سمجھا جاتا تھا اور شہرتِ عامہ رکھتا تھا اپنی بدزبانیوں اور حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے بعد اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ سُنو اور غور کرو:۔

۱۔ ڈوئی کے متعلق یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ شراب پیتا ہے حالانکہ وہ شراب کے خلاف وعظ کیا کرتا تھا۔

۲۔ یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ ولدالزنا ہے۔

۳۔ اس کے مرید اس سے بدظن ہو کر اس کے خلاف ہوجاتے ہیں اور اُس کے کئی کروڑ روپے پر قبضہ کر کے اس کو اس کے شہر صیحون سے نکال دیتے ہیں۔

۴۔ پچاس برس کی عمر میں جبکہ اسکی صحت بڑی اچھی تھی اُس پر فالج گرتا ہے جو اُسے ایک تختے کی طرح صاحبِ فراش کر دیتا ہے۔

۵۔ اور بالآخر حضرت مرزا صاحبؑ کے آخری اشتہار مورخہ ۲۰؍فروری ۱۹۰۷ء کے صرف چند ہی دن بعد یعنی ۱۱؍مارچ ۱۹۰۷ء کو اخباروں میں یہ تار چھپتا ہے کہ مفلوج اور نامراد ڈوئی اس جہان سے گذر گیا۔

دیکھو یہ کس قدر عظیم الشان نشان ہے جو حضرت مرزا صاحبؑ کے ہاتھ پر اسلام کی صداقت اور مسیحیت کے بُطلان میں ظاہر ہوا اور یہ نشان ظاہر بھی ایسے طریق پر ہوا کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی پیشگوئی کے مطابق ساری دنیا اس کی گواہ بن گئی۔ کیونکہ یورپ اور امریکہ کے بیسیوں انگریزی اخباروں میں حضرت مرزا صاحبؑ اور ڈوئی کے مقابلہ کی خبریں شائع ہو کر زبان زد خلائق ہوچکی تھیں اس سے بڑھ کر کسر صلیب اور قتل دجّال کیا ہوگا؟ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ آپؑ نے چار مختلف مرحلوں سے کسر صلیب اور قتل دجّال کا کام انجام

دیا:۔

اوّل ۔وہ اختلافاتِ اندرونی جنہوں نے اسلام کو بدنام کرر کھا تھا اور عیسائیوں کو اسلام کے خلاف بڑا دلیر کر دیا تھا اُن کو آپ نے دلائل نیرّہ سے صاف کر دیا۔

دوسرے آپ نے عقل و نقل سے مسیحیت کے اصولی عقائد کا بطلان ثابت کیا اور اس بحث میں دلائل کا ایک سورج چڑھا دیا اور مسیحیوں کو ایک بڑے مباحثہ میں مغلوب کیا۔ تیسرے آپ نے واقعہ صلیب اور وفاتِ مسیح اور قبر مسیح ناصری کے متعلق تاریخی تحقیقات کر کے مسیحی مذہب پر وہ کاری ضرب لگائی جس نے اِس کو جڑ سے کاٹ کرر کھ دیا۔

چوتھے دُعا اور روحانی مقابلوں اور زبردست الٰہی نشانوں کے ذریعہ آپ نے مسیحیت کے مقابل میں اسلام کو غالب کر دکھایا۔

اِن شموسِ اربعہ کی روشنی میں سوائے اس شخص کے جو بطنِ مادر سے ہی بومی صفات لیکر پیدا ہوا ہو کوئی شخص ایک لمحہ کیلئے بھی اسلام کی فتح اور مسیحیت کی شکست میں شک نہیں کر سکتا۔ اور یہ سب حضرت مرزا صاحبؑ کے ذریعہ وقوع میں آیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی مُطَاعِہٖ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا دَائِمًا وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ۔

(تبلیغ ہدایت صفحہ ۱۷۰ تا ۱۷۵)

صداقت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ تو ان سے کہہ دے **فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔** (سورۃ یونس رکوع ۲ آیت ۱۷)

اس سے پہلے میں ایک عرصہ دراز تم میں گذار چکا ہوں کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

استدلال:-

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! تُو اُن لوگوں سے کہہ دے کہ مَیں دعویٰ نبوّت سے قبل تم میں ایک لمبی عمر گذار چکا ہوں۔ کیا تم نے مجھے پہلے کبھی جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟ اگر مَیں نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں جو دعویٰ نبوت سے قبل کی ہے کسی ایک معاملہ میں بھی جھوٹ نہیں بولا تو کیا تمہاری عقل اس بات کو تسلیم کرے گی کہ آج اچانک میں خدائے تعالیٰ کے بارے میں جو احکم الحاکمین ہے جھوٹ اور افتراء سے کام لینے لگا ہوں۔ انسانی فطرت تو یہ ہے کہ ہر عادت خواہ نیکی کی ہو یا بدی کی آہستہ آہستہ پڑتی ہے۔ یہ تو فطرت کے ہی خلاف ہے کہ چالیس سال تک تو انسان سچ بولتا رہا ہو اور پھر ایک دم ایسا تغیّر پیدا ہو جائے کہ انسان خُدا کے بارے میں جھوٹ بولنے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دعویٰ نبوت پیش کرنے سے قبل لوگوں کو جمع کیا اور ان سے دریافت کیا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر جرار چُھپا ہوا ہے تو کیا تم اس بات کو مان لوگے! تو انہوں نے کہا۔

مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا ۔(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الشعراء جلد۳ صفحہ ۱۰۶ مصری)
ہم نے آپؐ سے سوائے سچ کے کسی اور چیز کا تجربہ نہیں کیا۔
تب آپؐ نے فرمایا:۔
فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ۔
مَیں خدا کی طرف سے نبی ہو کر آیا ہُوں اور ایک خطرناک عذاب سے تمہیں ڈراتا ہُوں۔
یہ بات سُن کر حاضرین میں سے ابُولہب اُٹھا۔اور اُس نے کہا تَبًّا لَّکَ۔تیرے لئے ہلاکت ہوتُو نے یہ کیا بات کہی ہے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی دوست اور دشمن سب کے تجربہ کی رُو سے پاک اور صاف ہوتی ہے اور جھوٹ بولنے کا قطعاً عادی نہیں ہوتا۔ درحقیقت اس کی دعویٰ نبوّت کے بعد کی زندگی بھی پاک وصاف ہوتی ہے لیکن دعویٰ نبوت کرنے کے بعد لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اس پر طرح طرح کے الزامات لگا دیتے ہیں۔پس ایک مدعیٔ نبوت کی صداقت کو پرکھنے کے لئے اس کی دعویٰ سے قبل کی زندگی کو دیکھنا چاہیئے۔اگر وہ ہر پہلو سے پاک وصاف ہے تو بلاشبہ وہ سچا ہے۔یہ ایسی دلیل ہے جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور جاہل سے جاہل بھی اس کو سمجھ سکتا ہے۔اسی دلیل کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام سچے قرار پاتے ہیں۔دیکھئے حضور اپنی پاکیزہ زندگی کے بارے میں کیسی تحدّی سے فرماتے ہیں:۔

’’اب دیکھو خدا نے اپنی حجّت کو تم پر اس طرح پر پُورا کر دیا ہے کہ میرے دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کر کے تمہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب،افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا کون تم میں ہے جو

میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکتا ہے۔پس یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین۔روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۶۴)

اس چیلنج کو پیش کئے تقریباً سو سال ہو گئے ہیں۔کوئی شخص حضور کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی پر نکتہ چینی نہیں کرسکا۔صرف یہی نہیں کہ کوئی نکتہ چینی نہیں کرسکا بلکہ یہ کہ مولوی محمد حسین بٹالوی جنہوں نے سارے ہندوستان میں پھر کر حضور کے خلاف کفر کے فتوے جمع کئے دعویٰ سے قبل کی زندگی کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ حضور متقی اور پرہیزگار تھے۔اورانہوں نے دین کی بے مثال خدمت کی ہے۔چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے پہلی تصنیف براہین احمدیہّ پر ریویو کرتے ہُوئے وہ لکھتے ہیں:۔

''اب ہم اس پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی...... اور اس کا مولف (یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ السلام) بھی اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہے۔''

(اشاعۃ السنہ جلد ۶ صفحہ ۷)

پس اگر دعویٰ نبوت سے قبل کی پاکیزہ زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ اُمی وابی) کی صداقت کی دلیل ہے تو یقیناً اہل دانش کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی صداقت کی بھی دلیل ہے۔کیونکہ آپ نے بھی دُنیا کے سامنے خدائی مرسل ہونے کا دعویٰ پیش کیا۔

معیار دوم:۔

صداقت کا دوسرا معیار مدعی کے دعویٰ سے تعلق رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ سورۃ الحاقہ رکوع ۲ میں

فرماتا ہے:۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ○ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ○ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ○

(سورۃ الحاقۃ: آیت ۴۵ تا ۴۸)

''اور اگر یہ شخص ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا خواہ ایک ہی ہوتا تو ہم یقیناً اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگِ گردن کاٹ دیتے سو اس صورت میں تم میں سے کوئی بھی نہ ہوتا جو اُسے خدا کے عذاب سے بچا سکتا۔

استدلال :۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ مدّعی جھوٹا ہوتا اور جھوٹے الہام بنا کر یہ کہتا کہ یہ الہام خدا نے کیا ہے تو ہم اسے پکڑ لیتے اور جلد ہلاک کروا دیتے۔ اُسے اتنی مہلت نہ دی جاتی کہ وہ لوگوں کو مسلسل گمراہ کرتا رہتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ نبوّت کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے۔ حضور کی یہ زندگی اس بارے میں معیار ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اتنے لمبے عرصہ تک (جو ۲۳ سال پر ممتد ہے) اس کا زندہ رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں راستباز ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہوتا تو بہت جلد ہم گرفت کرتے اور ہلاک کر دیتے۔ اس آیت سے یہ نتیجہ نکلا کہ کوئی جھوٹا مدعی الہام و وحی اتنا عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جتنا عرصہ سیّد ولد آدم اَصدق الصادقین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم زندہ رہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس آیت کریمہ میں لفظ تَقَوَّلَ استعمال ہوا ہے جو جان بُوجھ کر اور عمداً جھوٹ بولنے پر دلالت کرتا ہے۔ ایک مجنون اور دیوانہ اس قانون کی زد میں نہیں آتا کیونکہ وہ بوجہ بیماری معذور ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کا سلسلہ ۳۴ برس تک جاری رہا۔ پس آپ کا اتنی

مدّت تک ہلاک نہ ہونا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ آپؐ بلا شبہ راستباز اور منجانب اللہ تھے۔

معیار سوم :-

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔ (سورۃ الجنّ رکوع ۲۔آیت ۲۷، ۲۸)

غیب کا جاننے والا وہی ہے (یعنی خدائے تعالیٰ) اور وہ اپنے غیب پر اپنے رسولوں کے سوا کسی کو کثرت سے اطلاع نہیں دیتا۔

استدلال:-

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ (سورۃ الانعام رکوع ۷ آیت ۶۰)

یعنی غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور غیب کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس آیت میں اَلْغَیْب سے مراد خالص غیب ہے جس کی پیش بینی کسی سائنسی اصول پر نہیں کی جاسکتی۔سورۃ الجّن کی آیت میں یہ بتلایا ہے کہ خالص غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ صرف اپنے برگزیدہ انبیاء کو ہی کثرت سے بتلاتا ہے۔اس اصول کے مطابق جس شخص کو کثرت سے امورِ غیبیہ پر اطلاع دی جائے اس کے رسُول ہونے میں شک نہیں کیا جاسکتا۔ظَهَرَ عَلَى الْغَيْبِ کے یہی معنی ہیں کہ امور غیبیہ کثرت سے بتلائی جائیں اور وہ عظیم الشان خبروں پر مشتمل ہوں گویا کمیّت اور کیفیت دونوں اعتبار سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ گویا غیب پر غلبہ حاصل ہوگیا ہو۔قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسی غیبی خبریں کچھ آفاق سے یعنی اطرافِ عالم سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ افراد سے تعلق رکھتی ہیں جیسا کہ فرمایا:-

سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ۔ (سورۃ حٰم سجدہ رکوع ۶، آیت: ۵۴)

عنقریب ہم ان لوگوں کو اطرافِ عالم میں بھی نشان دکھائیں گے اور خود ان کی جانوں میں بھی۔ یہاں تک کہ ان کے لئے ظاہر ہوجائے گا کہ یہ (قرآنی وحی) حق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہزار ہا امور غیبی سے مطلع کیا گیا جن کا تعلق قوموں اور ملکوں، دوستوں اور دشمنوں، اپنے خاندان والوں اور خود اپنی ذات سے تھا۔ اور وہ اپنے اپنے وقت پر بعینہٖ اسی طرح ظاہر ہوکر خدائے تعالیٰ کی ہستی، اسلام کی صداقت اور آپؑ کے منجانب اللہ ہونے پر گواہ ٹھہرے۔ ان میں سے چند کا اس جگہ ذکر کیا جاتا ہے:۔

۱۔ زار کی حالتِ زار

پہلی جنگِ عظیم سے قبل زارِ روس کی حکومت دُنیا کی طاقتور ترین حکومت سمجھی جاتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے خبر پاکر ۱۵/اپریل ۱۹۰۵ء میں پیشگوئی فرمائی کہ وقت آرہا ہے جب زارِ روس کی حالت قابلِ رحم ہوجائے گی۔ چنانچہ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:۔

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات وشہر اور مرغزار

آئے گا قہر خُدا سے خلق پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ ہوگا یہ کہ تا باندھے اِزار

اِک جھپک میں یہ زمیں ہوجائے گی زیرو زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رودبار

خون سے مُردوں کے کوہستاں کے آبِ رواں
سُرخ ہوجائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جِنّ وانس

زؔار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم۔روحانی خزائن جلد ۲۱،صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۲)

اس پیشگوئی کے مطابق ۱۹۱۴ء میں پہلی عالمگیر جنگ شروع ہوئی بے شمار جانیں ضائع ہوئیں اور خون کی ندیاں بہہ گئیں اور روس میں ایک انقلاب برپا ہو گیا جس کے نتیجہ میں آناً فاناً زارِ روس کا نہ صرف خاتمہ ہو گیا بلکہ اس کی اور اس کے خاندان کی حالت واقعی ایسی ہو گئی جو عبرتناک تھی۔اور زارِ روس باحالِ زار ہو گیا۔

۲۔ ’’آہ نادر شاہ کہاں گیا‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۳؍مئی ۱۹۰۵ء کو ایک رؤیا ہوا۔فرمایا:۔

’’صبح کے وقت لکھا ہوا دکھایا گیا’’آہ نادر شاہ کہاں گیا۔‘‘

(تذکرہ صفحہ ۵۴۷ چوتھا ایڈیشن)

اس الہام کا تعلق سرزمین کابل سے ہے۔ ۱۸۸۳ء میں جو الہامات حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوئے ان میں سے ایک یہ تھا۔’’شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَكُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔(تذکرہ صفحہ ۸۸ طبع چہارم) یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی اور زمین پر کوئی ایسا نہیں جو مرنے سے بچ جائے گا۔یعنی ہر ایک کے لئے قضاء وقدر درپیش ہے۔اور موت سے کسی کو خلاصی نہیں۔‘‘

اس پیشگوئی کے مطابق ۱۹۰۳ء میں حضرت شہزادہ سیّد عبداللطیف صاحبؓ اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب جو کابل کے رہنے والے تھے افغانستان کے شاہی خاندان کے حکم سے صرف اس وجہ سے سنگسار کر دیئے گئے کہ انہوں نے احمدیت کو قبول کر لیا تھا۔یہ کارروائی امیر حبیب اللہ خان کے دَور میں ہُوئی۔

پھر یکم جنوری ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا۔تین بکرے ذبح کئے جائیں گئے۔‘‘(تذکرہ صفحہ ۵۸۹

چوتھا ایڈیشن) چنانچہ یہ الہام ۱۹۲۴ء میں اس طرح پُورا ہوا کہ افغانستان کے اسی شاہی خاندان کے آخری حکمران امیر امان اللہ خاں کے حکم سے جماعتِ احمدیّہ کے تین اور احباب یعنی حضرت مولوی نعمت اللہ خاں صاحب، حضرت مولوی عبدالحکیم صاحب اور مُلّا نور علی صاحب صرف احمدیت کی وجہ سے شہید کر دیئے گئے۔ اوّل الذکر ۳۱/اگست ۱۹۲۴ء کو شہید کئے گئے اور دوسرے دو افراد ۱۲/فروری ۱۹۲۵ کو شہید کئے گئے۔

اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ افغانستان کا یہ شاہی خاندان بے گناہ احمدیوں کے خون سے ہاتھ رنگے گا۔ اس لئے اس علّام الغیوب خدا نے ایک اور خبر '' آہ نادر شاہ کہاں گیا'' کے الفاظ میں دی اور فرمادیا کہ یہ خاندان اپنے کئے کی سزا بھگتے گا۔ چنانچہ ۱۹۲۹ء میں ایک نہایت ہی معمولی شخص جیب اللہ خاں المعروف بچّہ سقّہ کے ہاتھوں اس خاندان کا تختہ الٹ گیا اور وہ وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اس وقت نادر خاں نامی ایک جرنیل فرانس میں بیمار پڑا تھا۔ افغانوں نے اُسے بلایا اور وہ افغانستان کا بادشاہ بن گیا۔ اُس نے ''خان'' کا ملکی لقب ترک کر کے '' شاہ'' کا لقب اختیار کیا اور '' نادر شاہ'' کہلانے لگا۔ پھر ۸ نومبر ۱۹۳۳ء کو عین دن کے وقت ایک شخص عبدالخالق نے ایک بڑے مجمع میں اسے قتل کر دیا۔ اس طرح نادر شاہ کی بے وقت اور اچانک موت نے نہ صرف افغانستان بلکہ دنیا کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نِکلوا دیئے کہ '' آہ نادر شاہ کہاں گیا۔''

۳۔ لیکھرام کے متعلق پیشگوئی

لیکھرام ہندوستان کے آریہ سماج فرقہ کا ایک لیڈر تھا جو بہت گندہ دہن تھا۔ اور اسلام پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر رکیک حملے کرتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اُسے بہت سمجھایا اور ان باتوں سے باز رکھنے کی کوشِش کی لیکن وہ شرارت، شوخی اور بد گوئی میں بڑھتا گیا۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ نے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تو آپ کو بتایا گیا کہ:۔

''عِجْلٌ جَسَدٌ لَهٗ خُوَارٌ ۔لَہٗ نَصَبٌ وَّعَذَابٌ ۔یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے ایک مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدّر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔''

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء مشمولہ آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۵۰)

پھر حضرت اقدس نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر تحریر فرمایا:۔

''اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔''

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء مشمولہ آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۵۰، صفحہ ۶۵۱)

ایک اور الہام کے الفاظ ہیں۔ ''یُقْضٰی اَمْرُہٗ فِیْ سِتٍّ''

(استفتاء۔روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۵ حاشیہ)

ترجمہ:۔اس کا معاملہ چھ میں ختم ہو جائے گا۔

اس کے بعد آپ نے پیشگوئی کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

''کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ جس دن یہ پیشگوئی پوری ہوگی وہ عید کے دن کے ساتھ ملا ہوا دن ہوگا۔''

اسی طرح آپ نے اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' میں لیکھرام کے بارے میں لکھا:۔

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ ❖ بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ

(آئینہ کمالاتِ اسلام۔روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۴۹)

ان تمام پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لیکھرام کے بارے میں مندرجہ ذیل امور آپ کو بتلائے گئے تھے:۔

(۱) لیکھرام پر ایک عذاب آئے گا جس کا نتیجہ موت ہوگا۔

(۲) یہ عذاب چھ سال کے عرصہ میں آئے گا۔
(۳) یہ عذاب عید کے ساتھ ملے ہوئے دن میں آئے گا۔
(۴) لیکھرام سے گوسالہ سامری کا سا سلوک کیا جائے گا اور اُسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائیگا۔
(۵) وہ رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا کشتہ ہوگا۔

ان پیشگوئیوں کے پانچ سال بعد کسی نامعلوم شخص نے لیکھرام کے گھر میں تیز خنجر سے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور وہ عید کے ساتھ ملا ہوا دن تھا۔ گوسالہ سامری کو ہفتہ کے دن ٹکڑے ٹکڑے کرکے پہلے جلایا گیا اور پھر راکھ دریا میں پھینک دی گئی۔ اسی طرح لیکھرام ہفتہ کے دن ہلاک ہوا۔ پہلے جلایا گیا اور پھر راکھ دریا میں ڈال دی گئی۔ اس کی ہلاکت اسلام کی صداقت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا ایک زبردست ثبوت ہے اور اہل ہند بالخصوص ہنود کے لئے وہ حجّت ٹھہری۔

۴۔ڈاکٹر ڈوئی کے متعلق پیشگوئی

ڈاکٹر الیگزنڈر ڈوئی امریکہ کا ایک مشہور عیسائی منّاد تھا جس نے صیحون نامی ایک شہر بسایا اور اعلان کیا کہ حضرت مسیح اسی شہر میں اُتریں گے۔ اس شخص کو بہت شہرت حاصل ہوئی اور اس کا شہر بہت بارونق ہوگیا۔ اسے اسلام سے سخت عداوت تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُسے مباہلہ کی دعوت دی تا کہ عیسائیت اور اسلام کی صداقت کا فیصلہ ہو سکے اس سلسلہ میں اس نے اپنے اخبار میں لکھا:۔

''ہندوستان میں ایک بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تُو اُس کا جواب کیوں نہیں دیتا اور کہ تو کیوں اس شخص کا جواب نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ مَیں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر مَیں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو میں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد سوئم صفحہ ۵۶۶۔ اشتہار ۲۳ر اگست ۱۹۰۳ء)

اس پر حضور نے اپنے مباہلہ کے چیلنج کو دوبارہ دُہرایا اور لکھا کہ ڈوئی اگرچہ پچاس برس کا جوان ہے اور مَیں سَتّر برس کا ہوں لیکن فیصلے کا انحصار عمروں پر نہیں ہوتا احکم الحاکمین اس کا فیصلہ کرے گا۔ نیز کہا :۔

''اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا تب بھی یقیناً سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے۔'' (اشتہار ۲۳ر اگست ۱۹۰۳ء مجموعہ اشتہارات جلد سوئم ص ۵۶۴)

اس خدائی پیشگوئی کے بموجب خدا کا قہر اس پر نازل ہوا۔ عین اُس وقت جبکہ وہ ایک عظیم اجتماع سے خطاب کر رہا تھا اس پر فالج کا حملہ ہوا۔ اور وہ زبان بند کر دی گئی جو آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہرزہ سرائی کرتی تھی۔ پھر دماغی فتور اور کئی اور بیماریوں میں مبتلا ہو گیا۔ اس پر غبن کا الزام تھا۔ شہر صیحون تباہ ہو گیا۔ نہ صرف مریدوں نے بلکہ اہل وعیال نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ بیٹے نے کہا کہ وہ ولدالزنا تھا۔ بالآخر ہزاروں مصیبتیں اور ذلّتیں سہتا ہوا ۹ر مارچ ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی زندگی میں اس جہان سے رخصت ہوا۔ بیوی بچے تک جنازے میں شریک نہ ہوئے۔ گھر میں شراب کی بوتلیں اور کنواری لڑکیوں کے عاشقانہ خطوط برآمد ہوئے۔

غرض پیشگوئی کے مطابق وہ ذلّت ورسوائی کے ساتھ اس جہاں سے رخصت ہوا۔ اور اسکی عبرتناک موت عیسائی دنیا کے لئے ایک حجّت قرار پائی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح محمدیؑ کی صداقت پر مُہر تصدیق ثبت کر گئی۔ جو رہتی دنیا تک ایک نشان رہے گا۔

۵۔ طاعون کی پیشگوئی

۶ر فروری ۱۸۹۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشف میں دیکھا :۔

''خُدائے تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں...... مَیں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت

ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔" (تذکرہ صفحہ ۳۱۴ طبع چہارم)

اس پیشگوئی کے مدنظر آپ نے اشتہار کے ذریعہ لوگوں کو مشورہ دیا کہ کھلے مقامات پر رہائش اختیار کریں۔ لوگوں نے اس کا بڑا مذاق اڑایا کیونکہ ملک میں طاعون کا نشان تک نہ تھا۔ پیسہ اخبار لاہور نے لکھا:۔

"مرزا اسی طرح لوگوں کو ڈرایا کرتا ہے۔ دیکھ لینا خود اسی کو طاعون ہوگی۔"
(پیسہ اخبار لاہور فروری ۱۸۹۸ء)

لیکن پیشگوئی کے مطابق چند ماہ بعد طاعون نمودار ہوگئی مگر حملہ کمزور تھا اس لئے لوگ تمسخر سے باز نہ آئے تو حضور نے ازراہِ ہمدردی ۱۷ر مارچ ۱۹۰۱ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں تحریر کیا:۔

"سو اے عزیزو! اِسی غرض سے پھر یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ سنبھل جاؤ اور خدا سے ڈرو اور ایک پاک تبدیلی دکھلاؤ تا خدا تم پر رحم کرے اور وہ بلا جو بہت نزدیک آگئی ہے خُدا اس کو نابود کرے۔ اسے غافلو! یہ ہنسی اور ٹھٹھے کا وقت نہیں ہے۔ یہ وہ بلا ہے جو آسمان سے آتی اور صرف آسمان کے حکم سے دُور ہوتی ہے۔"
(مجموعہ اشتہارات جلد ۳ صفحہ ۴۰۱ اشتہار ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء)

جب لوگوں نے اس تنبیہہ سے فائدہ نہ اٹھایا تو خدائے ذوالجلال کا غضب بھڑکا اور ۱۹۰۲ء میں طاعون نے اس قدر زور پکڑا کہ لوگ کتّوں کی طرح مرنے لگے اور گاؤں کے گاؤں اجڑ گئے۔ اس قدر موتا موتی ہوئی کہ لاشوں کے سنبھالنے والا کوئی نہ ملتا۔ یہ حالات دیکھ کر آپ نے پھر ایک رسالہ "دافع البلاء و معیار اھل الاصطفاء" تحریر فرمایا۔ اور لوگوں کو توجہ دلائی کہ اس مصیبت کا حقیقی علاج یہی ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کی طرف توجہ کی جائے اور اس کے فرستادہ کو قبول کیا جائے۔ چنانچہ تحریر فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ اِنَّهٗ اٰوَى الْقَرْيَةَ یعنی خُدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دُور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دُور نہ کرلیں جو اِن کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خُدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دُور نہیں ہوگی اور وہ قادر خُدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خُدا کا رسُول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔"

(دافع البلاء روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۵، صفحہ ۲۲۶)

پھر خداوند عزّوجلّ نے یہ بھی خبر دی کہ:۔

"اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا مِنْ اِسْتِکْبَارٍ وَاُحَافِظُكَ خَاصَّةً۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔"

(تذکرہ صفحہ ۴۶۸ طبع چہارم)

یعنی مَیں ہر ایک ایسے انسان کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو تیرے گھر میں ہوگا مگر وہ لوگ جو تکبّر سے اپنے تئیں اُونچا کریں اور مَیں تجھے خصوصیّت کے ساتھ بچاؤں گا۔ خدائے رحیم کی طرف سے تجھے سلام۔"

طاعون کی مصیبت سے لوگوں کو بچانے کے لئے حکومتِ وقت نے طاعون کا ٹیکہ لگانا شروع کیا لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو ٹیکہ کرانے سے منع کر دیا تا کہ وہ نشان جو حضورؑ کی صداقت کے لئے مقرر کیا گیا تھا مشتبہ نہ ہو جائے۔ چنانچہ حضورؑ نے ایک کتاب "کشتی نوح" تصنیف فرمائی اور اس میں تحریر فرمایا:۔

"اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تُو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ

سب طاعون سے بچائے جائیں گے۔اوران آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کرکے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے مَت دلگیر ہو یہ حکمِ الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اوران سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار میں رہتے ہیں ٹیکہ کی کچھ ضرورت نہیں۔''

(کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ ۲)

''مَیں بار بار کہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اس پیشگوئی کوایسے طور سے ظاہر کریگا کہ ہرایک طالبِ حق کوکوئی شک نہیں رہے گا اوروہ سمجھ جائے گا کہ معجزہ کے طور پر خُدا نے اس جماعت سے معاملہ کیا ہے بلکہ بطور نشان الٰہی کے نتیجہ یہ ہوگا کہ طاعون کے ذریعہ سے یہ جماعت بہت بڑھے گی اور خارق عادت ترقی کریگی اورانکی یہ ترقی تعجّب سے دیکھی جائیگی۔'' (کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ ۶)

غرض جیسا کہ کہا گیا تھا ویسا ہی وقوع میں آیا۔لوگ حیرت سے مشاہدہ کرتے تھے کہ احمدی اس بَلا سے باوجود ٹیکہ نہ کرانے کے محفوظ رہتے ہیں۔اگر کسی گھر کے چار افراد میں سے ایک احمدی ہوتا تو وہ بچ جاتا اور باقی تین بیماری کا شکار ہوجاتے۔طاعون کے کیڑے کس طرح فرق کرتے تھے کہ فلاں احمدی ہے اور فلاں نہیں۔لوگوں کے لئے یہ ایک حیرت انگیز امر تھا اوراس مشاہدہ کی وجہ سے لوگ کثرت سے اس جماعت میں شامل ہوئے گویا خدائے تعالیٰ کی فعلی شہادت نے یہ بات واضح کردی کہ وہ اس جماعت کے ساتھ ہے۔اوراس کوترقی دینا چاہتا ہے۔پھر قادیان میں حسب وعدہ اس مرض کی وہ شدت نہ ہوئی جو دوسرے قصبات اورشہروں میں ہوئی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کوخدا کے وعدوں پر کس قدر یقین تھا اس کا اندازہ اس امر سے ہوجاتا ہے کہ حضورؑ کے ایک مرید مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کو جو حضورؑ کے گھر کے ایک حصّہ میں رہتے تھے۔کچھ بخار ہوگیا اورانہیں خیال ہوا کہ مرض طاعون کا حملہ ہے۔حضورؑ نے

پورے وثوق سے فرمایا۔

''میں نے انکو کہا کہ اگر آپکو طاعون ہوگئی ہے تو پھر میں جھوٹا ہوں اور میرا دعویٰ الہام غلط ہے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 253، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 265)

ان کا بخار جلد اُتر گیا اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ❖

ناجی فرقہ صرف جماعت احمدیہ ہی ہے

ناجی فرقہ:۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقیناً میری امّت پر ایک وقت آئے گا جو بنی اسرائیل پر آچکا ہے اور وہ انہی کے نقش قدم پر چلنے لگے گی۔ اور اگر بنی اسرائیل کا کوئی آدمی اپنی ماں سے زنا کا مرتکب ہوگا تو میری امّت کا مسلمان بھی ایسا ہی کرے گا اور جس طرح بنی اسرائیل کے ۷۲ فرقے ہوگئے تھے اسی طرح میری امّت کے ۷۳ فرقے ہوں گے۔ ان میں سے صرف ایک ناجی ہوگا باقی ۷۲ فرقے ناری ہوں گے۔'' (ترمذی ابواب الایمان باب افتراق ھٰذِہِ الامۃ)

ناجی فرقہ کے متعلق مرقاۃ المفاتیح میں لکھا ہے:۔

''ناجی فرقہ طریقہ احمدیّہ پر گامزن ہوگا اور محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشن سنّت پر عمل کرے گا۔'' (مرقاۃ المفاتیح جلد اوّل صفحہ ۲۴۸ حاشیہ۔ مکتبہ امدادیہ ملتان ناشر: مجلس اشاعت المعارف۔ وکٹوریہ پریس ملتان۔)

۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی اس وقت کی قومی اسمبلی نے جماعتِ احمدیّہ کے خلاف ایک فیصلہ دیا جس نے ایک اور ۷۲ کے فرق کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا۔ چنانچہ اخبار نوائے

وقت نے لکھا:۔

اسلامی تاریخ میں اس قدر پورے طور پر کسی اہم مسئلے پر کبھی اجماع امّت نہیں ہوا

''اس فیصلہ کی ایک خاص اہمیّت یہ ہے کہ اس پر اجماع امّت بالکل صحیح طور پر ہوا ہے۔ اسلام کی ساری تاریخ میں اس قدر پُورے طور پر کسی اہم مسئلہ پر کبھی اجماع نہیں ہوا۔ اجماع امّت میں ملک کے سب بڑے سے بڑے علماء دین اور حاملانِ شرع متین کے علاوہ تمام سیاسی لیڈر اور ہر گروپ کے سیاسی رہنما کماحقہٗ متفق ہوئے ہیں اور صوفیاء کرام اور عارفین باللہ برگزیدگان تصوّف و طریقت کو بھی پُورا پُورا اتفاق ہوا ہے۔ قادیانی فرقہ کو چھوڑ کر جو بھی ۷۲ فرقے مسلمانوں کے بتائے جاتے ہیں سب کے سب اس مسئلہ کے اس حل پر متفق اور خوش ہیں۔ زعماء ملّت اور عمائدین کا کوئی طبقہ نظر نہیں آتا جو اس فیصلہ پر خوشگوار ردّ عمل نہ رکھتا ہو۔''

(نوائے وقت مورخہ ۶/۱۰ اکتوبر ۱۹۷۴ء)

مسیح موعود و مہدی مسعُود پر ایمان لانے کی اہمیّت

آنحضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

''تم میں سے جو عیسیٰ کو پائے میرا اسلام کہے۔''

(درمنثور ۲/ ۲۴۵ از جلال الدین السیوطیؒ)

''جب تم اس کو دیکھو تو اگر برف کے پہاڑوں پر سے گھسٹ گھسٹ کر اس کے پاس پہنچنا پڑے تو بھی اس کی بیعت کرو''۔

(ابن ماجہ ابواب الفتن باب خروج المہدی۔ جلد دوئم)

''اس کی اطاعت میری اطاعت اور اس کی نافرمانی میری نافرمانی ہوگی۔''

(بحارالانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۷ از علامہ باقر مجلسیؒ)

''جس نے مہدی کے ظہور کا انکار کیا اُس نے گویا محمدؐ پر نازل شدہ باتوں کا انکار کیا۔''(ینابیع المودہ الباب الثامن والسبعون صفحہ ۴۴۷ از علاّمہ شیخ سلمان المتوفی ۱۲۹۴ھ)

''جس نے مہدی کو جھٹلایا پس اُس نے کفر کیا۔''(حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۱ از نواب محمد صدیق حسن خانصاحب مطبع شاہجہان بھوپال)

حضرت سرورِ کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا:

فَاِذَا رَأَیْتُمُوْہُ فَبَایِعُوْہُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ فَاِنَّہٗ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۳۰)

اے مسلمانو! جب تم میں مسیح موعود ظاہر ہو اور تم اس کو دیکھ لو تو تمہارا فرض ہے کہ تم اس تک پہنچو اور بیعت کر کے اس کے حلقہ اطاعت میں شامل ہو جاؤ خواہ تمہیں اُس تک پہنچنے کے لئے برف کے یخ تودوں پر سے گھٹنوں کے بل ہی کیوں نہ جانا پڑے تم ضرور اس کے پاس پہنچو کیونکہ وہ کوئی معمولی ہستی نہیں ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ خلیفہ اور اس کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوگا۔

جماعت احمدیہ کا روشن مستقبل

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت

سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو۔ اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ کر لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔''

(تجلیّات الٰہیہ ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰)

''خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیگا۔ مَیں تجھے اُٹھاؤں گا۔ اور اپنی طرف بلالوں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اور تیرے ناکام رہنے کے دَرپَے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے۔ اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے۔ لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔ اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا۔ اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے۔ جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا۔ اور فراموش نہیں کرے گا۔ اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے......اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا۔ یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳)

''مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے

نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اوران کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اوراُن میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھراولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا اُن کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اُس کو روک سکے۔

(تذکرہ الشہادتین ۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۷)

......☆......☆......☆......

پانچواں باب
حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

پیدائش، بچپن اور جوانی

مقدس بانئی اسلام سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آج سے قریباً چودہ سو سال قبل ۲۰ ر اپریل ۵۷۱ء مطابق ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ مکّہ میں پیدا ہوئے۔ آپؐ قبیلہ قریش کی مشہور شاخ بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔ والد محترم آپؐ کی پیدائش سے قبل ہی فوت ہو گئے اور آپؐ یتیم رہ گئے۔ اس طرح آپؐ کی پرورش کی عظیم ذمہ داری آپؐ کے دادا اور مکّہ کے سردار عبدالمطلب نے سنبھالی۔[1]

ابھی ۶ ماہ کے تھے کہ مکہ کے دستور کے مطابق پرورش کے لئے آپؐ کو دائی حلیمہ کے سپرد کیا گیا اور حضورؐ ان کے گھر چار پانچ برس تک رہے۔

جب سوا چھ برس کے ہوئے تو مادرِ مشفق کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ پھر آپؐ اپنے دادا کی کفالت میں آ گئے جنہوں نے نہایت محبت و پیار سے آپ کی پرورش کی۔ ابھی دو سال بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ دادا بھی رحلت فرما گئے۔ دادا کی خواہش کے مطابق آپؐ کے چچا ابو طالب نے آپؐ کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا۔ اور نہایت محبت و پیار اور توجہ سے آپؐ کی خبر گیری کی۔

---

[1] سیرۃ النبی مصنفہ علامہ شبلی نعمانی جلد اول صفحہ ۱۷۲۔ تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ شاہ معین الدین ندوی نے تاریخ اسلام جلد اوّل میں ۹ ر ربیع الاول مطابق اپریل ۵۷۱ء لکھی ہے۔ سید امیر علی نے تاریخ اسلام میں ۲۹ ر اگست ۵۷۰ء لکھی ہے۔ فلپ ہٹی نے ۵۷۱ء لکھا ہے۔ مشہور مصری ہیئت دان محمود پاشا فلکی کی تحقیق جدید کی رو سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت ۹ ر ربیع الاول بروز دوشنبہ مطابق ۲۰ ر اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔

بارہ برس کی عمر میں آپؐ نے اپنے شفیق چچا ابو طالب کے ساتھ شام کا پہلا سفر کیا۔آپؐ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے تاہم کاروبار کے طور طریقوں سے خوب واقف ہو گئے۔ بچپن سے ہی آپؐ کی طبیعت میں نیکی، پاکیزگی، دیانت اور امانت اور خوش خلقی پائی جاتی تھی۔لین دین کے کھرے اور سچائی کے پابند تھے۔اسی وجہ سے آپؐ صادق اور امین کہلاتے تھے۔انہی پاکیزہ خصائل کی وجہ سے مکہ کی ایک مالدار بیوہ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ سے شادی کر لی۔اس شادی کے وقت آنحضورؐ کی عمر پچیس برس اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس سال تھی۔حضرت خدیجہؓ کی اولاد میں حضرت فاطمہؓ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

آنحضرتؐ کی بعثت :

حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد حضورؐ فارغ البال ہو گئے۔آپؐ اپنی دولت غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی اعانت میں صرف کیا کرتے۔اپنے فراغت کے اوقات عبادت اور ذکر الٰہی میں صرف کیا کرتے۔مکہ کے قریب ایک پہاڑی کی کھوہ تھی جسے غارِ حرا کہتے ہیں۔ آپؐ اکثر وہاں جا کر تنہائی میں عبادت کرتے اور کئی کئی دن تک وہاں ذکر الٰہی اور دعاؤں میں مصروف رہتے۔

جب آنحضورؐ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو تاجِ رسالت سر پر رکھا گیا اور رمضان کے مبارک مہینہ میں وحیٔ رسالت سے آپؐ سرفراز کئے گئے۔سب سے پہلی وحی جو آپؐ پر نازل ہوئی وہ یہ تھی:- اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ

جب حکم ملا کہ خاندان اور قوم کو بت پرستی سے روکیں تو آنحضورؐ نے خاموشی سے تبلیغ شروع کی۔تین سال بعد اعلانیہ تبلیغ شروع ہوگئی اور آپؐ نے پہلے مکہ والوں کو توحید کا پیغام پہنچایا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ مسلمان ہو جاتے ان پر کفار سختیاں کرنے لگتے۔خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی ایذائیں دی گئیں حتّٰی کہ آپؐ کو اپنے خاندان سمیت تین سال تک ایک گھاٹی

میں جسے شعب ابی طالب کہتے ہیں محصور رہنا پڑا جہاں مکمل طور پر آپ کا بائیکاٹ رہا۔ آپؐ کے چچا ابوطالب جب تک زندہ رہے وہ آپ کی ہر طرح امداد و حمایت کرتے رہے۔ لیکن نبوت کے دسویں سال ابوطالب کی وفات پر یہ بند بھی ٹوٹ گیا اور قریش کی شرارتوں میں اور اضافہ ہو گیا۔

مدینہ کی طرف ہجرت :

جب مکہ میں ایذا رسانیاں انتہاء کو پہنچ گئیں اور قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مل کر قتل کرنے کا فیصلہ کیا تو نبوت کے تیرھویں سال حضورؐ خدائے تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابوبکرؓ کی معیّت میں رات کے وقت مکہ سے نکلے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مکہ سے چار پانچ میل دور غارِ ثور میں حضورؐ نے تین دن قیام فرمایا اور پھر مدینہ چلے گئے۔ جو لوگ مدینہ میں رہتے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے وہ انصار کہلائے۔ جو مسلمان ایذا رسانیوں کے بچنے کیلئے مدینہ میں آ جمع ہوئے وہ مہاجر کہلائے۔ انصار نے مہاجرین کو اپنے گھروں میں پناہ دی اور آنحضرتؐ نے دونوں میں بھائی چارہ قائم کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد دس سال زندہ رہے۔ جب قریش مکّہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کو مدینہ میں امن حاصل ہو گیا ہے تو انہوں نے متعدد بار مسلمانوں پر چڑھائی کی اور فوجی طاقت سے اسلام کو مٹانا چاہا۔ مسلمان بھی خود حفاظتی کیلئے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ چنانچہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان کئی خونریز معرکے ہوئے جن میں جنگ بدر، جنگِ اُحد اور جنگِ احزاب بہت مشہور ہیں۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد صرف ۳۱۳ تھی اور کفار کی تعداد ایک ہزار تھی۔ جنگ اُحد میں جو جنگ بدر کے تین سال بعد ہوئی مسلمانوں کی تعداد ۷۰۰ اور دشمن کی تعداد تین ہزار تھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابی عطا کی۔ ۵ھ میں یہودیوں نے جن کو ان کی شرارتوں اور بدعہدیوں کی وجہ سے مدینہ سے باہر نکال دیا گیا تھا قریش مکہ کو پھر جنگ کیلئے اُکسایا اور دوسرے قبائل کو بھی جنگ پر آمادہ کیا۔ اس کوشش کے نتیجہ میں دس ہزار کا

جرار لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ آنحضورؐ نے شہر کی حفاظت کے لئے ارد گرد خندق کھدوائی ۔قریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ رہا۔ پھر خدا کی نصرت اس رنگ میں آئی کہ ایک رات تیز آندھی آئی اور جو احزاب مدینہ کے گرد خیمے ڈالے پڑے تھے ان کی روشنیاں بجھ گئیں۔اور دلوں میں خوف طاری ہو گیا۔ پھر سارے گروہ (احزاب) ایک ایک کر کے بھاگ گئے اور اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔ یہ جنگِ احزاب اور جنگِ خندق کہلاتی ہے۔

صلح حدیبیہ :

سن ۶ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رویاء کی بناء پر خانہ کعبہ کی زیارت (عمرہ) کا ارادہ کیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضورؐ کے ہمراہ چودہ سو صحابہؓ کی ایک جماعت تھی۔ حدیبیہ کے مقام پر قریش نے آپؐ کا راستہ روک لیا۔ بالآخر مسلمانوں اور قریش میں ایک معاہدہ طے پایا جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔اس معاہدہ کی بناء پر حضورؐ مدینہ واپس آ گئے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دب کر صلح کر لی ہے لیکن درحقیقت اس کے نتیجہ میں فتح مکّہ کا راستہ صاف ہو گیا اور سیاسی طور پر مسلمانوں کو ایک الگ قوم تسلیم کر لیا گیا۔

بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط :

جب صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں دس سال تک پُرامن رہنے کا کفار سے معاہدہ ہو گیا تو حضورؐ نے دنیا کے مختلف حصوں میں جو سلاطین رہتے تھے ان کو خطوط کے ذریعہ پیغامِ حق پہنچایا۔ چنانچہ قیصر روم، کسریٰ پرویز شاہِ ایران، مقوقس سلطان مصر، ملک حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو اسلام کی دعوت دی گئی۔اسی طرح بحرین، بصرہ اور یمامہ کے حکمرانوں کو بھی خطوط لکھے گئے۔

فتح مکّہ :

صلح حدیبیہ کی رُو سے دس سال تک جنگ بند رکھنے کا معاہدہ ہو چکا تھا۔لیکن سن ۸ ہجری

میں خود مکہ والوں نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدّوسیوں (صحابہ) کو ساتھ لیکر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ قریش کو اس لشکر کے آنے کا اس وقت علم ہوا جب وہ مکّہ کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ ابوسفیان نے جو مکہ کا سردار تھا اتنا بڑا لشکر دیکھا تو اس کے اوسان خطا ہو گئے اور اسلام کا رُعب اس کے دل میں بیٹھ گیا۔ حضرت عباسؓ کے توجہ دلانے پر اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اسلامی لشکر فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (آج تم پر کوئی الزام نہیں) کہہ کر عام معافی کا اعلان فرما دیا اور عفو و درگذر کی ایسی مثال قائم کر دی جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی۔ فتح مکہ کے بعد اسلام بڑی تیزی سے سارے عرب میں پھیل گیا۔ تاہم فتح مکہ کے بعد بھی آپؐ کو بعض غزوات پیش آئے جن میں غزوۂ حنین اور غزوۂ تبوک زیادہ معروف ہیں۔

وصال :

ہجرت کے بعد صرف ایک مرتبہ یعنی ہجرت کے دسویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا جو حجۃ الوداع کہلاتا ہے۔ آپؐ نے اس موقع پر ایک خطبہ دیا اور بطور وصیت آخری نصائح فرمائیں۔ پھر آپؐ حج سے فارغ ہو کر واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ مدینہ آ کر مرض الموت میں مبتلا ہو گئے اور ۲۶ رمئی سنہ ۶۳۲ء[1] مطابق یکم ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ[2] روز پیر تریسٹھ[3] سال کی عمر میں اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

---

[1] تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۵۵ حاشیہ۔ اخبار جنگ کراچی ۲۸ رستمبر سنہ ۱۹۸۵ء صفحہ ۷۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ صاحب پروفیسر راجشاہی بنگلہ دیش کی تحقیق جدید کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وصال یکم ربیع الاوّل سن ۱۱ھ مطابق ۲۶ رمئی سنہ ۶۳۲ء قرار پاتا ہے۔

محمد مختار باشاہ ماہر فلکیات کی کتاب ''التوفیقات الالہامیہ'' صفحہ ۶ کی رو سے یکم ربیع الاوّل سن ۱۱ھ کی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور ازواجِ مطہرات

لڑکے:۔ قاسمؓ ۔عبداللہؓ (لقب طاہرؔ اور طیبؔ)۔ابراہیمؓ ۔

لڑکیاں:۔زینبؓ ۔رقیہؓ ۔اُمّ کلثومؓ ۔فاطمہؓ ۔

بیویاں :۔ حضرت خدیجہ ؓ ۔سودہؓ ۔عائشہؓ ۔حفصہ ؓ۔زینبؓ ۔اُمّ سلمیٰؓ ۔اُمّ حبیبہؓ ۔زینبؓ بنتِ جحش ۔جویریہؓ ۔صفیہؓ ۔میمونہؓ ۔ماریہ قبطیہؓ

☆......☆......☆

(بقیہ حاشیہ صفحہ 226) تاریخ ۲۶رمئی کی بجائے ۲۷رمئی بنتی ہے۔۲۶رمئی ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ وصال ہے اور آپ کی تدفین کی تاریخ ۲۷رمئی ہے۔اس طرح تاریخوں کا تطابق ظاہری طور پر آنحضرتؐ کی حدیث یُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ) کی ایک تعبیر بن جاتی ہے۔

۲۔طبقات ابن سعد حصہ دوم صفحہ ۲۷۳اور تاریخ اسلام مصنفہ معین الدین ندوی نے تاریخ وصال ۱۲ ربیع الاوّل سن ۱۱ھ لکھی ہے۔

۳۔سیرت ابن ہشام جلد چہارم ۔تاریخ اسلام مصنفہ سید امیر علی اور ہسٹری آف دی عربز مصنفہ فلپ ہٹی میں تاریخ وصال ۸رجون ۶۳۲ء لکھی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

﴾ ......عہدِ خلافت...... ﴿

۶۳۲ء تا ۶۳۴ء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد شباب سے ہی گہرے دوستانہ مراسم تھے اور جب آنحضورؐ نے دعویٰ نبوت کیا تو مردوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام کی دعوت کو قبول کیا اور آنحضورؐ کے دعویٰ کی تصدیق کر کے صدّیق کا لقب پایا۔

ابتدائی زندگی :

حضرت ابوبکرؓ کا نام عبداللہ۔ لقب صدیق اور کنیت ابوبکر تھی۔ والد کا نام ابوقحافہ اور والدہ کا نام اُمّ الخیر سلمٰی تھا۔ چھٹی پشت میں آپ کا شجرۂ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

آپؓ ۵۷۲ء میں مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کا بچپن گذرا۔ جب جوان ہوئے تو کپڑے کی تجارت کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق اور اوصافِ حمیدہ کا گہرا نقش آپؓ کے دل پر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کو علم ہوا کہ آنحضرتؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو فوراً اس کی تصدیق کی اور اسلام قبول کرنے میں اولیت کا شرف حاصل کیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد خدمت دین کو اپنا شعار بنایا۔ آپؓ کی کوششوں سے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت طلحہؓ، حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جیسے جلیل القدر افراد نے اسلام کو قبول کیا اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی۔ سفر و حضر میں صلح اور جنگ میں ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

رہتے۔آنحضورؐ کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے۔ ہر معاملہ میں آنحضرتؐ آپؓ سے مشورہ کرتے۔ ہجرت کے وقت بھی آپؓ آنحضورؐ کے ساتھ رہے اور جب غارِ ثور میں آنحضرتؐ نے پناہ لی تو حضرت ابوبکرؓ ساتھ تھے۔ حجۃ الوداع کے بعد جب آنحضرتؐ بہت بیمار ہو گئے تو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ مسجد نبوی میں امامت کرائیں۔

قربانی وایثار

مسلمان ہوجانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ تن من دھن سے خدمتِ اسلام میں مصروف ہو گئے نہ تجارت کا خیال رہا نہ آرام کا۔ جب روپیہ کی ضرورت ہوتی وہ قربانی میں پیش پیش ہوتے۔ایک موقعہ پر جب دین کی خاطر روپیہ کی بہت ضرورت تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کا نصف اثاثہ آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کر دیا اور خیال کیا کہ آج تو میں ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا۔لیکن حضرت ابوبکرؓ نے موقعہ کی نزاکت کے پیش نظر گھر کا سارا مال پیش کر دیا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ گھر میں بھی کچھ چھوڑا ہے یا نہیں تو حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کا نام گھر میں چھوڑا ہے۔اسی اخلاص،وفاداری اور جاں نثاری کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی بیٹی حضرت عائشہؓ سے شادی کر لی۔

خلافت کا دور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکرؓ پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔آپؓ اپنے تقویٰ،علم ومعرفت،دانشمندی ومعاملہ فہمی،اپنے ایثار وقربانی کی وجہ سے سب صحابہؓ میں افضل تھے اور خلافت کے سب سے زیادہ اہل تھے۔

اگرچہ طبیعت میں نرمی اور منکسر المزاجی بے انتہا تھی لیکن دینی وقار کے معاملہ میں آپ کسی نرمی اور رواداری کے قائل نہ تھے۔آغاز خلافت سے ہی بعض مشکلات پیش آئیں۔لیکن آپؓ

نے بڑی استقامت اور جرأت وہمت سے ان کا مقابلہ کیا۔ اوران پر قابو پالیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کچھ قبائل جن کے دلوں میں ابھی اسلام اچھی طرح رچا نہیں تھا مرتد ہوگئے اور پرانی عصبیت ان پر غالب آ گئی ۔ انہوں نے خودمختار رہنا پسند کیا۔ اور زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا۔ بلکہ مدینہ پر حملہ کرنے کی سوچنے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ نے خطرہ کو دیکھ کر مناسب انتظامات کئے اور منکرین زکوٰۃ کی اچھی طرح سرکوبی کی۔

بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی نبوت کے جھوٹے دعوے کئے ۔ اَسود عنسی، مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد اور ایک عورت سجاح زیادہ معروف ہیں۔ اسود عنسی تو آنحضرتؐ کی زندگی میں ہی قتل کیا گیا۔ باقیوں نے ارتداد کی رو سے فائدہ اُٹھا کر قبائل عرب کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے سب کو زیر کیا۔ مسیلمہ کذاب قتل ہوا۔ طلیحہ نے راہِ فرار اختیار کی۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کی ہمت اور استقامت ہی تھی جس کے باعث دُور دراز کے مرتدین کی بھی سرکوبی ہوئی۔ اور سارا جزیرۂ عرب مسخر ہوکر اسلامی سلطنت میں شامل ہوگیا۔

اندرونی خلفشار کو دور کرنے کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ نے پورے عزم کے ساتھ بیرونی دشمنوں کی طرف توجہ کی اور اس زمانہ کی دو عظیم طاقتوں یعنی کسریٰ شاہِ ایران اور قیصر روم سے ٹکر لی۔ عراق اور شام کی فتح کی طرف متوجہ ہوئے ۔ یرموک کے مقام پر رومی سلطنت سے ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی جس نے رومی سلطنت کی تسخیر کے دروازے کھول دئے اور رومیوں کے حوصلے پست کردیئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں جن فتوحات کا آغاز ہوا ان کی تکمیل خلافت ثانیہ کے دور میں ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپؓ نے حفاظتِ قرآن کا بندوبست کیا۔ یوں تو جب اور جتنا قرآن کریم نازل ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے لکھوادیتے۔ قرآن کریم کی ہر سورۃ اور اس کا نام اور اس کی ترتیب پھر سارے قرآن کریم کی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حکم الٰہی سے عمل میں آ چکی تھی۔

لیکن یہ قرآن چمڑے کے ٹکڑوں، پتھر کی سلوں اور کھجور کی چھال وغیرہ پر متفرق رنگ میں لکھا ہوا تھا۔ اس خوف سے کہ مبادا قرآن کریم کی عبارت میں بعدازاں اختلاف ہوجائے۔آپؓ نے تمام تحریروں کو جمع کرایا اور حفاظ کی مدد سے سارے قرآن کو یکجا اور محفوظ کردیا۔

وفات

حضرت ابوبکرؓ نے ایک دن سردی میں غسل کیا جس کی وجہ سے آپ کو بخار ہوگیا اور آپ پندرہ دن بیمار رہے۔ اس زمانہ میں آپؓ نے حضرت عمرؓ کو امامت کے فرائض ادا کرنے کیلئے مقرر کیا۔ بعدازاں آپؓ نے اعلان فرمادیا کہ حضرت عمرؓ آپ کے بعد جانشین ہوں گے۔

آپ دوسال تین ماہ اور گیارہ دن خلیفہ رہے۔ ۲۲ /اگست ۶۳۴ء مطابق ۲۱/جمادی الآخر ۱۳ھ بروز پیر تریسٹھ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔

☆......☆......☆

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

﴿ ......عہدِ خلافت...... ﴾

۶۳۴ء تا ۶۴۴ء

ابتدائی زندگی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ثانی تھے۔ آپ کا نام عمر، لقب فاروق اور کنیت ابن خطاب تھی۔ والد کا نام الخطاب بن نصیل تھا۔ ۵۸۱ء میں مکّہ میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں اپنے والد کے اونٹ وغیرہ چراتے رہے۔ ذرا ہوش سنبھالا تو لکھنا پڑھنا سیکھا۔ جوان ہوئے تو تجارت کو ذریعہ معاش بنایا۔ اور اکثر شام وعراق کے سفر کئے۔

قبولِ اسلام

اسلام کے ابتدائی ایام میں حضرت عمرؓ اسلام سے سخت دشمنی رکھتے تھے۔ ایک دن تلوار لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے گھر سے نکلے۔ راستہ میں کسی نے کہا پہلے اپنی بہن کی تو خبر لو۔ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔ اس پر فوراً بہن کے گھر کا رُخ کیا۔ وہاں پہنچے تو قرآن مجید کی تلاوت ہو رہی تھی اُسے سن کر دل صاف ہو گیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت پہنچی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! عمر کو اسلام میں داخل کر کے مسلمانوں کو تقویت بخش۔ حضرت عمرؓ بڑے رعب و دبدبہ کے مالک تھے۔ اکثر غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش رہے۔ آپ کی معاملہ فہمی کی وجہ سے آنحضورؐ آپ سے بھی اکثر معاملات میں مشورہ فرماتے تھے۔

دورِ خلافت

اپنی خلافت کے دور میں حضرت عمرؓ نے ایران و روم کی سلطنتوں کی طرف فوری توجہ دی۔ اور بڑے صبر آزما حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامیابیاں عطا کیں۔ ایران اور عراق فتح ہوا۔ پھر شام و مصر فتح ہوئے۔ بیت المقدس جب سن ۱۷ھ میں فتح ہوا تو رومیوں کی درخواست پر حضرت عمرؓ بنفسِ نفیس وہاں تشریف لے گئے اور صلح کے معاہدہ پر دستخط کئے۔ اور سب کو امان دی۔

آپؓ کے دورِ خلافت میں سلطنت کی حدود بہت وسیع ہوگئی تھیں مشرق میں افغانستان اور چین کی سرحدوں تک مسلمان فوجیں پہنچ چکی تھیں، مغرب میں طرابلس اور شمالی افریقہ تک، شمال میں بحر قزوین تک اور جنوب میں حبشہ تک۔ ایک دنیا محو حیرت ہے کہ دس بارہ سال کے قلیل عرصہ میں ایک بے سروسامان قوم کس طرح منظّم حکومتوں پر چھا گئی۔

حضرت عمرؓ نے توسیع سلطنت اور فتوحات کے ساتھ ساتھ ملکی انتظام کی طرف بہت توجہ دی۔ ملک کو مختلف صوبوں میں تقسیم کیا اور ہر صوبے میں حاکم صوبہ، فوجی میر منشی، افسر مال، پولیس افسر، قاضی اور خزانچی مقرر کئے۔ عدالت، پولیس اور فوج کے الگ الگ محکمے قائم کئے۔ ڈاک کا انتظام کیا۔ جیل خانے بنائے۔ ٹکسال بنا کر چاندی کے سکے رائج کئے۔ مدینہ میں نیز تمام ضلعی مراکز میں بیت المال قائم کئے۔ فوج کی تنخواہیں اور مستحقین کے وظیفے مقرر کئے۔ اور دفتری نظام کی داغ بیل ڈالی۔ رفاہِ عامہ کے کاموں کے سلسلہ میں بڑے بڑے شہروں میں مسافر خانے تعمیر کرائے۔ مکہ مدینہ کے درمیان چوکیاں، سرائیں اور حوض تعمیر کرائے اور کئی نہریں کھدوائیں۔ حضرت عمرؓ نے ۹۹ میل لمبی ایک نہر کھدوا کر دریائے نیل کو بحر احمر (بحر قلزم) سے ملا دیا جس سے تجارت کو بہت فروغ ہوا اور مصر کے جہاز براہِ راست مدینہ کی بندرگاہ تک آنے لگے۔

حضرت عمرؓ نے سن ہجری کا آغاز کیا اور اسلامی تقویم (کلینڈر) کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجرت کے سال سے کی۔ حضرت عمرؓ بڑی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ باوجود وسیع سلطنت کے حکمران ہونے کے آپ کے کپڑوں میں کئی پیوند لگے ہوتے تھے۔ دنیاوی عیش و عشرت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ خلیفہ بننے کے بعد تجارت کا پیشہ ترک کر دیا۔ اور بیت المال سے دو درہم روزانہ وظیفہ لیتے۔ انتظامی معاملات میں کسی کا لحاظ نہ کرتے۔ عدل وانصاف اور رعایا کی بہبودی کا فکر آپ کی سیرت کی نمایاں خصوصیت ہے۔ رات کو گشت کر کے لوگوں کی ضروریات کا علم حاصل کرتے اور غریبوں، بیکسوں اور یتیموں کو فوری امداد پہنچاتے۔ ایک دفعہ دیکھا کہ ایک عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے اور کوئی پاس نہیں فوراً گھر آئے اور اپنی بیوی کو ساتھ لیکر گئے تا کہ اس کی دیکھ بھال ہو سکے۔

شہادت

ایک دن ایک عیسائی غلام ابولولو نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ میرا آقا مجھ سے روزانہ دو درہم وصول کرتا ہے۔ وہ نقاشی، نجاری اور آہنگری میں بڑا ماہر تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے پیشے اور آمدنی کے مدنظر اس رقم کو معقول قرار دیا۔ اس فیصلہ سے ناراض ہو کر اگلے دن اس نے نمازِ فجر کے وقت خنجر سے آپ پر حملہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ ان زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور ۲۶ ر ذِی الحجہ سن ۲۳ ھ کو بروز بدھ تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ وفات کے بعد آپ کو حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

☆......☆......☆

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

﴿ ......عہدِ خلافت...... ﴾

۶۴۴ء تا ۶۵۶ء

ابتدائی زندگی

حضرت عثمان غنیؓ قریش کے مشہور خاندان بنو اُمیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پانچویں پشت میں آپ کا شجرۂ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔آپ عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سال چھوٹے تھے۔

آپ کا ذریعہ معاش بھی تجارت تھا۔دولت کی فراوانی کی وجہ سے غنی مشہور ہوئے۔شرم و حیا، جود وسخاوت ،عقل وفہم اور شرافت کی وجہ سے آپ نے بڑی شہرت پائی۔طبیعت میں بُردباری اور انکسار کوٹ کوٹ کر بھرا تھا اور ہر ایک سے حسن سلوک کرتے تھے۔

جب آپ مشرّف بہ اسلام ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپ سے کر دیا۔قریش مکہ نے جب مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔کچھ عرصہ بعد پھر مکہ میں آ گئے اور بعدازاں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ جنگ بدر کے دوران حضرت رقیہؓ رحلت فرما گئیں تو آنحضرتؐ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثوم کو ان کے عقدِ نکاح میں دے دیا۔اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کا لقب ملا۔

ایثار وقربانی

حضرت عثمانؓ بڑے فیاض وسخی تھے۔مالی جہاد میں پیش پیش رہتے۔آپ کی دولت سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچا۔مدینہ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا جو ایک یہودی کی ملکیت تھا

آپ نے مسلمانوں کی تکلیف دیکھ کر بیس ہزار درہم میں کنواں خرید لیا اور مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا۔ جنگِ تبوک کے موقعہ پر دس ہزار دینار نقد کے علاوہ ایک ہزار اُونٹ اور ستر گھوڑے مع ساز و سامان پیش کئے۔ جنگِ بدر کے علاوہ تمام جنگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

جنگ بدر کے موقعہ پر خود آنحضرتؐ کے فرمان کے بموجب پیچھے رہے۔ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عثمانؓ بطور سفیر قریش مکہ کے پاس بھیجے گئے اور جب آپ کی شہادت کی افواہ اڑائی گئی تو آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ کو ان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت قبول کی اور دوسرے صحابہؓ نے بھی از سر نو عہد وفا باندھا اسی کو بیعت رضوان کہتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ ان دس صحابہؓ میں سے ایک تھے۔ جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی اور عشرہ مبشّرہ کہلاتے ہیں۔

عہدِ خلافت

حضرت عمرؓ نے وفات سے قبل چھ صحابہؓ کو نامزد کیا اور فرمایا کہ میری وفات کے بعد آپس میں مشورہ کر کے اپنے میں سے کسی ایک کو امیر المؤمنین منتخب کرلیں۔ وہ چھ افراد یہ تھے۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت زبیرؓ بن عوام۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص۔ اکثر صحابہؓ کی رائے حضرت عثمانؓ کے حق میں تھی اس لئے ان کے انتخاب کا اعلان کر دیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ آرمینیہ افریقہ اور قبرص کے علاقے سلطنت میں شامل ہوئے اسی طرح وسط ایشیا کے بہت سے علاقے فتح ہوئے۔ گویا سلطنت کی حدود وسط ایشیا سے لیکر شمالی افریقہ کے مغربی کنارے تک پھیل گئیں۔ فتوحات کے

ساتھ ساتھ استحکام سلطنت کا کام بھی جاری رہا۔ بحری فوج اور بیڑے کا قیام بھی حضرت عثمانؓ کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن کریم کی حفاظت کے پیش نظر حضرت ابوبکرؓ والے نسخہ کی نقول تیار کروائیں اور ان کی اشاعت سارے عالمِ اسلامی میں کی۔ اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بعض علاقوں میں اختلاف قرأت دیکھا گیا۔ اہل بصرہ، اہلِ کوفہ، اہلِ حمص آیات کو الگ الگ رنگ میں پڑھتے۔ حضرت عثمانؓ نے اہل مکہ کی قرأت کو بہترین قرار دیا اور اسی کے مطابق قرآن کریم کی کتابت کی گئی اور قریش کا رسم الخط اختیار کیا گیا۔ عرب کے مختلف علاقوں نیز غیر عرب قوموں کے میل جول کے باعث لب ولہجہ اور قرأت کے فرق سے یہ اندیشہ ہوسکتا تھا کہ کہیں تحریف کا راستہ نہ کھل جائے۔ حضرت عثمانؓ نے ہمیشہ کیلئے اس راستہ کو مسدود کر دیا۔

شہادت

حضرت عثمانؓ جس وقت خلیفہ منتخب ہوئے ان کی عمر ستر برس تھی۔ خلافت کے پہلے چھ سال امن وامان سے گذرے لیکن آخری چھ سالوں میں حضرت عثمانؓ کی نرم مزاجی اور دوسری وجوہات کے باعث فتنے کھڑے ہوئے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال کی خلافت کے بعد سن ۳۵ھ میں شہید کر دیئے گئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر بیاسی سال تھی۔

☆......☆......☆

حضرت علی رضی اللہ عنہ

﴿ ......عہدِ خلافت...... ﴾

٦٥٦ء تا ٦٦١ء

ابتدائی زندگی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے فرزند تھے۔ بعثتِ نبویؐ سے قریباً آٹھ برس پہلے مکہ میں پیدا ہوئے۔ والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ حضرت ابوطالب کثیر العیال تھے۔ جس سال مکہ میں قحط پڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو اپنے گھر لے آئے۔ جب آنحضورؐ نے دعویٰ نبوت کیا تو بچوں میں سے سب سے پہلے حضرت علیؓ ایمان لائے اس وقت اُن کی عمر تقریباً دس سال تھی۔ جب آنحضرت صلی علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے گھر سے نکلے اس وقت حضرت علیؓ آپؐ کی چارپائی پر سو گئے تا کہ دشمن کو یہی گمان ہو کہ حضورؐ وہیں ہیں اور وہ حضورؐ کا تعاقب نہ کریں۔ اس سے حضرت علیؓ کی جان نثاری اور شجاعت کا بھی پتہ لگتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت علیؓ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ سن ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا نکاح آپؓ سے کر دیا۔ اسطرح آپ کو نبی اکرمؐ کے داماد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

عہدِ خلافت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ منتخب ہوئے۔ اس وقت حالات بہت ناموافق تھے۔ عوام کا مطالبہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے بدلہ لیا جائے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی اسی خیال کے مؤید تھے لیکن حضرت علیؓ محسوس کرتے تھے کہ باغیوں کا اس

وقت بہت زور ہے جب تک امن وسکون نہ ہو حکومت کیلئے قصاص کی کارروائی کرنا بہت مشکل ہے۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے ذی اثر صحابہؓ فوری بدلہ لینے کے بڑے حامی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے انہیں بہت سمجھایا کہ خلیفۂ وقت کے خلاف کھڑا ہونا مناسب نہیں لیکن انہوں نے اس نصیحت کی کوئی قدر نہ کی۔

جنگِ جمل

حضرت عائشہؓ کو حالات کا پوری طرح علم نہ تھا وہ بھی اس امر کی تائید میں تھیں کہ قاتلین عثمانؓ سے فوری انتقام لیا جائے۔ حضرت علیؓ نے بہت کوشش کی کہ باہمی جنگ وجدال کا دروازہ نہ کھلے لیکن تمام کوششیں بیکار گئیں اور فریقین میں خونریز جنگ ہو کر رہی۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اگرچہ حضرت عائشہؓ کی طرف سے جنگ کے لئے میدان میں آئے لیکن جنگ ہونے سے قبل ہی لشکر سے الگ ہو گئے تاہم کسی مخالف کے ہاتھوں مارے گئے۔ اور حضرت عائشہؓ کے لشکر کو شکست ہو گئی تاہم فتح کے بعد حضرت علیؓ نے ان کی حفاظت کا پورا اہتمام کیا اور جب وہ مدینہ جانے لگیں تو خود الوداع کہنے گئے۔ چونکہ اس جنگ میں حضرت عائشہؓ ایک اُونٹ پر سوار تھیں اس لئے اس جنگ کو جنگِ جمل کہتے ہیں (جمل کے معنی اُونٹ کے ہیں)۔ حضرت عائشہؓ کو بعد میں ساری عمر اس امر کا افسوس رہا کہ کیوں انہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔

جنگِ صفین

جنگِ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو بھی ایک مرتبہ بیعت کر لینے کی تلقین کی لیکن وہ کسی طرح اس امر پر آمادہ نہ ہوئے۔ انہوں نے عمرو بن عاصؓ والیٔ مصر کو اپنا ہمنوا بنایا اور جنگ کی تیاری کی اور ۸۵ ہزار کا لشکر لیکر حضرت علیؓ کے خلاف صف آراء ہو گئے۔ حضرت علیؓ کے ساتھ بھی ۸۰ ہزار کا لشکر تھا۔ سات دن تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ ساتویں دن

قریب تھا کہ امیر معاویہؓ کا لشکر شکست کھا جائے کہ عمرو بن عاصؓ نے ایک چال چلی۔قرآن مجید نیزوں پر رکھ کر بلند کئے اور تجویز پیش کی کہ ثالث مقرر کر کے فیصلہ کر لیا جائے۔حضرت علیؓ کے کچھ ساتھی بھی اس دھوکے میں آ گئے اور انہوں نے ثالث کی تجویز کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔اپنی صفوں میں انتشار دیکھ کر مجبوراً حضرت علیؓ نے اس تجویز کو قبول کر لینے پر آمادگی ظاہر کی۔حضرت علیؓ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعریؓ اور امیر معاویہؓ کی طرف عمرو بن عاصؓ ثالث مقرر ہوئے۔ابوموسیٰ اشعریؓ سیدھے سادے صوفی منش آدمی تھے لیکن عمرو بن عاصؓ بہت جہاندیدہ سیاس تھے انہوں نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو یہ کہہ کر ہم خیال بنالیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے نیا انتخاب کیا جائے۔چنانچہ ابوموسیٰؓ نے اس کا اعلان کر دیا لیکن عمرو بن عاصؓ نے کہا میں حضرت علیؓ کے معزول کئے جانے کی تائید کرتا ہوں لیکن امیر معاویہؓ کو برقرار رکھتا ہوں اس طرح عمرو بن عاصؓ نے لوگوں کو دھوکہ دیا۔

خوارج کا ظہور

جب حضرت علیؓ کو اس سیاسی فریب کا علم ہوا تو وہ پھر جنگ کی تیاری کرنے لگے۔اسی اثناء میں انہیں علم ہوا کہ ان کی جماعت کا ایک گروہ اس وجہ سے الگ ہو گیا ہے کہ کیوں ثالثی کی تجویز کو قبول کیا گیا۔انہوں نے اپنا ایک الگ امیر مقرر کر لیا اور اسطرح مسلمان تین گروہوں میں بٹ گئے۔حضرت علیؓ نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر تیار کیا۔پہلے تو انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب وہ ضد پر قائم رہے تو دونوں لشکروں میں خونریز جنگ ہوئی اور کئی ہزار خارجی مارے گئے صرف چند لوگ زندہ بچ رہے۔

شہادت

اگرچہ خارجیوں کو شکست ہوگئی لیکن ان شوریدہ سر لوگوں نے سوچا کہ کامیابی اسی صورت

میں ہوسکتی ہے کہ حضرت علیؓ ،حضرت معاویہؓ اورعمر وبن عاصؓ تینوں کو بیک وقت قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس بارے میں منصوبہ تیارکیا۔حضرت معاویہؓ پرحملہ کارگرنہ ہوا۔عمرو بن عاصؓ عین وقت پر باہر چلے گئے اس لئے بچ گئےلیکن جوشخص حضرت علیؓ کوقتل کرنے کیلئے مقرر ہوا وہ قاتلانہ حملہ میں کامیاب ہوا۔ اور اس طرح حضرت علیؓ ۲۰ رمضان سن ۴۰ھ کو پونے پانچ سال کی خلافت کے بعدتریسٹھ سال کی عمر میں شہید کر دیئے گئے۔

☆......☆......☆

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی
علیہ الصلوٰۃ والسلام
۱۸۳۵ء تا ۱۹۰۸ء

ابتدائی زندگی

بانئ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۴ رشوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ رفروری ۱۸۳۵ء بروز جمعہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ مغل قوم کے ایک نہایت معزز خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ حضرت مرزا ہادی بیگ صاحب سمرقند سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ آپ کے والد کا نام حضرت مرزا غلام مرتضیٰ اور والدہ کا نام چراغ بی بی تھا۔ بچپن سے ہی آپ کی طبیعت میں نیکی اور پاکیزگی اور متانت وسنجیدگی پائی جاتی تھی۔ دوسرے بچوں کی طرح کھیل کود کی طرف ذرا بھی راغب نہ تھے۔ تنہائی کو پسند کرتے اور گہرے غور وخوص کے عادی تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ پھر والد کے مقرر کردہ اساتذہ سے آپ نے فارسی پڑھی اور کچھ صرف ونحو نیز منطق و فلسفہ اور حکمت کا علم حاصل کیا۔ جوانی میں بھی خلوت نشینی پسند رہی۔ قرآن کریم و احادیث نبویؐ نیز دوسرے مذاہب کی مذہبی کتب کا مطالعہ آپ کا محبوب مشغلہ تھا اور بیشتر وقت یادِ الٰہی میں یا قرآن کریم پر غور وفکر میں گذرتا تھا عشق محمدؐ آپ کے رگ وریشہ میں رچا ہوا تھا۔ بس ایک ہی خواہش اور ایک ہی دُھن تھی کہ کسی طرح دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ہو اور اسلام کا نور آشکار کیا جائے۔

آپ کے مذہبی شغف اور گوشہ نشینی کی عادت کی وجہ سے آپ کے والد بزرگوار کو یہ فکر

دامن گیر رہتا کہ اس بچے کی آئندہ زندگی کیسے بسر ہوگی۔ اگر چہ آپ کی طبیعت کا میلان دنیاداری کے کاموں کی طرف قطعاً نہ تھا تاہم آپ نے والد ماجد کی اطاعت کے جذبہ سے اِن کے اصرار پر کچھ عرصہ سیالکوٹ میں ملازمت کی اور جدی جائیداد کے حصول کے سلسلہ میں مقدمات کی پیروی بھی کی۔ لیکن بہت جلد والد کی اجازت سے ان امور سے دستکش ہوگئے اور تبلیغ حق کی مہم میں بدل وجان مصروف ہوئے۔ ۱۸۷۶ء میں والد ماجد کا انتقال ہوگیا۔ ان کی وفات سے قبل الہاماً اللہ تعالیٰ نے اس حادثہ کی اطلاع آپ کو دی۔ اور اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کے الفاظ میں یہ بھی ڈھارس بندھائی کہ وہ خود آپ کا کفیل ہوگا۔ والد کی وفات کے بعد ہی مکالمات ومخاطباتِ الٰہیہ کا سلسلہ بڑے زوروشور سے شروع ہوگیا۔

وہ زمانہ روحانی لحاظ سے انتہائی ظلمت وتاریکی کا تھا۔ دنیا کا بیشتر حصہ مشرکانہ عقائدورسوم میں مبتلا تھا۔ اپنے خالق و مالک سے یکسر بے گانہ تھا۔ ایک طرف عیسائی منادا سلام پر حملے کررہے تھے تو دوسری طرف آریہ سماج و برہموسماج والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے خلاف گندہ دہنی اور الزام تراشی میں مصروف تھے۔ علماء اسلام فروعی مسائل اور ایک دوسرے کے خلاف تکفیر بازی میں اس قدر اُلجھے ہوئے تھے کہ انہیں خدمت دین کا ذرا بھی ہوش نہ تھا۔ جو حالات کی نزاکت کا احساس رکھتے تھے ان میں استطاعت نہ تھی کہ مخالفین کے حملوں کا جواب دیتے۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ کے دل میں یہ جوش ڈالا کہ آپؑ اسلام کی حقانیت کو دنیا پر واضح کریں۔ چنانچہ آپ نے ایک کتاب براہین احمدیہ نامی تصنیف فرمائی اور تمام مذاہب کے پیروؤں کو چیلنج کیا کہ وہ حسن وخوبی اور براہین ودلائل میں قرآن کریم کا مقابلہ کرکے دس ہزار روپیہ کا انعام حاصل کریں لیکن کسی کو اس مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کتاب کی اشاعت نے مذہبی دنیا میں ایک تہلکہ مچادیا۔ آپ تعریف میں رطب اللسان تھے اور مخالفین پر سکتہ کا عالم طاری ہوگیا تھا۔

دعویٰ ماموریت ومسیحیت

۱۸۸۲ء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماموریت کا پہلا الہام نازل ہوا اور آپ کو یہ علم دیا گیا کہ اس زمانہ میں تجدید دین اور احیائے اسلام کی خدمت آپ کے سپرد کی گئی ہے تاہم آپ نے باقاعدہ رنگ میں فوری طور پر کسی قسم کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن متواتر الہامات کے باعث ۱۸۸۵ء میں آپ نے اپنے آپ کو محض مجدّد وقت کی حیثیت میں پیش کیا۔ حالانکہ جو الہامات ۱۸۸۳ء میں اور اس کے بعد ہوئے ان میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے صریح طور پر مسیح، نبی اور نذیر کے ناموں سے یاد کیا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ آپ فدائیت کے نہایت اعلیٰ مقام پر تھے اور طبیعت میں اس درجہ انکسار پایا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان بزرگ خطابات کی یہی توجیہ کرتے کہ ان سے مقصود محض کثرت مکالمہ ومخاطبہ ہے۔ اور زیادہ وضاحت ہوئی تو ایک عرصہ تک اپنے مقام کو جزوی یا ناقص نبوت سے تعبیر کرتے رہے۔ لیکن پھر ۱۸۹۰ء اور ۱۹۰۰ء کے درمیانی عرصہ میں آپ پر اس امر کا کامل انکشاف ہوگیا کہ آپ نبوت کے مقام پر ہی فائز ہیں۔ اس رنگ میں کہ ایک پہلو سے آنحضرتؐ کے امتی ہیں اور کثرت مکالمہ الٰہیہ کے لحاظ سے نبوت کے مقام پر فائز ہیں۔

۲۳/مارچ ۱۸۸۹ء کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی اور لدھیانہ میں پہلی بیعت لی۔ اس روز چالیس افراد بیعت کر کے اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔ بیعت کرنے والوں میں اوّلیت کا شرف حضرت حاجی الحرمین حکیم مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا جو بعد میں آپ کے خلیفہ اوّل منتخب ہوئے۔

۱۸۹۰ء میں آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس دعویٰ کے ساتھ ہی آپ کے خلاف ایک طوفان بے تمیزی اُمڈ آیا۔ بڑے بڑے علماء نے آپ کے خلاف کفر کے فتوے دیئے لیکن خدائے تعالیٰ کی نصرت وتائید کے نشانات پے در پے ظاہر ہو رہے تھے۔ آپ نے تمام سجادہ

نشینوں، پیروں، فقیروں کو مقابلہ کی دعوت دی۔ مباحثات ومناظرات کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ اورلوگوں پر آپ کی صداقت منکشف ہوتی چلی گئی۔ پھر آپ نے مکفر علماء کو دعوت مباہلہ بھی دی کہ اگر چاہیں تو اس رنگ میں خدائے تعالیٰ کے فیصلہ کو دیکھ لیں۔ علماء کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لیڈروں اور نمائندوں کو بھی مقابلہ کے لئے للکارا۔ ہندوؤں میں سے پنڈت لیکھرام، عیسائیوں میں سے پادری عبداللہ آتھم اور امریکہ کا جھوٹا مدعی نبوت ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی اور مسلمانوں میں سے رسل بابا امرتسری، چراغدین جمونی، رشید احمد گنگوہی، عبدالرحمٰن محی الدین لکھو کے والے، مولوی غلام دستگیر قصوری، محمد حسین بھینی والا وغیرہ ھم مقابلہ کر کے حسب پیشگوئی ہلاک ہوئے اور آپؑ کے منجانب اللہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔ پھر آپؑ نے قبولیت دُعا کا حربہ استعمال کیا اور تمام مذاہب کے لوگوں کو یہ دعوت دی کہ اگر ان کا مذہب سچا ہے تو مقبولیت کا نشان مقابلہ میں دکھائیں مگر کسی کو اس مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ غرض قبولیت دُعا، علمی مقابلوں، تائیدات سماوی اور بکثرت امور غیبیہ کے اظہار کے ذریعہ ثابت کیا کہ زندہ نبی ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور زندہ مذہب صرف اسلام ہے۔

اسلام کی حقانیت اور اپنے دعویٰ کی صداقت کو ظاہر کرنے کیلئے آپ نے کم وبیش اسی کتب اُردو اور عربی میں تصنیف فرمائیں۔ ہزارہا اشتہارات مختلف ممالک میں شائع فرمائے اور سینکڑوں تقاریر اسلام کی تائید میں کیں۔ بادشاہوں اور امراء کو خطوط لکھے اور انہیں دعوتِ حق دی۔ پھر آپ نے مسلمانوں کے غلط عقائد کی اصلاح کی اور تجدید دین کا کام اس رنگ میں کیا جس رنگ میں مسیح و مہدی کیلئے کرنا مقدّر تھا۔ نہ صرف زمین پر آپ کی صداقت کے نشان ظاہر ہوئے بلکہ آسمان نے بھی اس کی گواہی دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور مہدی کیلئے جو یہ علامت بیان فرمائی تھی کہ رمضان کے مہینہ میں چاند کو اس کی گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات کو اور سورج کو اس کے گرہن کے مقررہ دنوں میں سے درمیانے دن گرہن لگے گا۔ عین اس پیشگوئی کے مطابق مشرقی

ممالک میں ۲۰ /مارچ ۱۸۹۴ء کو چاند گرہن ہوا۔ اور ۲/اپریل ۱۸۹۴ء کو سورج گرہن لگا اور یہ دونوں گرہن اس سال رمضان کے مہینہ میں واقع ہوئے۔ مغربی ممالک میں بھی اگلے سال ٹھیک انہی شرائط کے ساتھ رمضان میں گرہن لگا اور یہ سماوی نشان اسلام کی صداقت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی زبردست دلیل ٹھہرے گویا خود خالق ارض وسماء نے یہ گواہی دی کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ ہی مسیح موعود اور مہدی ہیں جن کے بارے میں سابقہ انبیاء اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح پیشگوئیاں فرمائیں تھیں۔

اولاد

آپؑ کی پہلی شادی اپنے خاندان میں ہوئی جس سے دو لڑکے مرزا فضل احمد اور مرزا سلطان احمد پیدا ہوئے......آپؑ کی دوسری شادی ۱۸۸۴ء میں دہلی کے ایک مشہور سادات خاندان (خاندان میر دردؒ) میں ایسے وقت میں ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۵۰ برس ہو چکی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَهٗ (یعنی مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے اولاد ہوگی) کے مطابق اس شادی سے ایک نئے خاندان کی بنیاد پڑی اور آپ کو وہ مبشر اولاد عطا ہوئی جس کیلئے برکت پانا اور ملکوں میں کثرت سے پھیلنا مقدّر ہے۔ آپ کی دوسری بیوی کا نام حضرت نصرت جہاں بیگم تھا جو بعد میں اماں جانؓ کہلائیں۔ آپ کے بطن سے پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔صاحبزادی عصمت (ولادت مئی ۱۸۸۶ء وفات جولائی ۱۸۹۱ء

۲۔بشیر اوّل (ولادت ۷/اگست ۱۸۸۷ء وفات ۴/نومبر ۱۸۸۸ء)

۳۔حضرت مصلح موعود صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ (ولادت ۱۲/جنوری ۱۸۸۹ء، وفات ۸/۷ نومبر کی شب ۱۹۶۵ء)

۴۔صاحبزادی شوکت (ولادت ۱۸۹۱ء، وفات ۱۸۹۲ء)

۵۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم اےؓ

(ولادت ۲۰/اپریل ۱۸۹۳ء، وفات ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء)

۶۔حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمدؓ

(ولادت ۲۴ مئی ۱۸۹۵ء، وفات ۲۶/دسمبر ۱۹۶۱ء)

۷۔حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ

(ولادت ۲ مارچ ۱۸۹۷ء، وفات ۲۳/۲۲ مئی ۱۹۷۷ء درمیانی شب)

۸۔حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمدؓ

(ولادت ۱۴/جون ۱۸۹۹ء، وفات ۱۶/ستمبر ۱۹۰۷ء)

۹۔صاحبزادی امتہ النصیر (ولادت ۲۸/جنوری ۱۹۰۳ء، وفات ۳/دسمبر ۱۹۰۳ء)

۱۰۔حضرت صاحبزادی امتہ الحفیظ بیگم صاحبہؓ۔

(ولادت ۲۵/جون ۱۹۰۴ء وفات ۶/مئی ۱۹۸۷ء)

وفات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چوہتر سال عمر پائی۔ساری عمر رات دن خدمت اسلام میں لگے رہے۔جس دن وفات پائی اس سے پہلی شام تک ایک کتاب کی تصنیف میں مشغول تھے۔اس سے اس سوز و گداز اور اس اخلاص و جوش کا پتہ لگتا ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے جلال کے اظہار اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرنے کیلئے تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری امت میں سے صرف ایک شخص یعنی مسیح موعود کے حق میں ارشاد فرمایا کہ اس کو میرا سلام پہنچانا۔ یہ گویا اس کے حق میں سلامتی کی دُعا اور پیشگوئی تھی۔باوجود اس کے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہزار مخالفتیں ہوئیں اور آپ کو قتل کرنے کے بہت منصوبے کئے گئے مگر خدائی نوشتوں کے مطابق وہ سب ناکام ہوئے اور آپ اپنا کام ختم کر کے طبعی موت سے ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ آپ کا جنازہ قادیان لایا گیا۔ اگلے روز حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ خلیفۂ اوّل منتخب ہوئے اور انہوں نے ہی حضورؑ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد میّت کو بہشتی مقبرہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○

☆......☆......☆

خلافتِ احمدیہ

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خلافت راشدہ کا وعدہ دیا ہے چنانچہ سورۂ نُور کی آیت ۵۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝۵۵

ترجمہ: اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اُن کو زمین میں خلیفہ بنادے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنادیا گیا تھا۔ اور جو دین اُس نے اُن کے لئے پسند کیا ہے وہ اُن کیلئے اُسے مضبوطی سے قائم کردے گا اور اُن کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کیلئے امن کی حالت تبدیل کردے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ وعدہ چار ذمہ داریوں کے ساتھ مشروط ہے۔ اول یہ کہ مسلمانوں کی جماعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلافتِ راشدہ کے قیام کے وعدہ پر ایمان رکھتی ہو۔ دوم یہ کہ خلافت حقہ کی منشاء کے مطابق اعمالِ صالحہ پر کاربند ہو۔ سوم یہ کہ توحید کے قیام کیلئے ہر قسم کی قربانیاں دینے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ چہارم یہ کہ ہر حال میں خلیفۂ وقت کی اطاعت کو مقدّم رکھتے ہوئے اباء واستکبار کے انجام کو جو آخر کار فسق تک پہنچا دیتا ہے ہمیشہ ملحوظ

رکھتی ہو۔

چنانچہ تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ جب تک اُمت مسلمہ ان چار ذمہ داریوں کو ادا کرتی رہی اللہ تعالیٰ اُن کو خلافت راشدہ کے انعام سے سرفراز فرماتا رہا ہے لیکن جب یہ شرائط مفقود ہوگئیں اور مسلمانوں میں اختلاف اور انتشار پھیل گیا اور اعمال صالحہ سے دوری اور اطاعت وفرمابرداری کی روح ختم ہوگئی تو یہ انعام چھین لیا گیا اور ظالم حکمرانوں کا لمبا دور شروع ہوگیا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس زمانہ میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند جلیل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود مہدی معہودؑ کی بعثت کے ذریعے اُمت محمدیہ میں پھر ایک ایسی پاک جماعت کا قیام عمل میں آیا جو سورۂ نور میں بیان فرمودہ چار شرائط سے آراستہ ہوگئی جس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ میں خلافت راشدہ کا سلسلہ شروع ہوا۔

یہ نظام خلافت اُسی سابقہ خلافت راشدہ کا تسلسل ہے جو آج سے چودہ سو برس قبل سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منہاج نبوت پر قائم ہوا تھا۔اس خلافت راشدہ کے بعد اُمت محمدیہ میں جو مختلف دور آنے تھے اور آخر حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بعد دوبارہ اسی خلافت راشدہ کا سلسلہ شروع ہونے والا تھا اس بارے میں مخبر صادق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل کے ساتھ پیشگوئی کے رنگ میں بیان فرمایا تھا۔

چنانچہ مسند احمد، مشکوٰۃ کی اس حدیث کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا

فَتَكُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ

(مشکوٰۃ باب الانذار والتحذیر، مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۰۴)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں نبوت (یعنی نبی کا وجود) اُس وقت تک رہے گا جب تک خدا چاہے گا پھر اسے اللہ تعالیٰ اُٹھالے گا پھر (نبی کے وصال کے معاً بعد) خلافت طریق نبوت پر قائم ہوجائے گی۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ خلافت قائم رہے گی پھر اسے بھی وہ اُٹھالے گا۔ اس کے بعد کاٹنے والی (یعنی لوگوں پر ظلم کرنے والی) بادشاہت کا دور آئے گا جب تک خدا کا منشاء ہوگا یہ دور چلتا رہے گا پھر خدا اسے بھی اُٹھادے گا اس کے بعد جبری حکومت کا دور آئے گا (یعنی ایسی حکومت آئے گی جو جمہوریت کے اُصول کے خلاف ہوگی) پھر کچھ عرصہ بعد یہ دور بھی ختم ہوجائے گا۔ اس کے بعد پھر دوبارہ خلافت کا دور آئے گا جو ابتدائی دور کی طرح نبوت کے طریق پر قائم ہوگا۔ راوی کہتے ہیں ثُمَّ سَكَتَ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔

یہ لطیف حدیث اسلام کی لہر دار تاریخ کا ایک دلچسپ اور مکمل خلاصہ پیش کررہی ہے۔ اور ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت سے ہر دور کا علیحدہ علیحدہ نقشہ کھینچنے کیلئے ایسے نادر الفاظ چنے ہیں جنہوں نے حقیقۃً دریا کو کوزے میں بند کر کے رکھ دیا ہے۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نبوت کا دور ہے جو گویا اس سارے نظام کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس کے بعد خلافت کا دور شروع ہوگا مگر خلافت سے مراد عام خلافت نہیں جس سے بعض اوقات جابر حکمرانوں کا نام بھی خلیفہ رکھ دیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ ''خلافت علیٰ منہاج النبوت'' مراد ہے۔ چنانچہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر

اورحضرت عثمان اورحضرت علی رضی اللہ عنھم کی خلافت قائم ہوئی۔اس کے بعد آپؐ نے ملکاً عاضاً کا دور بیان فرمایا ہے جو گویا کاٹنے والا اور ظلم ڈھانے والا دور تھا۔ یہ وہ دور تھا جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور خاندان نبوت کے کئی دوسرے مقدس افراد ظلم کا شکار ہو گئے۔اور اسی دور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عالی مرتبہ نواسہ حضرت عبداللہ بن زبیر بھی شہید کئے گئے۔اور یہی وہ دور تھا جس میں حجاج بن یوسف کی تلوار نے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔

اس کے بعد ملکاً جبریۃً کا دور بیان فرمایا ہے۔یعنی ایسی بادشاہت جس میں سابق دور کی طرح انتہائی ظلم وستم کا رنگ تو نہ ہوگا مگر وہ اسلام کے جمہوری نظام پر قائم نہیں ہوگی بلکہ جبری رنگ کی حکومت ہوگی۔ چنانچہ اسلام میں یہ جبری دورِ حکومت صدیوں تک چلتا رہا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر دوبارہ ''خلافت علیٰ منہاج النبوۃ'' کا دور قائم ہوجائے گا۔یعنی اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے کسی مقرب بندہ کو ظلی اور بروزی طور پر نبوت کے انعام سے نواز کر اس کے ذریعہ پھر سے خلافت راشدہ کا سلسلہ شروع فرمائے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس قدر بیان فرمانے کے بعد ثُمَّ سَکَتَ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے یعنی اس خلافت علیٰ منہاج نبوت کے دور میں پھر اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا۔اور یہ آخری دورِ خلافت وہی ہے جو خدا کے فضل سے بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ شروع ہو چکا ہے۔ چنانچہ حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ میں جہاں یہ حدیث نقل کی گئی ہے وہاں اس کے حاشیہ میں یہ الفاظ درج ہیں کہ اَلظَّاھِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِہٖ زَمَنُ عِیْسٰی وَالْمَھْدِیِّ۔

یعنی یہ بات ظاہر ہے کہ اس دوسرے دور سے مراد مسیح اور مہدی کا زمانہ ہے۔

(مشکوٰۃ طبع اصح المطابع کراچی صفحہ ۴۶۱)

بانئ جماعت احمدیہ علیہ السلام نے اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل اس نعمتِ خلافت کی بشارت دیتے ہوئے جماعت کو ان الفاظ میں تسلی دلائی تھی کہ:۔

''سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی (یعنی اپنے وصال کی خبر سے۔ ناقل) غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اُس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گی جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ میں خدا کی ایک مجسّم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹّھے ہو کر دُعا کرتے رہو اور چاہئیے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹّھے ہو کر دُعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھادے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے''۔ (الوصیت صفحہ ۵۔۶)

''اور چاہئیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ کیا ایشیا۔ ان کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں

توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے‘‘۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ کی وفات ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہوئی اور اگلے دن ۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو جماعت احمدیہ میں خلافت علیٰ منہاج نبوت کا بابرکت سلسلہ حضرت حاجی الحرمین حافظ قرآن حکیم مولانا نور الدین صاحبؓ کے ذریعے شروع ہوا جنہیں جماعت احمدیہ نے خلیفۃ المسیح الاوّل کے طور پر منتخب کر کے آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی سعادت حاصل کی۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ دوسرے خلیفہ اور آپ کے بعد حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ تیسرے خلیفہ اور آپ کے بعد حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ چوتھے خلیفہ اور آپ کے بعد حضرت مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پانچویں خلیفہ منتخب ہوئے۔ ان پانچوں خلفاء کے مختصر حالات اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

رضی اللہ عنہ

۱۸۴۱ء تا ۱۹۱۴ء

ابتدائی زندگی

حاجی الحرمین حضرت حافظ مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ ۱۸۴۱ء میں پنجاب کے ایک قدیم شہر بھیرہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حافظ غلام رسول اور والدہ کا نام نور بخت تھا۔

۳۲ویں پشت میں آپ کا شجرہ نسب حضرت عمر فاروق ؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے خاندان میں بہت سے اولیاء و مشائخ گذرے ہیں۔ گیارہ پشت سے تو حفاظ کا سلسلہ بھی برابر چلا آتا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ اس مقدس خاندان کو ابتداء سے ہی قرآن کریم سے والہانہ شغف رہا ہے۔ ابتدائی تعلیم تو ماں باپ سے حاصل کی پھر لاہور اور راولپنڈی میں تعلیم پائی۔ نارمل سکول سے فارغ ہوکر چار سال پنڈ دادنخاں میں سکول کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ پھر ملازمت ترک کر دی اور حصولِ علم کے لئے رامپور، لکھنؤ، میرٹھ اور بھوپال کے سفر اختیار کئے۔ ان ایام میں آپ نے عربی، فارسی، منطق، فلسفہ، طبّ غرض ہر قسم کے مروّجہ علوم سیکھے۔ قرآن کریم سے قلبی لگاؤ تھا اور اس کے معارف آپ پر کھلتے رہتے تھے۔ توکّل کا اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ دعاؤں سے ہر وقت کام لیتے تھے۔ جہاں جاتے غیب سے آپ کے لئے سہولت کے سامان پیدا ہو جاتے اور لوگ آپ کے گرویدہ ہو جاتے۔ ایک مرتبہ ایک رئیس زادہ کا علاج کیا تو اس نے اسقدر روپیہ دیا کہ آپ پر حج فرض ہو گیا۔ چنانچہ آپ مکہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ حج بھی کیا

اور وہاں کئی اکابر علماء فضلاء سے حدیث پڑھی ۔اس وقت آپ کی عمر ۲۴ ۔ ۲۵ برس تھی ۔

بلاد عرب سے ہندواپس آ کر بھیرہ میں درس وتدریس اور مطب کا آغاز کیا۔مطب کی شان یہ تھی کہ مریضوں کیلئے نسخے لکھنے کے دوران احادیث وغیرہ بھی پڑھاتے ۔ ۱۸۷۷ء میں لارڈ لٹن وائسرائے ہند کے دربار میں شرکت کی کچھ عرصہ بھوپال میں قیام کیا۔ پھر ریاست جموں و کشمیر میں ۱۸۷۶ء سے ۱۸۹۲ء تک شاہی طبیب رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت

گورداسپور کے ایک شخص کے ذریعہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا غائبانہ تعارف ہوا۔اور حضور کا ایک اشتہار بھی نظر سے گذرا۔ مارچ ۱۸۸۵ء میں قادیان پہنچ کر حضورؑ سے ملاقات کی ۔اس وقت حضورؑ نے نہ کوئی دعویٰ کیا تھا نہ بیعت لیتے تھے تاہم فراستِ صدیقی سے آپؓ نے حضور کو شناخت کیا اور حضورؑ کے گرویدہ ہوگئے۔ حضورؑ کے ارشاد پر آپ نے پادری تھامس ہاول کے اعتراضات کے جواب میں کتاب فصل الخطاب اور پنڈت لیکھرام کی کتاب 'تکذیب براہین احمدیہ' کے جواب میں 'تصدیق براہین احمدیہ' تصنیف فرمائیں ۔ ۲۳ / مارچ ۱۸۸۹ء میں جب لدھیانہ میں بیعت اولیٰ ہوئی تو سب سے اوّل آپ نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ستمبر ۱۸۹۲ء میں ریاست کشمیر سے آپ کا تعلق منقطع ہوگیا تو بھیرہ میں مطب جاری کرنے کیلئے ایک بڑا مکان تعمیر کرایا۔ابھی وہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے بموجب قادیان میں دھونی رما کر بیٹھ رہے۔قادیان میں ایک مکان بنوا کر اس میں مطب شروع کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ دربارِ شام میں نیز سیر وسفر میں ہمرکاب رہتے۔ حضور کی مقدس اولاد کو قرآن وحدیث پڑھاتے۔ صبح سویرے بیماروں کو دیکھتے پھر طالب علموں کو درس حدیث دیتے اور طب پڑھاتے۔ بعد نمازِ عصر روزانہ درس قرآن کریم دیتے۔عورتوں میں بھی درس ہوتا۔ مسجد اقصیٰ میں پنجوقتہ نماز

اور جمعہ کی امامت کراتے۔ جب قادیان میں کالج قائم ہوا تو اس میں عربی پڑھاتے رہے۔ دسمبر ۱۹۰۵ء میں انجمن کارپرداز مصالح قبرستان کے امین مقرر ہوئے۔ جب صدر انجمن بنی تو اس کے پریذیڈنٹ مقرر ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حوالہ جات نکالنے میں مدد دیتے اور حضورؑ کی تصانیف کی پروف ریڈنگ کرتے۔ مباحثات میں مدد دیتے۔ اخبار الحکم اور البدر کی قلمی معاونت فرماتے۔ قرآن کریم کا مکمل ترجمہ کیا اور چھپوانے کیلئے مولوی محمد علی صاحب کو دیا لیکن صرف پہلا پارہ چھپ سکا۔

خلافت کا دور

۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو جبکہ آپ کی عمر ۶۷ سال تھی خلیفہ منتخب ہوئے۔ قریباً بارہ سو افراد نے بیعت خلافت کی۔ مستورات میں سب سے پہلے حضرت اماں جانؓ ...... نے بیعت کی۔ صدر انجمن کی طرف سے اخبار الحکم اور البدر میں اعلان کرایا گیا کہ:۔

''آپ (یعنی حضرت اقدس علیہ السلام) کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیّت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان واقرباء حضرت مسیح موعود وباجازت حضرت اُم المؤمنین کُل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے:۔

حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب۔ صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب۔ جناب نواب محمد علی خانصاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب۔ خلیفہ رشید الدین وخاکسار (خواجہ کمال الدین)......''

(بدر جون ۱۹۰۸ء، از خواجہ کمال الدین صاحب سیکریٹری صدر انجمن احمدیہ)

اور سلسلہ کے سب ممبران کو ہدایت کی گئی کہ وہ فی الفور حکیم الامّت خلیفۃ المسیح والمہدی کی بیعت

کریں۔ چنانچہ اس کے مطابق عمل ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا انتخاب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح اجماعِ قوم سے خاص خدائی تصرف سے ہوا اور کسی قسم کا اختلاف اس وقت نہ ہوا۔

شروع خلافت سے ہی واعظین سلسلہ کا تقرر رہا۔ شیخ غلام احمد صاحب، حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی اوّلین واعظ مقرر ہوئے۔ جنہوں نے ملک کے طول وعرض میں پھر کر سلسلہ کی خدمات سرانجام دیں۔ بیشمار تقاریر کیں۔ مباحثات کئے اور متعدد مقامات پر جماعتیں قائم کیں۔

آپ کے دورِ خلافت میں گرلز سکول اور اخبار نور کا ۱۹۰۹ء میں اجراء ہوا۔ نیز مدرسہ احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۱۰ء میں مسجد نور کی بنیاد رکھی گئی۔ اسی طرح مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول اور اس کے بورڈنگ کی بنیاد رکھی گئی۔ مسجد اقصیٰ کی توسیع ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کی کوششوں سے انجمن انصار اللہ کا قیام عمل میں آیا۔ اور اخبار الفضل جاری ہوا۔ ۱۹۱۳ء میں یورپ میں سب سے پہلا احمدیہ مشن قائم ہوا۔

مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب جو صدر انجمن احمدیہ کے سرکردہ ممبر تھے ابتداء سے ہی مغربیت زدہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی ان کی یہ خواہش تھی کہ جماعت کا نظام اسی رنگ میں چلائیں جیسے دنیاوی انجمنیں چلاتی ہیں۔ اسی وجہ سے وہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی لنگر خانہ کے انتظام اور سلسلہ کے دوسرے کاموں پر اعتراض کرتے رہتے تھے اور اخراجات کے بارے میں حضورؑ کی ذات پر بھی نکتہ چینی کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ حضورؑ کی زندگی میں تو ان کی کچھ پیش نہیں گئی لیکن حضرت خلیفہ اوّلؓ کی زندگی میں انہوں نے پر پُرزے نکالنے شروع کئے۔ خلافت کے دور میں جو پہلا جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۰۸ء میں ہوا اس میں ایسی تقاریر کا انتظام کیا جس سے مقصود جماعت میں یہ خیال پیدا کرنا تھا کہ دراصل صدر انجمن احمدیہ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشین اور خلیفہ

ہے۔لیکن حضرت خلیفہ اوّلؓ نے ان خیالات کی تردید کرتے ہوئے ضرورت خلافت اور اطاعت خلیفہ پر زور دیا۔اورفرمایا:۔

’’میرا فیصلہ ہے کہ قوم اورانجمن دونوں کا خلیفہ مطاع ہے اور یہ دونوں خادم ہیں‘‘۔

(تاریخ احمدیت جلد3 صفحہ 262،فتنہ انکار خلافت کا تفصیلی پس منظر)

خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب وغیرھم کے خیالات کی وجہ سے جماعت میں جو انتشار پیدا ہونے لگا تھا اس کے ازالہ کے لئے آپؓ نے ۳۱ رجنوری ۱۹۰۹ء کو نمائندگانِ جماعت کو قادیان میں طلب کیا اور واضح الفاظ میں یہ فیصلہ فرمایا کہ صدر انجمن تو محض ایک تنظیمی ادارہ ہے۔ جماعت کا امام اور مطاع تو صرف خلیفہ ہی ہے اس اجتماع میں مندرجہ بالا دونوں حضرات سے جن میں سرکشی پائی جاتی تھی آپ نے دوبارہ بیعت اطاعت لی لیکن بیعت کر لینے اور اقرار اطاعت کے باوجود ان حضرات کے دل صاف نہ ہوئے اور وہ تمرّد اور سرکشی میں بڑھتے گئے یہاں تک کہ کھلم کھلا مخالفت پر اُتر آئے اور آپ کی شان میں گستاخانہ باتیں کرنے لگے۔

۱۹۱۰ء میں آپ گھوڑے سے گر گئے اور بہت چوٹیں آئیں۔علالت کا سلسلہ طویل ہو گیا۔ اس دوران ایک مرتبہ آپ نے وصیت تحریر فرمائی جو صرف دو الفاظ پر مشتمل تھی۔یعنی خلیفہ محمود۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ اپنے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ کو خلیفہ نامزد کرنا چاہتے تھے۔آپ نے اپنی علالت کے دوران حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کو اپنی جگہ امام الصلوٰۃ مقرر فرمایا۔ یوں بھی آپ ان کی بہت تعظیم وتکریم کرتے تھے۔اور برملا اس امر کا اظہار کرتے تھے کہ اپنے تقویٰ وطہارت، اطاعت امام اور تعلق باللہ میں ان کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ جب آپ کی علالت کا سلسلہ طویل ہو گیا تو منکرین خلافت نے گمنام ٹریکٹ لاہور سے شائع کئے جن میں اس امر کا اظہار کیا گیا کہ قادیان میں پیر پرستی شروع ہو گئی ہے اور مرزا محمود احمد صاحب کو خلافت کی گدی پر بٹھانے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے بارے

میں لکھا گیا کہ ایک عالم دین نے ایڈیٹر پیغام صلح اور دوسرے متعلقین کو ذلیل وخوار کرنا شروع کر دیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیعت کے متعلق تحریر کیا کہ وہ بزرگانِ سلسلہ (مراد خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب وغیرھم) کو بدنام کر رہے ہیں۔اسی طرح ان لوگوں نے حضرت خلیفہ اوّلؓ کی دو مرتبہ بیعت اطاعت کرنے کے باوجود آپ کو بدنام کرنے اور خلافت کے نظام کو مٹانے کی پوری کوشش کی۔لیکن وہ اپنے مذموم ارادوں میں ناکام رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا سب سے بڑا یہی کارنامہ ہے کہ آپ نے خلافت کے نظام کو مضبوطی سے قائم کر دیا اور خلافت کی ضرورت واہمیت کو جماعت کے سامنے بار بار پیش کر کے اس عقیدہ کو جماعت میں راسخ کر دیا کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے۔انسانی منصوبوں سے کوئی شخص خلیفہ نہیں بن سکتا۔خلافت کے الٰہی نظام کو مٹانے کیلئے منکرین خلافت نے جو فتنہ وفساد برپا کیا اور لوگوں کو ورغلانے اور اپنا ہم خیال بنانے کی جو کارروائیاں کی گئیں آپ نے ان کا تاروپود بکھیر کر رکھ دیا۔منکرین خلافت نے اپنے خیالات کی ترویج کیلئے لاہور سے ایک اخبار جاری کیا جس کا نام پیغام صلح رکھا۔یہ اخبار حضرت خلیفہ اوّلؓ کے نام بھی ارسال کیا جانے لگا۔آپ نے اس کے مضامین کو پڑھ کر فرمایا۔یہ تو ہمیں پیغامِ جنگ لگتا ہے اور آپ نے بیزار ہو کر اس اخبار کو وصول کرنے سے انکار کر دیا۔

وفات

غرض آپ اپنی خلافت کے سارے دور میں جہاں قرآن کریم واحادیث نبویؐ کے درس و تدریس میں منہمک اور کوشاں رہے وہاں خلافت کے مسئلہ کو بار بار تقریروں اور خطبات میں واضح کیا یہاں تک کہ جماعت کی غالب اکثریت نے اس حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔علالت کے دوران خفیہ ٹریکٹوں کی اشاعت نے آپ کو بہت دُکھ پہنچایا اور آپ کی صحت پر بہت برا اثر ڈالا۔بالآخر آپ نے ۱۳؍مارچ ۱۹۱۴ء بروز جمعہ داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○

☆......☆......☆

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

۱۸۸۹ء تا ۱۹۶۵ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دورِ خلافت اس لحاظ سے ممتاز اور نمایاں ہے کہ اس کے بارے میں سابقہ انبیاء صلحاء کی پیشگوئیاں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار نشانات اور اس کی پیہم تائیدات نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ ہی موعود خلیفہ ہیں جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔

ابتدائی زندگی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کو ایک مسیحی نفس لڑکے کی پیدائش کی خبر دی جو دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور بتلایا گیا کہ وہ نو سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہو جائے گا۔ اس پیشگوئی کے مطابق سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگمؓ کے بطن سے ۱۲ رجنوری ۱۸۸۹ء بروز ہفتہ تولد ہوئے۔ الہام الٰہی میں آپ کا نام محمود، بشیر ثانی، فضل عمر اور مصلح موعود بھی رکھا گیا۔ اور کلمۃ اللہ نیز فخر رسل کے خطابات سے نوازا گیا۔ آپ کے بارے میں الہاماً یہ بھی بتایا گیا کہ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا، اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا، زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ چونکہ آپ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت سی بشارات ملی تھیں۔ اس لئے حضورؑ آپ کا بہت خیال رکھتے۔ کبھی آپ کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔ بچپن سے آپ کی طبیعت میں دین سے رغبت تھی۔ دعا میں شغف تھا اور نمازیں بہت توجہ سے ادا کرتے تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ تعلیم الاسلام میں پائی۔ صحت کی کمزوری اور نظر کی خرابی کے

باعث آپ کی تعلیمی حالت اچھی نہ رہی۔ اورآپ ہر جماعت میں رعایتی ترقی پاتے رہے۔ مڈل اور انٹرنس (میٹرک) کے سرکاری امتحانوں میں فیل ہوئے اس طرح دنیوی تعلیم ختم ہوگئی۔ اس درسی تعلیم کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل ؓ نے اپنی خاص تربیت میں لیا۔قرآن کریم کا ترجمہ تین ماہ پڑھا دیا پھر بخاری بھی تین ماہ میں پڑھا دی۔ کچھ طب بھی پڑھائی اور چند عربی کے رسالے پڑھائے۔قرآنی علوم کا انکشاف تو موہبت الٰہی ہوتا ہے مگر یہ درست ہے کہ قرآن کریم کی چاٹ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ نے ہی لگائی۔ جب آپ کی عمر ۱۷-۱۸ سال کی تھی ایک دن خواب میں ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور اس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھائی۔ اس کے بعد سے تفسیر قرآن کا علم خدائے تعالیٰ خود عطا کرتا چلا گیا۔

۱۹۰۶ء میں جبکہ آپ کی عمر ۱۷ سال تھی۔صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو مجلس معتمدین کا رکن مقرر کیا۔ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جب وصال ہوا تو غم کا ایک پہاڑ آپ پر ٹوٹ پڑا۔غم اس بات کا تھا کہ سلسلہ کی مخالفت زور پکڑے گی اور لوگ طرح طرح کے اعتراضات کریں گے تب آپ نے حضورؑ کے جسد اطہر کے سرہانے کھڑے ہو کر اپنے ربّ سے عہد کیا کہ:۔

’’اگر سارے لوگ بھی آپ (یعنی مسیح موعود) کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمن کی پرواہ نہیں کروں گا‘‘۔

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 548، سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا وصال مبارک جنازہ وتدفین)

یہ عہد آپ کی اولوالعزمی اور غیرت دینی کی ایک روشن دلیل ہے۔تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے اس عہد کو خوب نبھایا۔ ۱۵-۱۶ برس کی عمر میں پہلی مرتبہ آپ کو یہ الہام ہوا اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰى یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ۔اس پہلے الہام میں ہی اس امر کی بشارت موجود تھی کہ آپ ایک دن جماعت کے امام ہوں گے۔قرآن کریم کا فہم آپ کو بطور

موہبت عطا ہوا تھا۔جس کا اظہار ان تقاریر سے ہوتا تھا جو وقتاً فوقتاً آپ جلسہ سالانہ پر یا دوسرے مواقع پر کرتے تھے۔آیت کریمہ لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ کے مطابق یہ اس امر کا ثبوت تھا کہ سیدنا پیارے محمود کے دل میں خدا اور اس کے رسول اور اس کے کلام پاک کی محبت کے سوا کچھ نہ تھا۔لیکن بُرا ہو حسد اور بغض کا۔منکرین خلافت آپ کے خلاف بھی منصوبے بناتے رہتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح حضرت خلیفہ اوّلؓ آپ سے بدظن ہوجائیں۔انکو آپ سے دشمنی اس بناء پر تھی کہ اوّل تو آپ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے کامل فرمانبردار اور حضور کے دست و بازو اور زبردست مؤیّد تھے۔دوسرے آپ کے تقویٰ وطہارت، تعلق باللہ، اجابت دُعا اور مقبولیت کی وجہ سے انہیں نظر آرہا تھا کہ جماعت میں آپ کی ہردلعزیزی اور مقبولیت روز بروز ترقی کررہی ہے اور خود حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ بھی آپ کا بیحد اکرام کرتے ہیں۔ان وجوہات کے باعث آپ کا وجود منکرین خلافت کو خار کی طرح کھٹکتا تھا۔

خلافتِ اُولیٰ کے دور میں آپ نے ہندوستان کے مختلف علاقوں نیز بلادِ عرب و مصر کا سفر کیا۔حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔۱۹۱۱ء میں آپ نے مجلس انصار اللہ قائم فرمائی اور ۱۹۱۳ء میں اخبار الفضل جاری کیا اور اس کی ادارت کے فرائض اپنی خلافت کے دور تک نہایت عمدگی اور قابلیت سے سرانجام دیئے۔

عہدِ خلافت

حضرت خلیفۂ اوّلؓ کی وفات کے بعد ۱۴؍مارچ ۱۹۱۴ء کو مسجد نور میں خلافت کا انتخاب ہوا۔دو اڑھائی ہزار افراد نے جو اس وقت موجود تھے بیعتِ خلافت کی۔قریباً پچاس افراد ایسے تھے جنہوں نے بیعت نہیں کی۔اور اختلاف کا راستہ اختیار کیا۔اختلاف کرنے والوں میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب جو اپنے آپ کو سلسلہ کے عمود سمجھتے تھے پیش پیش تھے۔خلافت سے انکار اور حبل اللہ کی ناقدری کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ رسول کی تخت گاہ (قادیان)

سے منقطع ہوئے۔صدر انجمن احمدیہ سے منقطع ہوئے۔نظامِ وصیت سے منقطع ہوئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے منکر ہوئے اور اپنے کئی عقائد و نظریات میں اس لئے تبدیلی کرنے پر مجبور ہوئے کہ شاید عوام میں مقبولیت حاصل ہو لیکن وہ بھی نصیب نہ ہوئی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا عہدِ خلافت اسلام کی ترقی اور بے نظیر کامیابیوں کا درخشاں دور ہے۔ اس باون سالہ دور میں خدائے تعالیٰ کی غیر معمولی نصرتوں کے ایسے عجیب در عجیب نشانات ظاہر ہوئے کہ ایک دنیا ورطۂ حیرت میں پڑ گئی اور دشمن سے دشمن کو بھی تسلیم کئے بغیر چارہ نہ رہا کہ اس زمانہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ نے غیر معمولی ترقی کی ہے اور یہ کہ امام جماعت احمدیہ بے نظیر صلاحیتوں کے مالک ہیں۔آپ کے اس باون سالہ عہد خلافت میں مخالفتوں کے بہت سے طوفان اُٹھے۔اندرونی فتنوں نے سر اٹھایا مگر آپ کے پائے استقلال کو ذرا جنبش نہ ہوئی اور یہ الٰہی قافلہ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ اپنی منزل کی جانب بدستور بڑھتا گیا۔ ہر فتنہ کے بعد جماعت میں قربانی اور فدائیت کی روح میں نمایاں ترقی ہوئی اور قدم آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔جس وقت منکرین خلافت مرکز سلسلہ کو چھوڑ کر گئے اس وقت انجمن کے خزانے میں چند آنوں کے سوا کچھ نہ تھا۔لیکن جس وقت آپ کا وصال ہوا اس وقت صدر انجمن اور تحریک جدید کا بجٹ ۷۱ لاکھ نواسی ہزار تک پہنچ چکا تھا۔اختلاف کے وقت ایک کہنے والے نے مدرسہ تعلیم الاسلام کے متعلق کہا کہ یہاں اُلو بولیں گے۔لیکن خدا کی شان کہ وہ مدرسہ نہ صرف کالج بنا بلکہ اس کے نام پر بیسیوں تعلیمی ادارے مختلف ممالک میں قائم ہوئے۔

مصلح موعودؓ کے بارے میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بتلایا تھا وہ لفظاً لفظاً پورا ہوا۔حضرت فضل عمرؓ جلد جلد بڑھے اور دنیا کے کناروں تک اشاعتِ اسلام کے مراکز قائم کر کے شہرت پائی۔آپ کے بہت سے کارناموں میں سے چند کا ذکر اختصار سے درج ذیل ہے:۔

۱۔ جماعتی کاموں میں تیزی اور مضبوطی پیدا کرنے کیلئے صدر انجمن احمدیہ کے کاموں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر کے نظارتوں کا نظام قائم کیا۔

۲۔بیرونی ممالک میں تبلیغ کے کام کو وسیع پیمانے پر چلانے کیلئے ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید جاری فرمائی۔اور صدر انجمن احمدیہ سے الگ ایک نئی انجمن یعنی تحریک جدید انجمن احمدیہ کی بنیاد رکھی۔اس کے نتیجہ میں بفضلِ ایزدی یورپ، ایشیاء، افریقہ اور امریکہ کے مختلف ممالک اور جزائر میں نئے تبلیغی مشن قائم ہوئے۔سینکڑوں مساجد تعمیر ہوئیں۔قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے اور کثرت کے ساتھ اسلامی لٹریچر مختلف زبانوں میں شائع کیا گیا اور لاکھوں افراد اسلام کے نور سے منوّر رہوئے۔

۳۔اندرونِ ملک دیہاتی علاقوں میں تبلیغ کے کام کو مؤثر رنگ میں چلانے کیلئے ۱۹۵۷ء میں وقف جدید انجمن احمدیہ کے نام سے تیسری انجمن قائم کی۔

۴۔جماعت میں قوتِ عمل کو بیدار رکھنے کیلئے آپ نے جماعت میں ذیلی تنظیمیں یعنی انصار اللہ، خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ قائم فرمائیں۔تاکہ مرد اور عورتیں، بچے اور جوان سب اپنے اپنے رنگ میں آزادانہ طور پر تعلیم و تربیت کا کام جاری رکھ سکیں۔اور نئی نسل میں قیادت کی صلاحیتیں اُجاگر ہوں۔ان تنظیموں کا قیام جماعت پر احسان عظیم ہے۔

۵۔جماعت میں مل جل کر اور منظّم رنگ میں کام کو جاری رکھنے کے لئے مجلس شوریٰ کا قیام فرمایا۔

۶۔ قرآنی علوم کی اشاعت اور ترویج کے لئے درسِ قرآن کا سلسلہ جماعت میں جاری رکھا۔تفسیر کبیر کے نام سے کئی جلدوں میں ایک ضخیم تفسیر لکھی جس میں قرآنی حقائق و معارف کو ایسے اچھوتے انداز میں پیش کیا کہ دل تسلی پاتے ہیں اور اسلام کی حقانیت خوب واضح ہوتی ہے۔اس کے علاوہ ہر طبقہ کے لوگوں میں قرآنی علوم کا چسکا پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم کی ایک نہایت مختصر مگر عام فہم تفسیر الگ تحریر فرمائی جس کا نام ''تفسیر صغیر'' ہے۔

۷۔بحیثیت امام اور خلیفۂ وقت جماعتی ذمہ داریوں کو نبھانے کے علاوہ آپ نے ملک و

ملت کی خدمت میں نمایاں اور قابل قدر حصہ لیا۔آپ کی تنظیمی صلاحیتوں کے پیش نظر مسلمانانِ کشمیر کو آزادی دلانے کے لئے جب آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم ہوئی تو آپ کو اس کا صدر منتخب کیا گیا۔ ہر اہم سیاسی مسئلہ کے بارے میں آپ نے مسلمانانِ ہند کی رہنمائی کی اور بیش قیمت مشوروں کے علاوہ دامے درمے ہر طرح ان کی امداد کی۔کئی مرتبہ اپنے سیاسی مشوروں کو کتابی شکل میں شائع کر کے ملک کے تمام سر برآوردہ اشخاص تک نیز ترجمہ کے ذریعہ ممبران برٹش پارلیمنٹ اور برٹش کیبنٹ تک پہنچایا۔

تقسیم ملک کے وقت جہاں آپ نے مسلمانوں کی حفاظت اور بہبود کے لئے مقدور بھر کوششیں کیں وہاں اپنی جماعت کے لئے ۱۹۴۸ء میں ربوہ جیسے بے آب و گیاہ علاقہ میں ایک فعّال مرکز قائم کیا۔ جہاں سے الحمدللہ تبلیغ اسلام کی مہم پورے زور سے پروان چڑھ رہی ہے۔ ایک بنجر اور شور زدہ علاقہ میں بے سروسامانی کے باوجود ایک پر رونق بستی کا آباد کر دینا خود اپنی ذات میں ایک بڑا کارنامہ ہے۔ یہ بستی نہ صرف تبلیغ اسلام کا اہم ترین مرکز ہے بلکہ ملک میں علم کی ترقی اور ترویج کا بھی ایک ممتاز سنٹر ہے۔اس کے علاوہ کھیلوں کے میدان میں بھی قابلِ ذکر کردار ادا کر رہی ہے۔

۹۔ آپ نے تاریخ اسلام کے واقعات کو بہتر رنگ میں سمجھنے اور یاد رکھنے کے لئے ہجری شمسی سن جاری فرمایا۔

۱۰۔آپ نے متعدد والیان ریاست اور سربراہان مملکت کو تبلیغی خطوط ارسال کئے اور انہیں احمدیت یعنی حقیقی اسلام سے روشناس کرایا۔ان میں امیر امان اللہ خاں والئ افغانستان، نظام دکن، پرنس آف ویلز اور لارڈ ارون وائسرے ہند خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۹۳۹ء میں خلافت کے پچیس سال پورے ہونے پر سلور جوبلی کی تقریب منعقد ہوئی اور جماعت نے تین لاکھ کی رقم اپنے امام کے حضور تبلیغ اسلام کی توسیع کیلئے پیش کی۔پھر ۱۹۶۴ء میں جب خلافتِ ثانیہ پر پچاس سال پورے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے حضور اظہار تشکّر کے طور پر

خاص دعائیں کی گئیں اور اپنے پیارے امام کے مقاصد عالیہ کی تکمیل کے لئے جماعت نے پچیس لاکھ سے زائد رقم بطور شکرانہ پیش کی۔

۱۹۴۴ء میں بذریعہ رؤیاء والہام آپ پر اس امر کا انکشاف ہوا کہ آپ ہی وہ مصلح موعود ہیں جس کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی۔اس انکشاف کے اعلان کے لئے آپ نے ہوشیار پور، لدھیانہ، لاہور اور دہلی میں جلسے منعقد کر کے معرکۃ الآراء تقاریر کیں اور اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا ذکر کیا۔

آپ نے یورپ کا دو مرتبہ سفر کیا۔پہلی مرتبہ آپ ۱۹۲۴ء میں ویمبلے کانفرنس میں شرکت کیلئے لندن تشریف لے گئے جہاں مختلف مذاہب کے نمائندوں نے اپنے اپنے مذاہب کی خوبیاں بیان کیں۔اس کانفرنس میں آپ کا مضمون ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' انگریزی میں ترجمہ ہو کر پڑھا گیا۔۱۹۵۴ء میں آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔علاج سے زخم تو بظاہر مندمل ہو گئے لیکن تکلیف جاری رہی۔اس لئے ۱۹۵۵ء میں آپ دوسری مرتبہ بغرض علاج یورپ تشریف لے گئے۔

وفات

مندرجہ بالا سانحہ فاجعہ کے بعد آپ کی صحت برابر گرتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ المناک گھڑی آ پہنچی جب آپ تقدیر الٰہی کے ماتحت اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○

یہ ۸/۹ نومبر ۱۹۶۵ء کی درمیانی شب تھی۔حضرت امیر المومنین صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ۹ر نومبر کو بہشتی مقبرہ ربوہ کے وسیع احاطہ میں نماز جنازہ پڑھائی اور پچاس ہزار افراد نے دلی دعاؤں اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ آپ کو سپرد خاک کیا۔

☆......☆......☆

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب
خلیفۃ المسیح الثالثؒ
۱۹۰۹ء تا ۱۹۸۲ء

ابتدائی زندگی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جہاں اللہ تعالیٰ نے اولاد کی بشارت دی تھی وہاں ایک نافلہ کی بھی خاص طور پر بشارت دی تھی جیسا کہ فرمایا:۔

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۵ تذکرہ صفحہ ۶۴۶)

یعنی ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا۔

مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۱۶ میں بھی پانچویں فرزند (یعنی پوتے) کی بشارت موجود ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک خاص فرزند کی بشارت دی تھی۔ چنانچہ آپ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:۔

''مجھے بھی خدائے تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور اسلام کی خدمت پر کمر بستہ ہوگا''۔ (تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۳۲۰)

غرض حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ بھی ایک رنگ سے موعود خلیفہ تھے۔ ان پیش خبریوں کے مطابق حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ ۱۶ر نومبر ۱۹۰۹ء کو بوقت شب پیدا ہوئے۔

۷ر اپریل ۱۹۲۲ء کو جبکہ آپ کی عمر ۱۳ سال تھی۔ حفظ قرآن کی تکمیل کی توفیق ملی۔ بعدازاں حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ سے عربی اور اُردو پڑھتے رہے۔ پھر مدرسہ احمدیہ میں دینی علوم کی تحصیل کیلئے باقاعدہ داخل ہوئے اور جولائی ۱۹۲۹ء میں آپؒ نے پنجاب یونیورسٹی سے

'مولوی فاضل' کا امتحان پاس کیا۔اس کے بعد میٹرک کا امتحان دیا۔اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوکر ۱۹۳۴ءمیں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔اگست ۱۹۳۴ءمیں آپ کی شادی ہوئی۔۶ ستمبر ۱۹۳۴ءکو بغرض تعلیم انگلستان کیلئے روانہ ہوئے۔آکسفورڈ یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری حاصل کر کے نومبر ۱۹۳۸ءمیں واپس تشریف لائے۔یورپ سے واپسی پر جون ۱۹۳۹ءسے اپریل ۱۹۴۴ءتک جامعہ احمدیہ کے پرنسپل رہے۔فروری ۱۹۳۹ءمیں مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر بنے۔اکتوبر ۱۹۴۹ءمیں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بنفس نفیس خدام الاحمدیہ کی صدارت کا اعلان فرمایا تو نومبر ۱۹۵۴ءتک بحیثیت نائب صدر مجلس کے کاموں کو نہایت عمدگی سے چلاتے رہے۔مئی ۱۹۴۴ءسے لیکر نومبر ۱۹۶۵ءتک (یعنی تا انتخاب خلافت) تعلیم الاسلام کالج کی پرنسپلی کے فرائض سرانجام دیئے۔جون ۱۹۴۸ءسے جون ۱۹۵۰ءتک فرقان بٹالین کشمیر کے محاذ پر دادِشجاعت دیتے رہے۔آپ اس بٹالین کی انتظامی کمیٹی کے ممبر تھے۔۱۹۵۳ءمیں پنجاب میں فسادات ہوئے اور مارشل لاءکا نفاذ ہوا۔تو اس وقت آپ کو گرفتار کرلیا گیا۔اس طرح سنتِ یوسفی کے مطابق آپ کو کچھ عرصہ قید وبند کی صعوبتیں جھیلنا پڑیں۔ ۱۹۵۴ءمیں مجلس انصاراللہ کی زمام قیادت آپ کے سپرد کی گئی۔مئی ۱۹۵۵ءمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو صدرانجمن احمدیہ کا صدر مقرر فرمایا۔کالج کی پرنسپلی کے علاوہ صدرانجمن احمدیہ کے کاموں کی نگرانی بھی تا انتخاب خلافت آپ کے سپرد رہی۔تقسیم مُلک سے قبل باؤنڈری کمیشن کیلئے مواد فراہم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا اور حفاظتِ مرکز (قادیان) کے کام کی براہ راست نگرانی کرتے رہے۔

خلافت کا دور

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے عہد خلافت میں ہی آئندہ نئے خلیفہ کے انتخاب کیلئے ایک مجلس مقرر فرمادی تھی جو مجلس انتخاب خلافت کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی وفات پر اس مجلس کا اجلاس ۸ رنومبر کو بعد نماز عشاء مسجد مبارک میں زیر صدارت حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ منعقد ہوا۔ جس میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو آئندہ کیلئے خلیفۃ المسیح منتخب کیا گیا۔ اراکین مجلس انتخاب نے اسی وقت آپ کی بیعت کی۔ اس کے بعد انتخاب کا اعلان ہوا۔ اور اندازاً پانچ ہزار افراد نے اسی دن آپ کی بیعت کی۔ پھر بیرونی جماعتوں نے تاروں اور خطوط کے ذریعہ اقرار اِطاعت کیا۔ خلافتِ ثالثہ کے انتخاب کے وقت الحمدللہ کسی قسم کا اختلاف نہیں ہوا اور ساری جماعت نے والہانہ انداز میں قدرتِ ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو اپنا امام تسلیم کیا۔

تحریکات

آپ نے اپنے دورِ خلافت میں متعدد تحریکیں جاری فرمائیں جن کا مختصر ذکر درج ذیل ہے :۔

پہلی تحریک

۱۷ ردسمبر ۱۹۶۵ء کو جبکہ ملک میں غلہ کی کمی محسوس ہو رہی تھی آپ نے جماعت کے امراء اور خوشحال طبقہ کو تحریک کی کہ وہ غرباء، مساکین اور یتامیٰ کیلئے مناسب بندوبست کریں اور کوئی احمدی ایسا نہ ہو جو بھوکا سوئے۔ اس پر جماعت نے بصد شوق عمل کیا اور کر رہی ہے۔

دوسری تحریک

اس تعلق اور محبت کے اظہار کے لئے جو جماعت کو حضرت فضل عمرؓ سے ہے؛ آپ نے ۲۵ لاکھ روپیہ کے سرمایہ سے فضل عمر فاؤنڈیشن قائم کرنے کی تحریک فرمائی۔ جماعت نے بفضل ایزدی ۳۶ لاکھ سے زائد رقم اس مد میں پیش کی۔ اس فنڈ سے فضل عمر لائبریری قائم ہو چکی ہے۔ نیز علمی اور تحقیقی شوق پیدا کرنے کیلئے ہزار ہزار روپے کے ۱۵ انعامات ہر سال بہترین مقالہ نگاروں کو پیش کئے جاتے ہیں۔

تیسری تحریک

تعلیم القرآن کے بارے میں ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ جماعت میں کوئی فرد بھی ایسا نہ رہے جو قرآن کریم ناظرہ نہ جانتا ہو۔جو ناظرہ پڑھ سکتے ہوں وہ ترجمہ سیکھیں اور قرآنی معارف سے آگاہ ہوں۔

چوتھی تحریک

وقفِ عارضی کی ہے۔اس تحریک کے تحت واقفین دو سے چھ ہفتوں تک اپنے خرچ پر کسی مقررہ مقام پر جا کر قرآن کریم پڑھاتے اور تربیت کا کام کرتے ہیں۔

پانچویں تحریک

مجلس موصیان کا قیام ہے۔موصیوں کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں تعلیم القرآن کا انتظام کریں اور نگرانی کریں کہ کوئی فرد ایسا نہ رہے کہ جو قرآن کریم نہ جانتا ہو۔

چھٹی تحریک

بدرسوم کو ترک کرنے کی جاری فرمائی۔

ساتویں تحریک

چندہ وقف جدید اطفال کی ہے۔اس کے تحت ہر احمدی طفل کیلئے لازمی قرار دیا کہ وہ ۵۰ پیسے ماہوار وقفِ جدید کا چندہ ادا کر کے اس کے مالی جہاد میں شریک ہو۔

آٹھویں تحریک

تسبیح وتحمید اور درود شریف کا بالالتزام ورد کرنا ہے۔بڑے کم از کم ۲۰۰ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ

وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کا ورد کریں اور ۱۰۰ بار استغفار۔ ۱۵ سے ۲۵ سال عمر والے ۱۰۰ بار تسبیح پڑھیں اور ۳۳ مرتبہ استغفار۔ ۷ سے ۱۵ سال تک عمر والے ۳۳ مرتبہ تسبیح پڑھیں اور ۱۱ مرتبہ استغفار۔ ۷ سال سے کم عمر کے بچوں کو والدین ۳ بار تسبیح اور استغفار پڑھائیں۔

نویں تحریک (نصرت جہاں ریزروفنڈ سکیم)

۱۹۶۷ء میں حضور نے یورپ کے متعدد ممالک کا دورہ کیا تھا اور ڈنمارک کے دارالسلطنت کوپن ہیگن میں مسجد نصرت جہاں کے افتتاح کے علاوہ اقوام مغرب کو جلد آنے والی تباہیوں کے متعلق انذار فرمایا۔ پھر ۱۹۷۰ء میں حضور نے مغربی افریقہ کے سات ممالک نائیجیریا۔ گھانا۔ آئیوری کوسٹ۔ لائبیریا۔ گیمبیا اور سیرالیون کا دورہ فرمایا۔ اس دورہ میں منشاء الٰہی سے ایک خاص پروگرام کا اعلان فرمایا جس کا نام حضور نے 'لیپ فارورڈ پروگرام' تجویز کیا۔ اور اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک لاکھ پونڈ کا ''نصرت جہاں ریزروفنڈ'' قائم کرنے کی تحریک فرمائی۔ اس تحریک کا مقصد افریقہ میں اسلام کا قیام و استحکام ہے جس کا نتیجہ انشاء اللہ العزیز اسلام کے عالمگیر غلبہ کی صورت میں نکلنا مقدّر ہے۔ اس فنڈ سے افریقہ کے ممالک میں مزید تعلیمی سنٹر کھولے جارہے ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں طبی مراکز بھی قائم ہو رہے ہیں۔ اسی فنڈ سے افریقہ کے کسی ملک میں ایک طاقتور ریڈیو سٹیشن قائم کرنے کی تجویز تھی جہاں سے اسلام کا پیغام ۲۴ گھنٹے ساری دنیا میں نشر ہونا تھا۔ اسی طرح ایک بڑا پریس مرکز میں قائم کیا جائے گا جس کے ذریعہ مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم اور دوسرا اسلامی لٹریچر شائع کیا جائے گا۔

نصرت جہاں ریزروفنڈ سکیم کے تحت افریقی ممالک میں اس وقت تک جو میڈیکل سنٹرز اور سیکنڈری سکول کھولے جاچکے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:۔

نائجیریا میں تین میڈیکل سنٹر اور دو سیکنڈری سکول۔ غانا میں چار میڈیکل سنٹر اور چھ سیکنڈری سکول۔ لائبیریا میں ایک میڈیکل سنٹر اور ایک سیکنڈری سکول۔ گیمبیا میں ۵ نئے میڈیکل سنٹر اور سیرالیون میں چار میڈیکل سنٹر اور چھ سیکنڈری سکول۔

دسویں تحریک صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ سکیم

اللہ تعالیٰ کے منشاء اور حکم کے مطابق جماعت احمدیہ کی بنیاد ۱۸۸۹ء میں رکھی گئی۔ اس لحاظ سے ۱۹۸۹ء میں جماعت کے قیام پر سو سال گذر گئے اور اس سال سے جماعت کی دوسری صدی شروع ہوئی جو اللہ تعالیٰ کی بشارات کے مطابق انشاء اللہ غلبۂ اسلام کی صدی ہے۔ اس دوسری صدی کے استقبال کے لئے جس کے شروع ہونے میں بھی سولہ سال باقی تھے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے حسب منشاء الٰہی جلسہ سالانہ ۱۹۷۳ء کے موقع پر جماعت ہائے بیرون کی تربیت اشاعت اسلام کے کام کو تیز سے تیز تر کرنے، غلبہ اسلام کے دن کو قریب سے قریب تر لانے اور نوعِ انسان کے دل خدا اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیتنے کیلئے ایک عظیم منصوبے کا اعلان فرمایا۔ اس کے اغراض و مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ ابھی دنیا میں بہت سے ایسے ممالک ہیں جہاں ہماری منظّم جماعتیں اور مشن قائم نہیں ہوئے۔ اس لئے اس منصوبہ کے ایک ابتدائی حصہ کی رُو سے یہ تجویز ہے کہ کم از کم سو زبانوں میں اسلام کی بنیادی تعلیم کے تراجم کر کے بیرونی ملکوں میں کثرت سے اشاعت کی جائے اور اس ذریعہ سے وہاں کے باشندوں کی تربیت و اصلاح اور ان کو اسلام کی طرف لانے کی کوشش کی جائے۔ نیز فرمایا کئی جگہ ہمیں نئے مشن کھولنے پڑیں گے اور وہاں مسجدیں بنانی پڑیں گی۔

اس منصوبے کی تکمیل کیلئے مالی قربانی کے سلسلہ میں حضور نے فرمایا:۔

’’میں نے مخلصین جماعت سے آئندہ سولہ سال میں ڈھائی کروڑ روپیہ جمع کرنے کی اپیل کی تھی اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ انشاء اللہ یہ رقم پانچ

کروڑ تک پہنچ جائے گی''۔

اس مالی جہاد میں شرکت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''وہ لوگ جو ملازمت پیشہ یا مزدور پیشہ ہیں اوران کی ماہوار آمد معین ہے۔ وہ اپنے وعدہ کو سولہ پر تقسیم کر دیں اور ہر سال کا جو حصہ بنتا ہے اسے بارہ ماہ میں تقسیم کر کے ماہ بماہ ادائیگی کرتے چلے جائیں''۔

زمیندار احباب کے بارے میں جن کی سال میں دو بار آمد ہوتی ہے فرمایا کہ ''وہ ہر فصل پر اپنے وعدہ کا ۳۲/۱ حصہ ادا کرتے رہیں۔ باقی افراد جو تاجر پیشہ ہیں یا وکلاء، ڈاکٹر، انجینئر، وغیرہ ہیں اور جن کی آمد نہ معین ہوتی ہے نہ اس کا وقت مقرر ہے وہ پہلے سال میں ہی شرح کا خیال رکھے بغیر ہمت کر کے جس قدر زیادہ سے زیادہ دے سکتے ہوں ادا کریں۔ اور پھر ہر سال اپنا وعدہ آمد کے مطابق ادا کریں۔

اس عظیم منصوبہ کے رُوحانی پہلو کے طور پر حضور نے سولہ سال کے لئے جو پروگرام تجویز فرمایا وہ یہ ہے:۔

۱۔ جماعت احمدیہ کے قیام پر ایک صدی مکمل ہونے تک ہر ماہ احبابِ جماعت ایک نفلی روزہ رکھا کریں جس کے لئے ہر قصبہ، شہر یا محلّہ میں مہینہ کے آخری ہفتہ میں کوئی ایک دن مقامی طور پر مقرر کر لیا جایا کرے۔

۲۔ دو نفل روزانہ ادا کئے جائیں جو نماز عشاء کے بعد سے لیکر فجر سے پہلے تک یا نماز ظہر کے بعد ادا کئے جائیں۔

۳۔ کم از کم سات بار سورۃ فاتحہ کی دُعا غور و تدبر کے ساتھ پڑھی جائے۔

۴۔ درود شریف، تسبیح و تحمید نیز استغفار کا ورد روزانہ ۳۳، ۳۳ بار کیا جائے۔ درود اور تسبیح و تحمید کیلئے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ

مُحَمَّدٍ پڑھ سکتے ہیں۔

۵۔مندرجہ ذیل دعائیں روزانہ کم از کم گیارہ بار پڑھی جائیں:۔

رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ○

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُكَ فِيۡ نُحُوۡرِهِمۡ وَنَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شُرُوۡرِهِمۡ ○

اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ ۵۴ سے زائد ممالک کی جماعت ہائے احمدیہ نے اس تحریک میں حصہ لیا ہے۔اس تحریک کا ثمرہ یہ ہے کہ گوٹن برگ (سویڈن) میں ایک شاندار مسجد تعمیر ہو چکی ہے۔

ایک اور شریں ثمر یہ ہے کہ اس منصوبہ کے تحت لندن میں ایک بین الاقوامی کسر صلیب کانفرنس جون ۱۹۷۸ء میں منعقد ہوئی۔جس میں کئی ممالک کے عیسائی اور مسلم محققین نے تحقیقی مقالے پڑھے اور ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر وفات نہیں پائی۔

اس عظیم منصوبے کا ایک اور شیریں وطیب ثمر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ''مسجد نور'' اوسلو کی شکل میں ۱۹۸۰ء عطا فرمایا۔مسجد نور ناروے کی پہلی اور بلحاظ ترتیب یورپ کی آٹھویں مسجد ہے جس کا افتتاح حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے سفر یورپ کے دوران فرمایا۔اس کے علاوہ برطانیہ میں پانچ نئے مراکز کا قیام عمل میں آیا۔

مسجد بشارت کی تاسیس

حضور نے جون تا اکتوبر ۱۹۸۰ء یورپ کا جو سفر کیا اس کا اہم ترین واقعہ مسجد بشارت پیدرو آباد کی تاسیس تھا۔اس سفر کے دوران حضور سپین تشریف لے گئے اور قرطبہ سے ۲۲/ ۲۳ میل دُور قصبہ پیدرو آباد میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو حضورؒ کے عہدِ مبارک میں ہی پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔حضور نے اس کا نام مسجد بشارت تجویز فرمایا۔اور اس کے افتتاح کیلئے ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کی تاریخ مقرر فرمائی۔یہ مسجد ۷۴۴ سال بعد تعمیر ہونے والی سپین کی پہلی مسجد ہے۔مسجد کی بنیاد

رکھے جانے کے وقت پیدروآباد کے ہزاروں مردعورتوں اور بچوں نے بڑی خوشی سے اس تقریب میں شرکت کی۔قصبہ کی ایک معمر ترین عورت اور ایک سب سے کم عمر بچے نے بھی (بذریعہ اپنی والدہ) سنگ بنیاد رکھنے کی سعادت حاصل کی۔اس موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ

''محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں''

چودھویں صدی ہجری کو الوداع اور پندرھویں کا استقبال

چودھویں صدی ہجری کے آخری سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ منعقدہ نومبر ۱۹۸۰ء کے موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے حضرت امیرالمومنینؒ نے فرمایا کہ چودھویں صدی نے ہمیں خدا سے ملا دیا۔ہم پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اور قرآن کریم کی عظمت واضح کردی۔

چودھویں صدی نے جہاں اسلام کا تنزل دیکھا وہاں تیرہ سو سال پہلے کی بے شمار پیشگوئیاں پوری ہوتی دیکھیں ۔اس زمانہ میں اسلام کا ضعف بھی دیکھا اور اسلام کی عظمت و جلال کے شاہکار بھی دیکھے۔ہمیں چودھویں صدی نے مہدی دیا جس کے آنے سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کی تاثیر سے زندہ خدا کے ساتھ زندہ رشتہ پیدا ہو گیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب مہدی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمارے دلوں میں گاڑ دی۔

پندرھویں صدی ہجری کے آغاز پر اس صدی کو غلبہ اسلام کی صدی بنانے کیلئے بہت دعائیں کی گئیں اور صدقات دیئے گئے۔مرکزی ادارہ جات اور اہالیان ربوہ کی طرف سے یکم محرم الحرام ۱۴۰۱ھ سے ۷ محرم تک ۱۰۱ بکرے بطور صدقہ دیئے گئے۔ ۹رنومبر کی شام کو غروب آفتاب کے چند منٹ بعد پہلا بکرا حضرت امیرالمومنینؒ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور دُعا

فرمائی۔ ربوہ کے علاوہ دوسرے مقامات کے احمدی مردوں اور عورتوں نے کثرت سے قربانیاں کیں اور غلبہ اسلام کیلئے دعائیں مانگیں۔

جماعت کیلئے تعلیمی منصوبے

حضور نے مجلس انصاراللہ کے سالانہ اجتماع منعقدہ اکتوبر ۱۹۷۹ء کے آخری اجلاس میں غلبۂ اسلام کی صدی کے استقبال کیلئے دس سالہ تعلیمی پروگرام پیش کیا اور فرمایا:۔

''بلا استثناء ہر احمدی بچہ قاعدہ یسّرنا القرآن پڑھے۔ جو احباب قرآن کریم ناظرہ جانتے ہیں وہ ترجمہ سیکھیں اور جو ترجمہ جانتے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ تفسیر سیکھیں جو خود اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی۔ اور وہ تفسیر بھی سیکھیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور اور بصیرت و معرفت کے زیرسایہ خود کی۔ اس کے علاوہ ہر احمدی بچہ کم از کم میٹرک ضرور پاس کرے اور غیر معمولی ذہانت اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل طلباء کو ان کی صلاحیتوں کے مطابق مزید اعلیٰ تعلیم دلانا جماعت کی ذمہ داری ہوگی۔ اس پروگرام کی آخری شق حضور نے یہ بیان فرمائی کہ سب احمدی اسلام کی حسین اخلاقی تعلیم پر قائم ہوں۔'' (الفضل ۲۹؍اکتوبر ۱۹۷۹ء)

حضورؒ نے مجلس مشاورت ۱۹۸۰ء کے موقعہ پر جماعت کیلئے ایک عظیم علمی منصوبے کا اعلان فرمایا جس کے اہم نکات یہ ہیں:۔

۱۔ ہر بچہ کم از کم میٹرک تک اور ہر بچی کم از کم مڈل تک ضرور تعلیم حاصل کرے''۔

(الفضل ۲۴؍اپریل ۱۹۸۱ء)

۲۔ کوئی احمدی بچہ پیچھے نہ رہے گا بلکہ آگے سے آگے بڑھے گا۔ وہ ذہین بچے جو حالات کی وجہ سے آگے نہیں آسکتے انہیں جماعت سنبھالے گی۔ دعائیہ لحاظ سے بھی اور مالی لحاظ سے بھی۔ اس لئے عہد کرو کہ کسی سے پیچھے نہیں رہنا۔ آج خدا تمہیں دینے کو تیار ہے تو تمہیں لینے کو تیار ہونا

چاہیئے۔‘‘(الفضل ۱۱؍اپریل ۱۹۸۱ء)

۳۔گذشتہ جلسہ سالانہ (یعنی ۱۹۷۹ء) پر میں نے وظائف کا اعلان کیا تھا کہ مستحق اور ذہین طلباء کو بغیر ذہنی نشوونما کے نہیں چھوڑا جائے گا۔اس کا نام انعامی وظیفہ نہیں بلکہ ادائیگی حقوق طلباء رکھنا چاہیئے......آئندہ دس برس کے اندر ہر احمدی قرآن کریم کی تعلیم اپنی عمر کے مطابق سیکھے۔یہ کام خدام الاحمدیہ،انصاراللہ اور لجنہ اماءاللہ کے ذمہ ہے...... پہلے مرحلہ میں ہر احمدی گھرانے میں ایک تو تفسیر صغیر کا ہونا ضروری ہے اور دوسرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ تفسیر قرآن بھی پڑھنی ضروری ہے......میں نے اس سلسلہ میں خدام الاحمدیہ، انصاراللہ اور لجنہ اماءاللہ کو یہ ہدایت دی تھی کہ وہ ان کے خریدنے کیلئے اپنی اپنی کلب بنائیں اور جماعت ایک کمیٹی بنائے جو ان ہر سہ تنظیموں میں Co-ordination (رابطہ) پیدا کرے...... یہ جو سکیم میں نے کراچی سے شروع کی تھی آج اس میں وسعت پیدا کر رہا ہوں اور اسے ساری جماعت کیلئے دینی تعلیم سکھانے کی بنیاد بنا رہا ہوں۔یہ سکیم اس سال مکمل ہوجانی چاہیئے‘‘۔

۴۔ا۔پانچویں کلاس کے وظیفہ کا امتحان (جو غالباً ضلعی سطح پر ہوتا ہے) اس میں اُوپر کی ۳۰۰ پوزیشنوں میں ہر ضلع میں جو احمدی بچہ آئے گا اسے میں اپنے دستخط سے دعائیہ خط اور حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی کتاب تحفہ کے طور پر اپنے دستخطوں اور دعائیہ فقرہ لکھ کر بھیجوں گا۔

ب۔آٹھویں کے وظیفہ کا امتحان جو غالباً ڈویژن کی سطح پر ہوتا ہے۔اس میں ہر ڈویژن میں اُوپر کی ۳۰۰ نشستوں میں جو احمدی طالب علم آئے گا اسے بھی اپنے دستخطوں سے دعائیہ خط اور کتاب تحفۃً بھیجوں گا۔

ج۔دسویں جماعت کا امتحان ایجوکیشن بورڈ لیتا ہے۔ہر بورڈ کے امتحان میں Top کے ۲۰۰ لڑکوں میں سے جو بھی احمدی طالب علم؍طالبہ آئے گا؍آئے گی اس کو اپنے دستخطوں سے خط

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پانچ کتب میں سے ایک تفسیر کی کتاب ان کی ذہنی قابلیت کی قدر کرتے ہوئے بھیجوں گا۔

د۔ایف اے اور ایف ایس سی میں ہر بورڈ میں اُوپر کی ۳۰۰ پوزیشنوں میں جو بھی احمدی طالب علم آئے گا اسے بھی دعائیہ خط اور ایک تفسیر کی کتاب بھجوائی جائے گی۔

ہ۔یونیورسٹی کے امتحان میں بی اے کیلئے علیحدہ اور بی ایس سی کیلئے علیحدہ اوپر کے ۲۰۰ طلباء/طالبات میں سے احمدی طلبہ کیلئے دستخطوں سے دعائیہ خط اور حضرت مسیح موعودؑ کی تفسیر کی کتابوں میں سے ایک کتاب تحفۃً بھیجوں گا۔

و۔ایم اے،ایم ایس سی،میڈیکل یا انجینئرنگ کے فائنل امتحان میں ہر مضمون میں ٹاپ (چوٹی) کی سات پوزیشنوں میں جو احمدی طالب علم آئے گا اسے دعائیہ خط،تفسیر صغیر اردو یا انگریزی ترجمہ قرآن اپنے دستخط کر کے دعائیہ فقرہ کے ساتھ بھیجوں گا۔

اسی سلسلہ میں حضور نے فرمایا:۔

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ جماعت کو ذہین بچے عطا کر رہا ہے۔پس جو بچے جینیس Genius ہیں جماعت ان کی ہر قسم کی مدد کرے گی۔آج ہر احمدی بچے کو ایک نظام میں باندھنا ضروری ہے۔اس لئے میں دفتر کو ہدایت دیتا ہوں کہ وہ ضلع وار اور پائیدار شکل میں رجسٹر بنائیں۔پانچویں جماعت سے پی ایچ ڈی تک ہر ذہین بچے پر شفقت کی نظر رکھیں۔ہر ایک بچے سے اسی طرح تعلق رکھیں جس طرح طبیب کی انگلیوں کا بیماری کی نبض کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

جماعتیں اس بات کا خیال رکھیں کہ پہلی کلاس سے آخری کلاس تک کوئی احمدی بچہ نہ رہے جس نے اس سال امتحان دیا اور مجھے اس کا خط نہ آئے۔اس بنیاد پر دفتر نے رجسٹر بنانے ہیں''۔

''بیرونی ملکوں کے بارے میں جائزہ لیا جا رہا ہے۔سردست سکیم صرف پاکستان ،بھارت اور بنگلہ دیش کی جماعتوں کیلئے ہے جو ۱۹۸۰ء سے شروع ہوتی ہے''۔

انعامات

صدسالہ احمدیہ تعلیمی منصوبے کے تحت دسمبر ۱۹۸۲ء تک ۴۸ طلبہ /طالبات کو طلائی اور نقرئی تمغے دیئے جاچکے ہیں۔

میٹرک سے ایم اے/ایم ایس سی تک بورڈ اور یونیورسٹی میں اوّل آنے والے کو طلائی تمغہ مشتمل بر ایک تولہ خالص سونا اور تفسیر صغیر یا انگریزی ترجمہ قرآن دستخطی حضور دیا جاتا ہے۔

ہر دوم آنے والے طالب علم /طالبہ کو طلائی تمغہ مشتمل بر ۳/۴ تولہ سونا اور تفسیر صغیر یا انگریزی ترجمہ قرآن دستخطی حضور دیا جاتا ہے۔

ہر سوم آنے والے/ والی کو چاندی کا تمغہ اور تفسیر صغیر/ انگریزی ترجمہ قرآن دیا جاتا ہے۔

حضور نے احمدی طلبہ کیلئے آگے بڑھنے کے چند اصول بھی بیان فرمائے ہیں جو یہ ہیں:۔

۱۔ سویابین کا استعمال کیا جائے۔ذہن کی تقویت کیلئے بہترین چیز ہے۔

۲۔ ہر احمدی طالب علم محنت سے پڑھے اور وقت کو ضائع نہ کرے۔

۳۔صحت کو برقرار رکھنے کیلئے متوازن غذا استعمال کی جائے۔

۴۔صحت کو برقرار رکھنے کیلئے ورزشیں کی جائیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد

مجلس خدام الاحمدیہ کے ۳۶ویں سالانہ اجتماع کے موقعہ پر فرمایا کہ ۱۸۸۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ کو ایک الہام ہوا جس کے پورا ہونے کے سامان نہیں تھے۔پھر حضور نے اپنا ایک کشف بیان فرمایا۔جس میں آپ نے دیکھا کہ ساری کائنات سمندر کی انگوری رنگ کی لہروں کی طرح پر لہر در لہر آگے بڑھتی اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد کرتی

جا رہی ہے۔حضور نے اس کشف کی یہ تعبیر فرمائی کہ اب توحید الٰہی کے قیام کا وقت آ گیا ہے۔
۱۸۸۲ء کے مسیح موعودؑ کے طویل سلسلہ الہامات کا آخری حصہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تھا۔اس کے بعد الہام ہوا ''فَاکْتُبْ'' اسے لکھ رکھو اور طبع کراؤ اور پھر ساری زمین میں شائع کردو۔اب اس الہام پر عمل کا وقت آ گیا ہے۔اسے طبع کرا کر ساری دنیا میں پھیلا دو۔

حضور کی اس ہدایت پر فوری عمل شروع ہو گیا اور بینروں کے ذریعہ دوسرے طریق پر جماعت میں اس کی اشاعت کی ایک رو چل پڑی۔فرض نمازوں کے بعد بھی گیارہ مرتبہ بہت دھیمی آواز میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد کیا جانے لگا جو حضور کی زندگی میں برابر جاری رہا۔

کچھ عرصہ بعد مخالفین نے اعتراض شروع کر دیا کہ احمدیوں نے کلمہ طیبہ میں تصرف شروع کر دیا ہے اور محمد رسول اللہ کے الفاظ (نعوذ باللہ) حذف کر دیئے ہیں۔اس غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ اگر جلسوں کے موقعوں پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بینر آویزاں کرنے ہوں تو حدیث نبویؐ کے پورے الفاظ یعنی:۔ أَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (ترمذی کتاب الدعوات) لکھے جایا کریں تاکہ غلط فہمی کا امکان نہ رہے۔نیز مساجد میں اس کا ورد بلند آواز سے نہ کیا جائے بلکہ دوسرے درود کی طرح یہ ورد بھی خاموشی سے کیا جائے۔

قرآن مجید کی عالمی اشاعت

خلافت ثالثہ کا ایک اہم کارنامہ قرآن کریم کی وسیع اشاعت ہے۔اس غرض کیلئے حضور نے یورپ، امریکہ اور افریقہ کے مختلف ممالک میں ہوٹلوں میں قرآن کریم رکھنے کی ایک مہم جاری فرمائی جس کے نتیجہ میں درجنوں ممالک کے ہوٹلوں میں کلام پاک کے ہزارہا نسخے رکھوائے گئے اور یہ سلسلہ برابر جاری اور ترقی پذیر ہے۔

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی وفات

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ مختصر لیکن شدید

علیل رہنے کے بعد ۳/اور ۴ دسمبر ۱۹۸۱ء کی درمیانی شب رحلت فرما گئیں ۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ ۴/دسمبر کی شام ۴ بجے مرحومہ کا جنازہ احاطہ بہشتی مقبرہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھا جس میں پچاس ہزار احباب نے شرکت کی۔

عقد ثانی

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کو حضرت امیر المومنین کی ۴۷ سال سے زائد رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔آپ میں وہ تمام خوبیاں جو خلیفۂ وقت کی رفیقہ حیات میں ہونی چاہئیں پائی جاتی تھیں۔ایسی رفیقہ حیات کی جدائی قدرتی طور پر حضور کیلئے عظیم صدمہ کا موجب تھی وہاں حضور کے فرائض خلافت اور دینی مہمات میں ایک طرح سے روک اور حرج کا موجب بھی تھی ۔لہٰذا خالص للّٰہی اور دینی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے متواتر چالیس دن دعائیں اور چند بزرگان سلسلہ کو سات دن تک استخارہ اور دعائیں کرنے کا ارشاد فرمایا اور جب خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی بشارتوں کے مطابق انشراح صدر ہو گیا تو حضور نے نکاح ثانی کا فیصلہ کیا اور مکرم خان عبدالمجید خان صاحب آف ویرووال کی صاحبزادی سیدہ طاہر صدیقہ بیگم صاحبہ سے مورخہ ۱۱/اپریل ۱۹۸۲ء کو مسجد مبارک ربوہ میں بعد نمازِ عصر حضور نے اپنے عقد ثانی کا اعلان ایک ہزار حق مہر پر فرمایا۔نماز مغرب سے قبل سات مردوں اور تین خواتین پر مشتمل حضور کی بارات خان عبدالمجید خان صاحب کے گھر گئی اور کمال سادگی کے ساتھ تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔اگلے روز ۱۲/اپریل ۱۹۸۲ء کو بعد نماز عشاء حضور نے قصر خلافت میں دعوت ولیمہ کا اہتمام فرمایا جس میں اڑھائی صد احباب جماعت شامل ہوئے جن میں غرباء بھی کثیر تعداد میں مدعو تھے۔

آخری خطاب

۶/مئی ۱۹۸۲ء کو حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی پندرہ روزہ تربیتی کلاس سے اختتامی خطاب فرمایا۔جو کسی جماعتی تنظیم سے حضور کا آخری خطاب ہے۔

ربوہ میں آخری خطبہ جمعہ

۲۱ رمئی ۱۹۸۲ء کو حضور نے ربوہ میں آخری خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اور ۲۳ رمئی کو حضور اسلام آباد تشریف لے گئے۔

حضور کی علالت اور انتقال پُر ملال

قیام اسلام آباد کے دوران ۲۶ رمئی ۱۹۸۲ء کو حضور پرنور کی طبیعت علیل ہوگئی۔ بروقت علاج سے بفضلِ تعالیٰ افاقہ ہوگیا۔ لیکن ۳۱ مئی کو اچانک طبیعت پھر خراب ہوگئی۔ ڈاکٹری تشخیص سے معلوم ہوا کہ دل کا شدید حملہ ہوا ہے۔ علاج کی ہر ممکن کوشش کی گئی اور ۸ رجون تک صحت میں بتدریج بہتری پیدا ہوتی گئی۔ لیکن ۸۔۹ جون یعنی منگل بدھ کی درمیانی شب پونے بارہ بجے کے قریب دل کا دوبارہ شدید حملہ ہوا اور بقضائے الٰہی پونے ایک بجے شب ''بیت الفضل'' اسلام آباد میں حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ۹ جون ۱۹۸۲ء کو حضورؒ کا جسد اطہر اسلام آباد سے ربوہ لایا گیا۔ ۱۰ رجون کو سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعد نماز عصر احاطہ بہشتی مقبرہ میں نماز جنازہ پڑھائی جس میں ایک لاکھ کے قریب احباب شریک ہوئے۔ نماز جنازہ کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جانب شرق حضور کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۷۳ سال کی عمر پائی۔

اولاد

صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب، صاحبزادی امۃ الشکور بیگم صاحبہ، صاحبزادی امۃ الحلیم بیگم صاحبہ۔

☆......☆......☆

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب

خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۹۲۸ء تا ۲۰۰۳ء

ابتدائی زندگی

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعودؓ کی حرم ثالث حضرت سیدہ اُمّ طاہر مریم بیگم صاحبہ کے بطن سے ۱۸؍دسمبر ۱۹۲۸ء (۵؍رجب ۱۳۴۷ھ) کو پیدا ہوئے (الفضل ۲۱؍دسمبر ۱۹۲۸ء)۔حضور کے نانا حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کلر سیداں تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی کے ایک مشہور سید خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ بڑے عابد وزاہد اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے جنہوں نے ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔آپ کی والدہ حضرت سیدہ مریم بیگم صاحبہ بھی نہایت پارسا اور بزرگ خاتون تھیں۔ جو اپنے اکلوتے بیٹے کی تعلیم وتربیت کا بیحد خیال رکھتی تھیں اور اسے نیک، صالح اور عاشق قرآن دیکھنا چاہتی تھیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے ۱۹۴۴ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک پاس کر کے گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور ایف ایس سی تک تعلیم حاصل کی۔ ۷؍دسمبر ۱۹۴۹ء کو جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۳ء میں نمایاں کامیابی کے ساتھ شاہد ڈگری لی۔ اپریل ۱۹۵۵ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ یورپ تشریف لے گئے اور لنڈن یونیورسٹی کے سکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں تعلیم حاصل کی۔ ۴؍اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ربوہ واپس تشریف لائے۔ ۱۲؍نومبر ۱۹۵۸ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو وقفِ جدید کی تنظیم کا ناظم ارشاد مقرر

فرمایا۔آپ کی نگرانی میں اس تنظیم نے بڑی تیز رفتاری سے ترقی کی۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی کے آخری سال میں اس تنظیم کا بجٹ ایک لاکھ ۷۰ ہزار روپے تھا جو خلافت ثالثہ کے آخری سال میں بڑھ کر دس لاکھ پندرہ ہزار تک پہنچ گیا۔نومبر ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۶ء تک آپ نائب صدر خدام الاحمدیہ رہے۔ ۱۹۶۰ء کے جلسہ سالانہ پر آپ نے پہلی مرتبہ اس عظیم اجتماع میں خطاب فرمایا۔اس کے بعد قریباً ہر سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خطاب فرماتے رہے۔ ۱۹۶۱ء میں آپ افتاء کمیٹی کے ممبر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۶ء سے نومبر ۱۹۶۹ء تک مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر رہے۔ یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو فضل عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں جماعت احمدیہ کے ایک نمائندہ پانچ رکنی وفد نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی قیادت میں پاکستان اسمبلی کے سامنے جماعت احمدیہ کے موقف کی حقانیت کو دلائل و براہین سے واضح کیا۔آپ اس وفد کے ایک رکن تھے۔ یکم جنوری ۱۹۷۹ء کو آپ صدر مجلس انصار اللہ مقرر ہوئے اور خلیفہ منتخب ہونے تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۹۸۰ء میں آپ احمدیہ آرکیٹکٹس اینڈ انجینیرز ایسوسی ایشن کے سرپرست مقرر ہوئے۔جلسہ سالانہ ۱۹۸۰ء کے موقعہ پر اس ایسوسی ایشن نے جلسہ کی تقاریر کا ساتھ کے ساتھ انگریزی اور انڈونیشین زبان میں ترجمہ پیش کرنے کا کامیاب تجربہ کیا۔

دورخلافت

۱۰؍جون ۱۹۸۲ء کو حضرت مصلح موعودؓ کی مقرر کردہ مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس بعد نماز ظہر مسجد مبارک میں زیر صدارت حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل الاعلیٰ تحریک جدید منعقد ہوا اور آپ کو بالاتفاق خلیفۃ المسیح الرابع منتخب کیا گیا اور تمام حاضرین مجلس نے انتخاب کے معاً بعد حضور کی بیعت کی۔

حضور ۲۸؍جولائی ۱۹۸۲ء کو یورپ کے دورہ پر روانہ ہوئے۔آپ کے پروگرام کا بڑا مقصد مختلف مشنوں کی کارکردگی کا جائزہ لینا اور مسجد اسپین کا معینہ پروگرام کے مطابق افتتاح کرنا

تھا۔اس سفر میں حضور نے ناروے،سویڈن،ڈنمارک، جرمنی،آسٹریا،سوئٹزرلینڈ،ہالینڈ،اسپین اور انگلستان کا دورہ کیا اور وہاں کے مشنوں کا جائزہ لیا۔سفر کے دوران تبلیغ وتربیت اور مجالس عرفان کے علاوہ استقبالیہ تقاریب کے ۱۸ پریس کانفرنسوں اور زیورک میں ایک پبلک لیکچر کے ذریعہ اہل یورپ کو پیغام حق پہنچایا۔انگلستان میں دو نئے مشن ہاؤسوں کا افتتاح کیا۔ یورپ کے ان ممالک میں ہر جگہ حضور نے مجلس شوریٰ کا نظام قائم فرمایا۔نیز حضور نے تمام ممالک کے احمدیوں کوتوجہ دلائی کہ وہ شرح کے مطابق لازمی چندوں کی ادائیگی کریں۔

۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کوحسب پروگرام حضور نے ''مسجد بشارت'' سپین کا تاریخ ساز افتتاح فرمایااور واضح کیا کہ احمدیت کا پیغام امن وآشتی کا پیغام ہےاور محبت و پیار سے اہل یورپ کے دل اسلام کیلئے فتح کئے جائیں گے۔''مسجد بشارت'' پیڈروآباد کے افتتاح کے وقت مختلف ممالک سے آنے والے قریباً دو ہزار نمائندے اور دو ہزار کے قریب اہالیان سپین نے شرکت کی۔ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات کے ذریعہ مسجد بشارت کے افتتاح کا سارے یورپ بلکہ دوسرے ممالک میں بھی خوب چرچا ہوا۔اور کروڑوں لوگوں تک سرکاری ذرائع سے اسلام کا پیغام پہنچ گیا۔الحمد اللہ علیٰ ذالک! حضور نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کے فضل سے یورپ میں اب ایسی ہوا چلی ہے کہ اہل یورپ دلیل سننے کی طرف مائل ہورہے ہیں۔

تحریک بیوت الحمد

سپین میں تعمیر مسجد کی توفیق ملنے پر ہر احمدی کا دل حمد باری تعالیٰ سے لبریز ہے۔اس حمد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے حضور نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ /اخاء ۱۳۶۱ ہش اکتوبر ۱۹۸۲ء میں ارشادفرمایا کہ خدا کے گھر کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ہمیں غرباء کیلئے مکان بنوانے کی طرف بھی متوجہ ہونا چاہیئے۔حضور نے اس منصوبہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنی طرف سے اس فنڈ میں دس ہزار روپے دینے کا اعلان فرمایا۔

داعی الی اللہ بننے کی تحریک

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۸۳ء کے آغاز میں ہی اپنے متعدد خطبات جمعہ میں جماعت کے دوستوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ موجودہ زمانہ اس امر کا متقاضی ہے کہ ہر احمدی مرد، عورت، جوان، بوڑھا اور بچہ دعوت الی اللہ کے فریضہ کو ادا کرنے کیلئے میدان عمل میں اُتر آئے تا کہ وہ ذمہ داریاں کما حقہ ادا کی جاسکیں جو اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے کندھوں پر ڈالی ہیں۔

تحریک کا پس منظر

اس تحریک کا پس منظر بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ اس وقت ایسے مہلک ہتھیار ایجاد ہو چکے ہیں جن کے ذریعہ چند لمحوں میں وسیع علاقوں سے زندگی کے آثار تک مٹائے جاسکتے ہیں۔ایسے خطرناک دور میں جبکہ انسان کی تقدیر لا مذہبی طاقتوں کے ہاتھ میں جا چکی ہے اور زمانہ تیزی سے ہلاکتوں کی طرف جارہا ہے۔احمدیت پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔احمدیت دنیا کو ہلاکتوں سے بچانے کا آخری ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری کیا گیا ہے۔آخری ان معنوں میں کہ اگر یہ بھی نا کام ہو گیا تو دنیا نے لازماً ہلاک ہو جانا ہے اور اگر کامیاب ہو جائے تو دنیا کو لمبے عرصہ تک اس قسم کی ہلاکتوں کا خوف دامنگیر نہیں رہے گا۔

دعوتِ الی اللہ کے تقاضے

داعی الی اللہ بننے کے کیا تقاضے ہیں اور وہ کس طرح پورے کئے جاسکتے ہیں۔اس بارے میں حضور نے سورۃ حٰم السجدہ کی آیت وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (سورۃ حٰم سجدہ آیت ۳۴)

کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ مختلف مقاصد کی طرف بلانے والوں میں سے سب سے

زیادہ مستحسن اور پیاری آواز اس بلانے والے کی ہے جو اپنے رب کی طرف بلائے لیکن اس کے ساتھ تین شرطیں لگا دیں۔(۱) وہ اللہ کی طرف بلائے (۲) وہ عملِ صالح رکھتا ہو (۳) وہ اعلان کرے کہ میں مسلمان ہوں۔ درحقیقت اس آیت میں مسلمان بننے کی تعریف میں یہ امر شامل کر دیا کہ اس کیلئے داعی الی اللہ ہونا اور عمل صالح بجالا نا ضروری ہے۔

داعی الی اللہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس دعوت میں بلانے والے کا ذاتی کوئی مقصد پنہاں نہ ہو۔ وہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی خاطر اس کی طرف بلائے۔ عمل صالح کی تشریح قرآن کریم میں یوں کی گئی ہے کہ:۔

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَاَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ (سورۃ توبہ:۱۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی نفوس بھی خرید لئے ہیں اور ان کے اموال بھی اور وہ اس کے بدلہ میں انہیں جنت عطا فرمائے گا۔ اس سودے میں نفوس کی قربانی بھی طلب کی گئی ہے اور اموال کی بھی اور نفوس کو مقدم کر کے اسے شرط اوّل قرار دیا ہے۔

پس عمل صالح میں جان کی قربانی، وقت کی قربانی، اور مال کی قربانی سب آ گئیں۔ محض چندے ادا کر کے یہ سمجھ لینا کہ ذمہ داری ادا ہوگئی بالکل غلط ہے۔ یہ تو لنگڑا ایمان ہوا جس کی وجہ سے لازماً دعوۃ الی اللہ کے کام میں نقص واقع ہوگا۔ اس وقت قریباً سوا تین لاکھ عیسائی مبلغ دنیا میں کام کر رہے ہیں۔ ان کے مقابل دو سو یا چار سو مبلغوں کے ذریعہ اسلام کو دنیا میں غالب نہیں کیا جا سکتا۔ حضور نے فرمایا کہ میں تمام دُنیا کے احمدیوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد ان میں سے ہر ایک کو لازماً مبلغ بنانا پڑے گا۔ خواہ اس کا تعلق زندگی کے کسی شعبہ سے ہو اور اسے خدا کے حضور اس کا جوابدہ ہونا پڑے گا۔

دعوۃ الی اللہ کا طریق

دعوۃ الی اللہ کس طرح کرنی ہے۔ اس ضمن میں حضور نے سورۃ النحل کی آیات اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ ---الخ

(سورۃ حٰم سجدہ آیات ۱۲۶ تا ۱۲۹) کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ کے الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر خدا کی طرف بلانا ہے تو اس طبعی جذبہ سے بلاؤ کہ گویا تم نے خدا کو پالیا ہے اور اس سے تمہارا ذاتی تعلق قائم ہو چکا ہے۔ پالینے والے کی آواز میں ایک یقین، ایک شوکت اور ایک کشش ہوتی ہے جیسے عید کا چاند دیکھ لینے والا دوسروں کو بڑے وثوق اور شوق سے چاند دیکھنے کی دعوت دیتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کو پائے بغیر آواز ایسی ہی کھوکھلی اور بے اثر رہتی ہے جیسے گڈریے کے لڑکے کی آواز تھی جو کہتا تھا کہ شیر آیا۔ شیر آیا۔ دوڑنا۔

پھر جو شخص خدا کو پالیتا ہے وہ دعوت الی اللہ کا پورا اہل ہو جاتا ہے۔ اسے کسی ہتھیار کی ضرورت نہیں رہتی۔ بعض لوگ تبلیغ کے معاملہ میں اپنی کم علمی کا عذر پیش کرتے ہیں۔ یہ نفس کا دھوکا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے بڑے اور کامیاب داعی الی اللہ تھے وہ ظاہری علوم سے بالکل بے بہرہ تھے۔ آپؐ کے اُمّی ہونے میں ایک یہ حکمت بھی تھی کہ کم علمی کے سوال کو باطل کیا جائے۔ جو شخص خدا کو پالیتا ہے اسے دلائل خود بخود آجاتے ہیں۔ پس کتابوں کا سوال بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ اوّل اور اصل کام یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ سے ذاتی طور پر مضبوط تعلق قائم کیا جائے۔ کسی فرد نے خدا کو پالیا ہے یا نہیں۔ اس کا ثبوت اس کی گفتار اور کردار سے مل سکتا ہے۔ جو شخص عمل صالح نہیں رکھتا۔ گالی گلوچ سے پرہیز نہیں کرتا۔ دوسروں کے حقوق غصب کرتا ہے ظلم کرتا اور لین دین کے معاملات میں صاف نہیں وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ اس نے خدا کو پالیا ہے۔

دعوت الی اللہ کے بارے میں دوسری بات یہ فرمائی کہ وہ بالحکمۃ ہونی چاہئیے۔ حکمت کے بہت سے پہلو ہیں۔ مثلاً (موقعہ و محل کے مطابق بات کی جائے (۲) گفتگو کے دوران سب سے مضبوط دلیل پہلے پیش کی جائے۔ (۳) عمومی تبلیغ کے علاوہ بعض سنجیدہ اور مناسب افراد کو منتخب

کر کے انہیں پیغام حق پہنچایا جائے۔ (۴) منتخب شدہ افراد کو صرف ایک دفعہ تبلیغ کافی نہیں۔ سچائی بار باران کے گوش گزار کی جائے (۵) کوئی شخص بات سننے کیلئے تیار نہ ہوتو اس سے نصیحت کی بات کہہ کر اعراض کیا جائے۔

تیسری بات یہ بتلائی کہ دعوت موعظہ حسنہ کے رنگ میں شروع کی جائے۔مخاطب کو بتلایا جائے کہ تبلیغ میں ان کا ذاتی مفاد کوئی نہیں بلکہ اس کی ہمدردی اور بھلائی مقصود ہے۔کیونکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ جن قوموں نے خدا کی طرف بلانے والوں کا انکار کیا ہے وہ بالآخر ہلاک ہو گئے ہیں۔اس لئے آج جو پکارنے والا پکار رہا ہے عقلمندی اسی میں ہے کہ اس کے پیغام پر کان دھرا جائے۔

پھر آیت وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی وضاحت کرتے فرمایا کہ دعوت الی اللہ میں ایسے مواقع بھی آتے ہیں جب مخاطب بھڑک اُٹھتے اور درپئے آزار ہو جاتے ہیں۔ایسی صورت میں فرمایا کہ بہترین طرز عمل یہ ہے کہ زیادتی کے وقت صبر کیا جائے۔قول کے لحاظ سے صبر یہ ہے کہ اذیتوں کو دیکھ کر دعوت الی اللہ کا کام ترک نہیں کرنا اور نہ کسی سے خوف کھانا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ ۱۳ سال تک شدید ایذاؤں کے باوجود دعوۃ الی اللہ میں مصروف رہے۔عمل کے لحاظ سے صبر یہ ہے کہ گالی کا جواب گالی سے نہیں دینا۔ان حالات میں غصہ کی بجائے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہونا چاہئیے اور محبت و پیار سے سمجھاتے چلے جانا چاہئیے۔احسن عمل یہ ہے کہ بدی کا جواب اچھائی اور حسن سلوک سے دو۔بدی خود بخود کم ہو جائے گی۔پھر صبر سے کام کرتے چلے جاؤ تو تمہاری استقامت اثر پیدا کرے گی۔محبت کا سلوک جاری رہے اور قول و فعل میں حسن برقرار رہے تو اس کا نتیجہ بالآخر یہ نکلتا ہے کہ جو پہلے جانی دشمن ہوتے ہیں وہ دلی دوست بن جاتے ہیں۔

وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ میں یہ بھی فرمایا کہ خدائے تعالیٰ کی مدد کے بغیر دعوت الی اللہ کا

کام کامیابی سے نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے دعوۃ کے کام کے دوران اوّل و آخر دعاؤں پر زور دو اور خدائے تعالیٰ سے استعانت طلب کرتے رہو۔ دلوں کو بدلنا اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور نتائج اسی کے فضل سے ہی خاطر خواہ نکلتے ہیں۔

پردے کی پابندی کی تحریک

جلسہ سالانہ ۸۲ء کے موقعہ پر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے احمدی مستورات کو سختی سے پردہ کی پابندی کرنے کی تحریک فرمائی۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس کے مفید نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔

ہر ملک میں مجلس شوریٰ کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورِ خلافت کا یہ تاریخ ساز کارنامہ ہے کہ ہر ملک میں مجلس شوریٰ کا قیام ہو چکا۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں تمام بیرونی ممالک کے اندر خود اعتمادی پیدا ہو کر ایک نئے جوش اور ولولہ کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔

منصوبہ بندی کمیشن کا قیام

تبلیغی، تربیتی اور مالی اُمور کی مساعی کو تیز اور مؤثر بنانے کیلئے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمام ملکوں میں منصوبہ بندی کمیشن کا قیام فرمایا۔

باشرح چندہ جات کی ادائیگی

حضور رحمہ اللہ کے انقلاب انگیز دورِ سعید کا ایک عظیم کارنامہ ہے کہ حضور نے احباب جماعت کو باشرح چندہ جات کی ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے اور اس تحریک کے بفضلہٖ تعالیٰ بہت خوشکن نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ۲۸ ر مارچ اور ۴ راپریل ۱۹۸۶ء کے خطبات جمعہ کو خاص طور پر پڑھنے اور سننے کی تاکید کی جاتی ہے۔

تحریک جدید کے دفتر چہارم کا قیام

تحریک جدید کے سلسلہ میں خاص طور پر دفتر اوّل کے مرحوم مجاہدین کے کھاتوں کو زندہ کرنے کی تحریک خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔اسی طرح حضور انور نے ۲۵/اکتوبر ۱۹۸۵ء کو تحریک جدید کے دفتر چہارم کا اعلان فرمایا۔

وقفِ جدید کو عالمی وسعت

تحریک وقفِ جدید اب تک ہندوستان اور پاکستان تک ہی محدود تھی۔ اب اس کے بڑھتے ہوئے تقاضوں کے پیش نظر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷/دسمبر ۱۹۸۵ء میں اس تحریک کو عالمی وسعت عطا فرمائی۔

نئے مراکز کی تحریک

حضور انور نے یورپ میں وسیع وعریض مشن ہاؤسز کے قیام کے لئے احباب جماعت سے ایک فنڈ مہیا کرنے کی تحریک فرمائی۔ بفضلہٖ تعالیٰ جماعت کے مرد وزن نے حیرت انگیز قربانی کا مظاہرہ کیا جس کے نتیجے میں لندن ٹلفورڈ میں ۱۲۵ ایکڑ پر مشتمل رقبہ خرید کر اسلام آباد کے نام سے شاندار مرکز قائم کیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرا مرکز فرینکفرٹ مغربی جرمنی میں ناصر باغ کے نام سے قائم ہو چکا ہے۔

کمپیوٹر ٹائپ رائٹر کی تحریک

حضور انور نے اپنے خطبہ جمعہ ۱۲/جولائی ۱۹۸۵ء میں اسلام آباد لندن میں ایک جدید قسم کے پریس کے قیام کیلئے کمپیوٹر ٹائپ رائٹر خریدنے کے لئے ڈیڑھ لاکھ پونڈ کا فنڈ مہیا کرنے کی

تحریک فرمائی۔ بفضلہٖ تعالیٰ جماعت نے والہانہ لبیک کہا۔ اس جدید پریس کا اسی سال ۱۹۸۷ء میں افتتاح عمل میں آیا ہے۔

کلمہ طیبہ کی حفاظت کی خصوصی تحریک

۱۹۸۴ء سے پاکستان میں کلمہ طیبہ کی بے حرمتی کی جارہی ہے۔ اور احمدیہ مساجد سے کلمہ طیبہ کو مٹایا گیا اور کلمہ کا بیج لگانے والے احمدیوں کو قید کیا گیا۔ حضور انور نے اس سلسلہ میں احباب جماعت اور خاص طور پر پاکستان کے احمدیوں کو کلمہ طیبہ کی حفاظت کی خاطر ہر قربانی پیش کرنے کیلئے تیار فرمایا۔

سیدنا بلال ؓ فنڈ

جماعتِ احمدیہ کے شہداء کے ورثاء اور اُن کے اہل وعیال کی کفالت کیلئے حضور انور نے سیدنا بلال ؓ فنڈ کے نام سے تحریک فرمائی۔ بفضلہٖ تعالیٰ جماعت نے اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اب اس فنڈ سے شہداء احمدیت کی طرف سے منتخب آیاتِ قرآنی کا سو سے زائد زبانوں میں ترجمہ شائع کیا جارہا ہے۔

قرطاسِ ابیض کا جواب

پاکستان کے مبیّنہ قرطاس ابیض کے نہایت مدّلل جواب خود حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبات جمعہ میں دیئے جو سیریز کی شکل میں لندن سے ۱۸ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

اسلامی لٹریچر کی اشاعت

قرآن کریم کے تراجم اور منتخب آیاتِ قرآنی کے تراجم کی اشاعت کے علاوہ خلافت رابعہ کے دور کا ایک شاندار کارنامہ لندن سے ۴۶ جلدوں پر مشتمل روحانی خزائن کے سیٹ کی

اشاعت ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب، ملفوظات، مکتوبات اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کبیر کی پوری جلدیں شامل ہیں۔

مجالس عرفان

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے مبارک دور کی ایک دلکش چیز مجالس عرفان ہیں۔ جن میں احباب جماعت اور غیر از جماعت بھی حضور سے ہر قسم کے دینی، علمی اور معلوماتی سوال پوچھتے ہیں۔ اور حضور اُن کے تسلی بخش جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

بفضلہٖ تعالیٰ مجالس عرفان کی رپورٹیں پڑھنے والے احباب بیحد فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

ہجرت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپریل ۱۹۸۴ء کو شدید مخالفانہ حالات میں ربوہ سے لنڈن ہجرت فرمائی۔ ہجرت کے بعد جماعت کی ترقی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔

تحریک شدھی کے خلاف تبلیغی جہاد

۲۲ / اگست ۱۹۸۶ء کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے شدھی کے خلاف تبلیغی جہاد کی تحریک فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس تحریک کے نہایت خوشکن نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔

تعمیر مکان بھارت

بھارت میں مقامات مقدسہ کی تعمیر و مرمت کیلئے حضور انور نے ۲۸ / مارچ ۱۹۸۶ء کو تعمیر مکان بھارت فنڈ کی تحریک فرمائی۔

تحریک وقفِ نو

۳/اپریل ۱۹۸۷ء کوحضور انور نے تحریک وقف نو کا اعلان فرمایا جس کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا بھر میں ہزاروں واقفین و واقفات نو تحریک جدید کے انتظام کے تحت تربیت حاصل کررہے ہیں۔

سابق روسی ریاستوں میں وقف نو کی تحریک

حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲/اکتوبر ۱۹۹۲ء کو سابق روسی ریاستوں میں وقف کی تحریک فرمائی۔

بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کی امداد کی تحریک

• ۳۰/اکتوبر ۱۹۹۲ء کوحضور انور نے بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کی امداد کی تحریک فرمائی۔

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل

۷/جنوری ۱۹۹۴ء کے سال کو اللہ تعالیٰ نے یہ عظمت بھی عطا فرمائی ہے کہ اسلام کے بصیرت افروز پیغام کوتمام دنیا میں پہنچانے کیلئے اوراسلام کی خوبیوں کوتمام دنیا پر واضح کرنے کیلئے جماعت احمدیہ کواپنا سیٹلائٹ ٹیلی ویژن چلانے کی توفیق ملی الحمدللہ۔اس سے قبل سیٹلائٹ کے ذریعہ حضور کا خطبہ ۳۱/جولائی سے نشر ہونا شروع ہو چکا تھا۔

جھوٹ کے خلاف جہاد

۳/فروری ۱۹۹۵ء کے خطبہ جمعہ میں حضور نے جماعت احمدیہ کوجھوٹ کے خلاف جہاد کی تحریک فرمائی۔

صدسالہ تقریبات

خلافت رابعہ کے دور کو یہ ایک امتیاز بھی حاصل ہے کہ یہ دور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دور ماموریت ۱۸۸۲ء کے عین سو سال بعد یعنی ۱۹۸۲ء سے شروع ہوا۔اس لحاظ سے اس مبارک دورِ خلافت میں درج ذیل سالانہ تقریبات منعقد ہوئیں:۔

☆ ۔۱۹۸۶ء میں مصلح موعود کی پیشگوئی کے پورے ہونے کی سوسالہ تقریب۔

☆ ۔۱۹۸۹ء میں جماعت احمدیہ کے قیام پر سو سال پورے ہونے پر جماعت نے نہایت شاندار عالمگیر جشن تشکّر منایا۔

☆ ۔۱۹۹۱ء میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیحیت پر اور جلسہ سالانہ پر سو سال پورے ہونے پر سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بنفسِ نفیس ہندوستان تشریف لائے۔اس طرح تقسیم ہند کے ۴۴ سال بعد کسی خلیفہ کو پہلی بار قادیان آنے کی توفیق عطا ہوئی۔

☆ ۔۱۹۹۴ء میں پیشگوئی کسوف وخسوف پر سو سال پورے ہونے پر جماعت نے صد سالہ تقریبات منعقد کیں۔

☆ ۔۱۹۹۶ء میں لیکچر 'اسلامی اصول کی فلاسفی' کی صدسالہ تقریب منائی گئی۔

تراجم قرآن مجید

خلافت رابعہ کے مبارک دور میں ۵۶ زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا معرکۃ الآراء لٹریچر

حضور اقدس کے دور خلافت میں آپ کی کئی کتب منظر عام پر آ چکی ہیں چند ایک کے نام

نمونہ کے طور پر درج ہیں:۔

(۱)خلیج کا بحران اور نظام نو۔

(۲) Islam's Response to Contemporary issues

(۳)ذوق عبادت اور آداب دُعا۔

(۴)حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ

(۵)Christianity-A Journey from facts To fiction

(۶)زھق الباطل

(۷)Absolute Justice

(۸)ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل

(۹)Revelation,Rationality,Knowledge and truth

عالمی درس القرآن

۱۲رفروری ۱۹۹۴ء کا دن ہمیشہ یادگار رہے گا کیونکہ اس روز حضور اقدس نے عالمی درس القرآن کا آغاز فرمایا۔

عالمی بیعت

جلسہ سالانہ برطانیہ کے موقعہ پر حضور انورؒ نے عالمی بیعت کا سلسلہ شروع فرمایا۔

23رمارچ 1994ء سے ایم ٹی اے پر ہومیوپیتھی کلاسز کا اجرا ہوا۔

7رجنوری 1994ء سے الفضل انٹرنیشنل کی مسلسل اشاعت جاری ہوئی۔

1994ء میں حضور نے مخالفین احمدیت کو چیلنج دیا کہ اگر وہ مسیح کو اس صدی کے خاتمہ سے پہلے آسمان سے اتار دیں تو ہر مدعی کو ایک کروڑ روپیہ انعام دیا جائے گا۔

1/اپریل1996ء سے ایم ٹی اے کی نشریات 24 گھنٹے پر پھیل گئیں مختلف ترقیات کے ساتھ1999ءمیں ایم ٹی اے کی ڈیجیٹل نشریات کا آغاز ہوا۔

جنوری2001ء سے جماعت کی آفیشیل ویب سائٹ ''الاسلام'' انٹرنیٹ پر قائم ہوئی۔

19/جون تا11/جولائی2000ءحضور نے انڈونیشیا کا دورہ فرمایا جس کی بہت پزیرائی ہوئی (خلیفہ وقت کا انڈونیشیا کا یہ پہلا دورہ تھا)

فروری 2003ء میں غریب بچیوں کی شادی کے انتظام کے لئے مریم شادی فنڈ کی تحریک فرمائی۔

19/اپریل2003ءکوآپ مولائے حقیقی سے جا ملے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

22/اپریل کوآپ کی نماز جنازہ سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پڑھائی اور آپ کی تدفین اسلام آباد لندن میں ہوئی۔

دنیا کے سیاسی،معاشی،معاشرتی مسائل پر آپ کی بے مثال رہنمائی نے آپ کی ذات اور جماعت کو دنیا بھر میں نئی عزت اور وقار عطا فرمایا۔

......☆......☆......☆......

حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ابتدائی زندگی (پیدائش ۱۵ر ستمبر ۱۹۵۰ء)

جماعت احمدیہ عالمگیر کے موجودہ امام حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ یوں آپ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس پیش گوئی کے مصداق ٹھہرتے ہیں جو آپؐ نے مسیح موعودؑ کی اولاد کے بارے میں کی تھی۔ پھر خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خدا تعالیٰ نے جو الہامات پیش گوئیوں کے رنگ میں نازل فرمائے ان میں سے بعض آپ پر پورے ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات:

بعض پیشگوئیاں جو آپ کے والد صاحب اور دادا جان کے متعلق تھیں وہ بڑی شان سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے وجود میں بھی پوری ہوتی نظر آتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''شریف احمد کو خواب میں دیکھا کہ اس نے پگڑی باندھی ہوئی ہے اور دو آدمی پاس کھڑے ہیں۔ ایک نے شریف احمد کی طرف اشارہ کرکے کہا: ''وہ بادشاہ آیا'' دوسرے نے کہا ''ابھی تو اس نے قاضی بننا ہے'' فرمایا قاضی حکم کو بھی کہتے ہیں۔ قاضی وہ ہے جو تائید حق کرے اور باطل کو ردّ کر دے''۔

(تذکرہ صفحہ 584 ایڈیشن چہارم 2004ء)

دسمبر 1907ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا:

''میں تیرے ساتھ اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں'' اِنِّیْ مَعَكَ یَامَسْرُوْرُ
(تذکرہ صفحہ 630 ایڈیشن چہارم 2004)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے حضور انور ایدہ اللہ کے والد ماجد حضرت مرزا منصور احمد صاحب مرحوم کی وفات کے موقع پر اپنے خطبہ جمعہ 12 دسمبر 1997ء میں حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کو ناظر اعلیٰ مقرر کیے جانے کے ذکر پر فرمایا:

''میں ساری جماعت کو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کیلئے خاص دعا کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور بعد میں مرزا مسرور احمد صاحب کے متعلق بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صحیح جانشین بنائے ''تو ہماری جگہ بیٹھ جا'' کا مضمون پوری طرح ان پر صادق آئے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ خود ان کی حفاظت فرمائے اور ان کی اعانت فرمائے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 30 جنوری تا 5 فروری 1998ء)

۱۹ اپریل 2003ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچویں جانشین منتخب ہوئے۔ اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کا کشف کہ ''اب تو ہماری جگہ بیٹھ اور ہم چلتے ہیں'' (تذکرہ صفحہ 487) بڑی شان کے ساتھ پورا ہوا۔

خاندانی پس منظر

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس خاندان سے ہے۔ آپ کے نانا کا نام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند تھے اور نانی حضرت سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ ہیں جو حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ کی بڑی بیٹی

تھیں۔آپ کے دادا کا نام حضرت مرزا شریف احمد صاحب ہے۔آپ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند تھے۔آپ کی دادی حضرت بوزینب بیگم صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت نواب محمد علی خان صاحب آف مالیرکوٹلہ کی بڑی صاحبزادی تھیں۔

آپ کے والد صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سابق ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان تھے جو 13/مارچ 1911ء کو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ ایک لمبا عرصہ امیر مقامی ربوہ بھی رہے۔آپ نے 10/دسمبر 1997ء کو وفات پائی۔ آپ کی والدہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ ستمبر 1911ء میں حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔آپ کی وفات 29/جولائی 2011ء کو ربوہ میں ہوئی۔

پیدائش، تعلیم و تربیت:

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب مورخہ 15/ستمبر 1950ء کو ربوہ میں پیدا ہوئے۔عمر میں آپ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔آپ کے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔نہایت پاکیزہ ماحول میں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔میٹرک تعلیم الاسلام ہائی اسکول ربوہ اور بی اے تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے کیا۔ایم ایس سی کے لئے زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ 1976ء میں اس یونیورسٹی سے ایگریکلچرل اکنامکس میں ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔

آپ کی خدمات دینیہ کی چند جھلکیاں:

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ غانا میں قریباً ساڑھے سات سال بحیثیت واقف زندگی مختلف خدمات بجالاتے رہے۔یہ عرصہ خدمت 1977ء سے 1985ء تک کا بنتا ہے۔

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ٹی۔آئی احمدیہ اسکول غانا میں پرنسپل کے طور پر اگست 1977ء تا اگست 1979ء خدمت بجالاتے رہے۔

اسی طرح حضور انور کو اکمفی ٹی آئی احمدیہ سیکنڈری اسکول ایسارچر سنٹرل ریجن کے دوسرے ہیڈ ماسٹر کے طور پر خدمت کا موقع ملا۔

حضور انور نے ٹمالے (ناردرن ریجن) کے مقام پر قریباً دو سال قیام فرمایا۔آپ کے ذمہ ٹمالے سے 40 کلومیٹر کے فاصلے پر DEPALE نامی گاؤں میں جماعت کے زرعی فارم کی نگرانی تھی۔ یہاں آپ نے پہلی بار غانا میں گندم کی کاشت کا کامیاب تجربہ فرمایا۔

حضور انور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز 1985ء میں غانا سے پاکستان واپس تشریف لائے اور 17/مارچ 1985ء سے نائب وکیل المال ثانی کے طور پر آپ کا تقرر ہوا۔ 18/جون 1994ء کو آپ ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ مقرر ہوئے۔ 1994ء تا 1997ء چیئرمین ناصر فاؤنڈیشن رہے۔اسی عرصہ میں آپ صدر تزئین ربوہ کمیٹی بھی رہے۔آپ نے گلشن احمد نرسری کی توسیع اور ربوہ کو سرسبز بنانے کیلئے ذاتی کوشش اور نگرانی فرمائی۔حضور انور کی خواہش تھی کہ ربوہ سرسبز و شاداب شہر بن جائے۔ اگست 1998ء میں صدر مجلس کارپرداز مقرر ہوئے۔ 1988ء تا 1995ء تک ممبر قضاء بورڈ رہے۔اس کے ساتھ ساتھ تنظیمی کاموں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں سال 77-1976ء میں مہتمم صحت جسمانی رہے۔ 85-1984ء میں مہتمم تجنید رہے۔سال 86-1985ء سے 89-1988ء تک مہتمم مجالس بیرون اور 90-1989ء میں نائب صدر خدام الاحمدیہ پاکستان رہے۔ 1995ء میں انصاراللہ پاکستان میں قائد ذہانت وصحت جسمانی اور قائد تعلیم القرآن کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ 10/دسمبر 1997ء کو آپ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی مقرر ہوئے اور تا انتخاب

خلافت اس منصب پر فائز رہے۔ بحیثیت ناظر اعلیٰ آپ ناظر ضیافت اور ناظر زراعت کے عہدہ پر بھی خدمات بجالاتے رہے۔

آپ کو ایک جھوٹے مقدمے میں اسیر راہ مولیٰ رہنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ آپ 30/اپریل 1999ء کو گرفتار ہوئے اور 10/مئی 1999ء کو رِہا ہوئے۔

انتخاب خلافت:

19/اپریل 2003ء کا دن تاریخ احمدیت کا ایک اندوہناک دن تھا۔ اس روز حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا قریباً اکیس سالہ دورِ خلافت بھرپور جدوجہد اور نمایاں کامیابیوں کے ساتھ اپنے بابرکت اختتام کو پہنچا اور حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کروڑوں جاں نثاروں کو دل گرفتہ چھوڑ کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مجلس انتخاب خلافت کا اجلاس مسجد فضل لندن میں 22/اپریل 2003ء کو مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد مکرم و محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان کی زیر صدارت منعقد ہوا اور لندن وقت کے مطابق 11:40 بجے رات اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسند خلافت پر متمکن کیا۔

سب سے پہلے اراکین مجلس انتخاب خلافت نے آپ کے دست مبارک پر دستی بیعت کا شرف حاصل کیا اور اس کے بعد تمام دنیا کے احباب جماعت نے MTA کے ذریعہ بیعت کا شرف حاصل کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مبارک تحریکات

حضور نے فرمایا:۔

’’خلفاء کی طرف سے مختلف وقتوں میں مختلف تحریکات بھی ہوتی رہتی ہیں۔ روحانی ترقی کے لئے بھی جیسا کہ مساجد کو آباد کرنے کے بارہ میں ہے، نمازوں کے قیام کے بارہ میں ہے، اولاد کی تربیت کے بارہ میں ہے، اپنے اندر اخلاقی قدریں بلند کرنے کے بارہ میں، وسعت حوصلہ پیدا کرنے کے بارہ میں، دعوت الی اللہ کے بارہ میں یا متفرق مالی تحریکات ہیں۔ تو یہی باتیں ہیں جن کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ دوسرے لفظوں میں طاعت درمعروف کے زمرے میں یہی باتیں آتی ہیں تو نبی نے یا کسی خلیفہ نے تمہارے سے خلاف احکام الٰہی اور خلاف عقل تو کام نہیں کروانے۔ یہ تو نہیں کہنا کہ تم آگ میں کود جاؤ اور سمندر میں چھلانگ لگا دو......تو واضح ہو کہ نبی یا خلیفہ وقت کبھی بھی مذاق میں بھی یہ بات نہیں کرسکتا۔

(خطبات مسرور جلد اول صفحہ 343)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ سالوں میں جماعت کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ اسلام و احمدیت اور جماعتی ترقی اور خدمت بنی نوع انسان کے سلسلہ میں مختلف اوقات میں جو بابرکت تحریکات فرمائیں ان میں سے بعض کا ذکر مختصراً درج ذیل ہے۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دُعا ’’ رَبِّ اِنِّیۡ مَظۡلُوۡمٌ فَانۡتَصِرۡ فَسَحِّقۡهُمۡ تَسۡحِيۡقًا ‘‘ کرنے کی تحریک۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 25 ؍جولائی 2003ء)

☆ نصرت جہاں سکیم کے تحت احمدی ڈاکٹرز کو وقف زندگی کی تحریک۔

(الفضل انٹرنیشنل 12/دسمبر 2003ء)

☆ بدرسوم ترک کردینے کی تحریک۔ (الفضل انٹرنیشنل 5/دسمبر 2003ء)

☆ نظام جماعت کی پابندی کی تحریک۔ (خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 515)

☆ سچائی کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی تلقین۔ (خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 564)

☆ شادی بیاہ کے موقعہ پر سادگی اور اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھنے کی تاکید۔ جماعتی عمارات کے ماحول کو صاف رکھنے کا باقاعدہ انتظام ہو، اس کے لئے خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ وقار عمل کریں۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 23/اپریل 2004ء)

☆ افریقہ کے پیاسے لوگوں کو پینے کا پانی مہیا ہو، احمدی انجینئرز اس سلسلہ میں جائزہ لے کر Feasibility رپورٹ تیار کریں۔

(انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف احمدی آرکیٹیکٹس اینڈ انجنیئرز کے یورپین چیپٹر کے زیر انتظام منعقدہ پہلے سمپوزیم سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطاب) (الفضل انٹرنیشنل 4/جون 2004ء)

☆ ہر احمدی دعوت الی اللہ کے لئے سال میں کم از کم دو ہفتے وقف کرے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4/جون 2004ء)

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام سے فائدہ اُٹھائیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11/جون 2004ء)

☆ اجتماعات اور جلسوں سے بھرپور استفادہ کی تلقین۔ واقفین نو زبانیں سیکھیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/جون 2004ء)

☆ اپنی اور اپنی نسلوں کی زندگیوں کو پاک کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے وصیت کے آسمانی نظام میں شامل ہوں۔

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ UK فرمودہ یکم اگست 2004ء)

☆ ”Humanity First“ کی طرف توجہ کریں۔
(خطبہ جمعہ فرمودہ 27/اگست 2004ء)

☆ جرمنی کے ہر شہر میں مسجد بنانے کی تحریک۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 27/اگست 2004ء)

☆ سپین میں Valencia کے مقام پر ایک اور مسجد بنانے کی عظیم الشان تحریک۔
(الفضل انٹرنیشنل 28/جنوری 2005ء)

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراضات کے جواب دینے کے لئے ٹیمیں تیار کریں۔
(خطبہ جمعہ 18/فروری 2005ء)

☆ لجنہ اماء اللہ، خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کے شعبہ خدمت خلق کو مریضوں کی عیادت کے پروگرام بنانے کی نصیحت۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 15/اپریل 2005ء)

☆ امراء کو پہلے بھی کہہ چکا ہوں اب بھی کہتا ہوں دوبارہ تحریک کر دیتا ہوں کہ مریم شادی فنڈ میں ضرور شامل ہوا کریں۔ (خطبہ جمعہ فرمودہ 25/نومبر 2005ء)

☆ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کے لئے مالی قربانی کی تحریک۔
(الفضل انٹرنیشنل 17/جون 2005ء)

☆ جرنلزم پڑھنے کی طرف توجہ کریں۔ (الفضل انٹرنیشنل 3 تا 9/مارچ 2006ء)

☆ ڈاکٹرز کو طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں حصہ لینے کی تحریک۔
(الفضل انٹرنیشنل 21 تا 27/اپریل 2006ء)

☆ جماعتیں وقف عارضی کی طرف توجہ کریں۔ (الفضل انٹرنیشنل 24 تا 30/نومبر 2006ء)

☆ مغربی ممالک میں بعد از ریٹائرمنٹ اپنے آپ کو جماعتی خدمات کے لئے رضاکارانہ طور پر پیش کرنا چاہیئے۔ (الفضل انٹرنیشنل 24 تا 30/نومبر 2006ء)

☆ یتامیٰ کی خبر گیری کے فنڈ میں دل کھول کر حصہ لینے کی تحریک۔
(الفضل انٹرنیشنل 22/جون تا 28/جون 2007ء)

☆ غیرضروری اخراجات اور قرضوں سے بچنے اور کفایت شعاری سے کام لینے کی تحریک
(الفضل انٹرنیشنل 6 تا 12/جولائی 2007ء)

☆ اپنے پاک ہونے اور قرآن کریم پر عمل کرنے کی طرف مستقل توجہ دیں۔ اس پیغام کو ہر شخص تک پہنچانے کے لئے ایک خاص جوش دکھائیں تاکہ کسی کے پاس یہ عذر نہ رہے کہ ہم تک تو یہ پیغام نہیں پہنچا۔ (خطبہ جمعہ 1/فروری 2008ء، الفضل انٹرنیشنل 22/فروری 2008ء)

☆ ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ اپنی نمازوں کو وقت پر ادا کرے۔
(خطبہ جمعہ 15/فروری 2008ء، الفضل انٹرنیشنل 7/مارچ 2008ء)

☆ دشمن قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیچڑ اُچھالنے کی کوشش کر رہا ہے اس کی اس مذموم کوشش کے نتیجہ میں ہم احمدی یہ عہد کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کروڑوں اربوں دفعہ درود بھیجیں اور بھیجتے چلے جائیں۔
(خطبہ جمعہ 28/فروری 2008ء، الفضل انٹرنیشنل 18/اپریل 2008ء)

☆ دنیا کے ہر خطے میں، ہر شہر میں مسجدوں کی تعمیر کریں۔
(خطبہ جمعہ 25/اپریل 2008ء، الفضل انٹرنیشنل 16/مئی 2008ء)

☆ واقفین نو بچے، خاص طور پر بچیاں زبانیں سیکھنے کی طرف توجہ کریں۔
(خطبہ جمعہ 1/اگست 2008ء، الفضل انٹرنیشنل 22/اگست 2008ء)

☆ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ کی دعا ہمیشہ ہر احمدی کا روزمرہ کا معمول ہونا چاہئے۔
(خطبہ جمعہ 21/نومبر 2008ء، الفضل انٹرنیشنل 12/دسمبر 2008ء)

☆ اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاسَ ۔ اِشْفِ وَ اَنْتَ الشَّافِيْ ۔ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ ۔ اِشْفِنِيْ شِفَاءً كَامِلًا لَا يُغَادِرُ سَقَمًا کی دعا ہر ایک کو کرنی چاہئے۔
(خطبہ جمعہ 19/دسمبر 2008ء، الفضل انٹرنیشنل 9/جنوری 2009ء)

☆ فلسطینی جو اسرائیل کے ظلم کی بڑی خطرناک چکّی میں پس رہے ہیں ان کے لئے دعا

اور مدد کی خصوصی تحریک۔ (16/جنوری 2009ء، الفضل انٹرنیشنل 6/فروری 2009ء)

☆ ہندوستان، انڈونیشیا میں بھی جماعت کی مخالفت کے حوالہ سے احباب جماعت کو دعاؤں کی خصوصی تحریک۔

(خطبہ جمعہ 17/اپریل 2009ء، الفضل انٹرنیشنل 8/مئی 2009ء)

☆ انصاف پر قائم ہوتے ہوئے یتامیٰ اور اہل وعیال کے حقوق کی ادائیگی کی تحریک۔

(خطبہ جمعہ 15/مئی 2009ء، الفضل انٹرنیشنل 5/جون 2009ء)

☆ ذیلی تنظیموں اور جماعتوں کا کام ہے کہ نوجوانوں اور بچوں کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پڑھنے کی طرف توجہ دلائیں۔

(خطبہ جمعہ 3/جولائی 2009ء، الفضل انٹرنیشنل 24/جولائی 2009ء)

☆ ہم یورپ کے ہر ملک میں جہاں مسجدیں نہیں ہیں آئندہ پانچ چھ سالوں میں کم از کم ایک مسجد بنالیں۔

(خطبہ جمعہ 21/اگست 2009، الفضل انٹرنیشنل 11/ستمبر 2009)

☆ راتوں کو نوافل سے سجائیں اور تہجد کی طرف توجہ دیں۔

(خطبہ جمعہ 25/ستمبر 2009ء، الفضل انٹرنیشنل 16/اکتوبر 2009ء)

☆ دنیا بھر کی جماعتوں کے لئے تاکیدی ہدایت کہ آئندہ سے مسجدوں کے اندرونی ہال میں کسی قسم کی کھانے وغیرہ کی دعوت نہ کی جائے۔

(خطبہ جمعہ 18/دسمبر 2009ء، الفضل انٹرنیشنل 8/جنوری 2010ء)

☆ شہداء کی فیملیوں کے لئے 'سیدنا بلال ؓ فنڈ' میں چندہ دینے کی تحریک۔

(خطبہ جمعہ 11/جون 2010ء، الفضل انٹرنیشنل 2/جولائی 2010ء)

☆ مختلف ویب سائٹس ہیں ان میں مختلف قسم کے بیہودہ قسم کے اعتراضات آتے ہیں، ان کو سچائی کے پیغام سے بھر دیں۔

(خطبہ جمعہ 24/جون 2010ء، الفضل انٹرنیشنل 2/جولائی 2010ء)

☆ احباب جماعت کوفیس بُک کی قباحتوں سے بچنے کے لئے تاکیدی نصیحت۔
(خطبہ جمعہ 31دسمبر 2010ء، الفضل انٹرنیشنل 21جنوری 2011ء)

☆ ایک دوسرے کے مذہب کی عزت کرنے والوں کو جمع کر کے دنیا میں امن قائم کرنے کی مہم چلائیں۔ (خطبہ جمعہ 14اکتوبر 2011ء، الفضل انٹرنیشنل 4نومبر 2011ء)

☆ دنیا عالمی جنگ کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے، ہمیں ان دنوں میں بہت زیادہ دعائیں کرنی چاہئیں۔ (خطبہ جمعہ 2دسمبر 2011ء، الفضل انٹرنیشنل 23دسمبر 2011ء)

☆ امریکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بنائی گئی نہایت ظالمانہ اور دلآزار فلم پر حضور انور کی ہدایات:

ہر ذی شعور تک اسلامی مؤقف کو پہنچائیں۔☆ لائبریریوں میں مثلاً یورپ میں یا انگلستان میں یا انگریزی بولنے والے ملکوں میں آنحضرتؐ کی سیرت سے متعلق جماعت کی وہ کتب رکھوانی چاہئیں جن کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے۔☆ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ''لائف آف محمدؐ'' کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہونی چاہئے۔☆ سیمینار بھی ہوں، جلسے بھی ہوں اور ان میں غیروں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں بلائیں۔☆ تحفۂ قیصریہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امن اور مذہب کے احترام کے متعلق جو پیغام دیا ہے اس کی تشہیر کی آج بھی بہت ضرورت ہے۔ اس پر بھی فوری کام ہونا چاہئے۔
(خطبہ جمعہ 28ستمبر 2012ء، الفضل انٹرنیشنل 19اکتوبر 2012ء)

☆ خاص طور پر جہاں اپنے لئے صبر واستقامت کی ہر احمدی دعا کرے، وہاں دشمن کے شر سے بچنے کے لئے رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ کی دعا بھی بہت پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ کی

دعا بھی بہت پڑھیں۔ درود شریف پڑھنے کی طرف بھی بہت توجہ دیں۔
(خطبہ جمعہ 23 نومبر 2012ء، الفضل انٹرنیشنل 14 دسمبر 2012ء)

☆ جماعت کی ترقی اور اُمّت مسلمہ کے لئے خصوصی دعاؤں کی تحریک۔
(خطبہ جمعہ 28 ر دسمبر 2012ء، الفضل 18 جنوری 2013ء)

☆ ''واقفین نَو کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو جامعہ احمدیہ میں آنا چاہئے''۔
(18 ر جنوری 2013ء، الفضل 8 فروری 2013ء)

☆ جس تیزی سے دنیا میں فحاشی پھیلائی جارہی ہے، ایک احمدی کو اُس سے بڑھ کر اپنے خدا سے تعلق پیدا کر کے اپنے آپ کو اور دنیا کو اس تباہی کے خوفناک انجام سے بچانے کی کوشش کرنے کی تحریک۔ (خطبہ جمعہ 2 ر اگست 2013ء، الفضل 23 ر اگست 2013ء)

☆ احمدیوں کو دنیا کو تباہی سے بچانے کے لئے بہت زیادہ دعاؤں کی طرف توجہ دینے کی تحریک۔ ہر ملک میں رہنے والے احمدی، خصوصاً مغربی ممالک میں رہنے والے احمدیوں کو سیاستدانوں کو آنے والی تباہی سے ہوشیار کرنے کی تحریک۔
(خطبہ جمعہ 13 ستمبر 2013ء، الفضل 4 ر اکتوبر 2013ء)

☆ ایم ٹی اے کی برکات سے فائدہ اُٹھانے کی تحریک۔
(خطبہ جمعہ 18 ر اکتوبر 2013ء، الفضل 8 ر نومبر 2013ء)

☆ تبلیغ کے لئے نئے نئے راستے تلاش کرنے، نئے نئے طریق تلاش کرنے اور اسلام کا زیادہ سے زیادہ تعارف کروانے کی تحریک۔ (خطبہ جمعہ یکم نومبر 2013ء، الفضل 22 نومبر 2013ء)

☆ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے فرمودہ ایک خطبہ جمعہ کے حوالہ سے سچائی اور دیگر اخلاق کو مضبوطی سے اپنانے کی تاکیدی تحریک۔ (خطبہ جمعہ 29 ر نومبر 2013ء، 20 ر دسمبر 2013ء)

☆ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کو انوار العلوم کو مختلف زبانوں میں ترجمہ کروانے کی کوششوں کو مزید بہتر کرنے کی تاکید اور تحریک۔ (خطبہ جمعہ 28 ر فروری 2014ء، الفضل 21 ر مارچ 2014ء)

☆ شام، پاکستان اور مصر کے احمدیوں کے لئے خاص طور پر دعا کی تحریک۔
(خطبہ جمعہ 21 مارچ 2014ء، الفضل 11/ اپریل 2014ء)

☆ اسلام کی خوبصورت تعلیم، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے متعلق ورقہ دوورقہ کا اشتہار بنا کر تبلیغ کی تحریک۔ (خطبہ جمعہ 27 مارچ 2015ء، الفضل 17/ اپریل 2015ء)

☆ ''کم ازکم اب ہمیں چاہئے کہ چالیس روزے ہفتہ وار ہی رکھیں۔ یعنی چالیس ہفتوں تک خاص طور پر روزے رکھیں، دعائیں کریں، نفل ادا کریں اور صدقات دیں'' چالیس روزوں، دعاؤں، نوافل اور صدقات کی تحریک۔
(خطبہ جمعہ 12/ فروری 2016ء، الفضل 4/ مارچ 2016ء)

☆ مبلغین کو جغرافیہ، تاریخ، حساب، طب، آداب گفتگو، آداب مجلس، حالات حاضرہ وغیرہ علوم کی اتنی اتنی واقفیت رکھنے کی تحریک جتنی مجلس شرفاء میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے۔ (خطبہ جمعہ 26/ فروری 2016ء، الفضل 18/ مارچ 2016ء)

☆ تعلقات بنانے کے لئے ایسے لوگوں کو چننا چاہئے جن کی دینی حالت اچھی ہو، جو نمازوں کی باقاعدہ ادائیگی کرنے والے ہوں اور پابند ہوں۔ اس حوالے سے ربوہ اور قادیان کے احمدیوں کو خصوصی تحریک۔ (خطبہ جمعہ 4/ مارچ 2016ء، الفضل 25/ مارچ 2016ء)

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کرام کی تصاویر کے استعمال سے متعلق ضروری احتیاطوں کے اختیار کرنے کی تاکید۔ احباب جماعت کو مختلف مسائل سے آگاہی کے لئے کتاب ''فِقْهُ الْمَسِيْح'' لینے کی تحریک۔
(خطبہ جمعہ 22/ اپریل 2016ء، الفضل 13/ مئی 2016ء)

☆ جماعتی نظام اور بالخصوص ذیلی تنظیموں کو ممبران کو سنبھالنے اور جماعت سے مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کے لئے عملی کوشش کرنے کی تحریک۔
(خطبہ جمعہ 20/ مئی 2016ء، الفضل 10/ جون 2016ء)

☆ خطبہ جمعہ کو براہِ راست سننے اوراس سے استفادہ سے متعلق تاکیدی ہدایت۔

(خطبہ جمعہ یکم جولائی 2016ء، 22 جولائی 2016ء)

☆ مبلغین اور داعین الی اللہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو پڑھنے، سمجھنے اور ان سے ایسے لیکچر تیار کرنے کی تحریک جن سے بڑے بڑے پروفیسروں اور نام نہاد علماء کے اعتراضات کے جواب دیئے جاسکیں۔

(خطبہ جمعہ 08/جولائی 2016ء، الفضل 29/جولائی 2016ء)

☆ واقفین زندگی کو اپنی صحت قائم رکھنے کے لئے باقاعدہ ورزش یا سیر کرنے کی تحریک۔

(خطبہ جمعہ 22/جولائی 2016ء، الفضل 12/اگست 2016ء)

خلافت خامسہ میں ہونے والے
کچھ اہم کاموں کا مختصر تذکرہ

نظام وصیّت کی مضبوطی:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نظامِ وصیّت کو جو مضبوطی عطا فرمائی یہ اپنی ذات میں ایک تاریخ بن گئی۔ نظامِ وصیّت کو ۹۹ سال مکمل ہونے پر سال 2004ء میں پوری دنیا میں کل وصیتوں کی تعداد صرف اڑتیس ہزار (38,000) تھی۔ حضور پُر نور کی تحریک پر اگلے صرف ایک سال میں تقریباً بیس ہزار (20,000) وصیتیں مزید ہوگئیں۔ نیز حضور انور نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ سال 2008ء تک جو کہ خلافت جوبلی کا سال ہے کل چندہ دہندگان کا 50 فیصد نظامِ وصیت میں شامل ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور انور کی اِس خواہش کو بھی بڑی شان کے ساتھ پورا فرمایا۔ جلسہ سالانہ برطانیہ 2010ء کے دوسرے روز کے خطاب میں حضور پُرنُور نے جہاں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں افضال و برکات کا رُوح پرور

تذکرہ فرمایا وہاں آپ نے یہ بھی اعلان فرمایا کہ:

''نظام وصیت میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اب یہ تعداد ایک لاکھ نو ہزار ہو چکی ہے۔''

(خطاب فرمودہ بر موقعہ جلسہ سالانہ برطانیہ 2010ء، دوسرا روز)

خلافتِ خامسہ کا بابرکت دَور اور وَسِّعْ مَکَانَکَ کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وَسِّعْ مَکَانَکَ کی جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ ہر دور میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ پوری ہوئی اور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ خلافت خامسہ میں جہاں پوری دُنیا میں عظیم الشان رنگ میں تعمیر و توسیعِ مکان کا سلسلہ جاری ہے وہاں قادیان میں بھی تیز رفتاری کے ساتھ مکانات کی تعمیر و توسیع ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر دار المسیح کی رینوویشن، رینوویشن کے بعد دوسرے مرحلہ پر اس کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لئے Retro-fitting کی گئی۔ مسجد اقصیٰ قادیان کی توسیع، مسجد دار الانوار کی از سرِ نو تعمیر و توسیع، جامعہ احمدیہ قادیان کی عمارت سرائے طاہر، جدید سہولتوں سے آراستہ نور ہسپتال، کوٹھی دار السلام اور محلہ احمدیہ میں دیگر جگہوں پر کارکنان کے فلیٹس، چار منزلہ فلیٹس کے ساتھ مزید ایک اور چار منزلہ فلیٹس، لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توسیع، بہشتی مقبرہ میں مقام ظہور قدرت ثانیہ پر نئی یادگار، بہشتی مقبرہ کی تزئین، ایوان انصار کے ساتھ جدید سہولتوں سے آراستہ VIP گیسٹ ہاؤس جس کا نام سرائے وسیم ہے، نشر و اشاعت و ایم ٹی اے کی عمارت، مرکزی لائبریری، فضل عمر پرنٹنگ پریس، ہال لجنہ اماء اللہ، بیرونی ممالک کے گیسٹ ہاؤسز وغیرہ۔ نظارت امور عامہ کی نئی بلڈنگ کی تعمیر، دس ہزار سکوائر فٹ پر روٹی پلانٹ کی تعمیر۔ پرانے تعلیم الاسلام ہائی اسکول

کی بلڈنگ واحاطہ کی رینوویشن، اس وقت سینئر سیکنڈری ہائی اسکول کی عمارت زیر تعمیر ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان میں ہونے والی ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

’’2005ء میں میرے دَورے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید توفیق عطا فرمائی کہ قادیان میں جماعتی عمارات میں وسعت پیدا ہوئی اور جماعتی مرکزی عمارات کے علاوہ آسٹریلیا، امریکہ، انڈونیشیا، ماریشس وغیرہ نے وہاں اپنے بڑے وسیع گیسٹ ہاؤسز بنائے۔ جماعتی طور پر ایم ٹی اے کی خوبصورت بلڈنگ اور دفتر نشر و اشاعت بن گیا۔ کتب کے سٹور بھی اس میں مہیا کئے گئے ہیں۔ بڑے بڑے ہال بنائے گئے ہیں۔ دومنزلہ نمائش ہال بنایا گیا۔ ایک بڑی وسیع تین منزلہ لائبریری بنائی گئی ہے۔ فضل عمر پریس کی تعمیر ہوئی۔ لجنہ ہال بنا۔ ایک تین منزلہ گیسٹ ہاؤس مرکزی طور پر بنایا گیا۔ لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مزید توسیع ہوئی اور نئے بلاک بنے اور اس طرح بے شمار نئی تعمیر اور توسیع ہوئی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسجد اقصیٰ میں توسیع کی گئی ہے جس میں صحن سے پیچھے ہٹ کے تقریباً تین منزلہ جگہ مہیا کی گئی ہے اور اس میں جو نئی جگہ بنی ہے اس میں تقریباً پانچ ہزار نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس طرح قادیان میں کئی دوسری مساجد کی تعمیر ہوئی اور سب کی تفصیل کا تو بیان نہیں ہوسکتا اور نہ بغیر دیکھے اس وسعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے جو ان نئی تعمیرات کی وجہ سے وہاں قادیان میں ہو رہی ہے۔ یہ چند تعمیرات جن کا مَیں نے ذکر کیا ہے یہ گزشتہ تین چار سال کے عرصہ میں ہوئی ہیں تو یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا کرنا کہ ہر روز ہم اس الہام کی شان دیکھ رہے ہیں اور نہ صرف قادیان میں بلکہ دنیا میں ہر جگہ حتّٰی کہ پاکستان

میں بھی نامساعد حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ توفیق دے رہا ہے۔ ہمارے مخالفین سے کس طرح اللہ تعالیٰ نے مواخذہ کرنا ہے یہ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔لیکن جہاں تک اس کے وَسِّعْ مَكَانَكَ کا سوال ہے اللہ تعالیٰ ہر روز ہمیں ایک شان سے اسے پورا ہوتا دکھا رہا ہے......فرمایا : یہ مسجد جو بیت الفتوح ہے یہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے ......اسی طرح یوکے میں اور مساجد بن رہی ہیں تو یہ سب وَسِّعْ مَكَانَكَ کے نظارے ہیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲؍جون ۲۰۰۹ء)

سال 2005ء میں خلافت خامسہ کے بابرکت دَور میں لندن سے گیارہ میل کے فاصلہ پر 208؍ایکڑ زمین خریدنے کی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو توفیق عطا فرمائی جس کا نام حضور پُرنور نے حدیقۃ المہدی تجویز فرمایا۔ جماعت احمدیہ یُو۔کے کا جلسہ سالانہ یہاں پر منعقد ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ گھانا نے عکرہ سے ساٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر وینیبا شہر کے قریب 460؍ایکڑ زمین خریدی جس کا نام حضور انور نے ’’باغِ احمد‘‘ تجویز فرمایا۔اسی طرح جماعت احمدیہ کینیڈا نے جلسہ گاہ کے لئے قصبہ بریڈ فورڈ میں 250؍ایکڑ زمین خریدی جس کا نام حضور انور نے ’’حدیقہ احمد‘‘ تجویز فرمایا۔

خلافت خامسہ اور ایم ٹی اے کی تدریجی ترقی اور اس کے شیریں ثمرات

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کی دلچسپ اور ایمان افروز داستانِ سفر میں ایک نئے سنگِ میل کا اضافہ اس وقت ہوا جب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یکم اگست 2016ء کو مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل افریقہ کا مبارک اجرا فرمایا۔لندن کے

وقت کے مطابق ٹھیک چار بجے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد فضل لندن کے ایم ٹی اے انٹرنیشنل کے ٹرانسمشن آفس میں تشریف لائے۔ حضور انور نے ایک بٹن دبا کر 'ایم۔ٹی۔اے انٹرنیشنل افریقہ' کا آغاز فرمایا۔ حضور پُرنُور نے چینل پر نشر ہونے والا مختصر پروگرام ملاحظہ فرمایا اور دُعا کروائی۔ یہ کارروائی ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر لائیو نشر ہوئی جسے پوری دُنیا کے احمدیوں نے دیکھا اور حضور کے ساتھ دعا میں شامل ہوئے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 13-اگست کو جلسہ سالانہ یُو.کے 2016ء کے دوسرے روز جماعتی ترقیات پر مشتمل خطاب میں ایم۔ ٹی۔ اے انٹرنیشنل افریقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''ایم ٹی اے افریقہ بھی شروع ہوا ہے۔ یکم اگست 2016ء کو اس کا آغاز ہوا جو وہاں کی مقبول ترین سیٹلائٹ کے ذریعہ چوبیس گھنٹے اپنی نشریات پیش کرے گا۔ اس چینل پر افریقہ کی ضروریات کے مطابق خصوصی پروگرام کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا ہے۔ اس چینل پر اصل آڈیو کے ساتھ بیک وقت چار زبانوں کے تراجم نشر کرنے کی صورت موجود ہے۔ ماریشس میں ایم ٹی اے افریقہ کا پہلا سٹوڈیو مکمل ہو چکا ہے۔ کام کا آغاز ہو چکا ہے۔ گھانا میں وہاب آدم سٹوڈیو بھی اپنی تکمیل کے مراحل میں ہے۔ اس میں جدید ترین آلات رکھے گئے ہیں۔ اس کا شمار گھانا کے بہترین سٹوڈیوز میں ہوگا۔ پھر گھانا، نائیجیریا، سیرالیون، تنزانیہ اور یوگینڈا میں باقاعدہ ایم ٹی اے کی ٹیم بن چکی ہے۔ ایم ٹی اے گھانا کی ٹیم نے آٹھ سیریز، کل اڑسٹھ پروگرام ریکارڈ کئے ہیں جو نیشنل ٹی وی، جی ٹی وی، سائن پلس پر نشر ہو چکے ہیں۔ اسی طرح جلسہ سالانہ، ذیلی تنظیموں کے اجتماعات اور مختلف پروگرامز

وہاں دکھائے جا رہے ہیں۔ ان پروگراموں کے نتیجہ میں بہت اچھا ردّ عمل دیکھنے میں مل رہا ہے۔ ایک صاحب جو مسلمان ہیں گھانا کے ویسٹرن ریجن سے لکھتے ہیں کہ میں آپ کی جماعت کا پروگرام بہت شوق سے دیکھ رہا ہوں۔ میرے نزدیک اسلام میں صرف جماعت احمدیہ ہی واحد فرقہ ہے جو اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل پیرا ہے۔ مَیں نے اَور بھی کئی فرقوں کے پروگرام دیکھے ہیں لیکن جو تعلیمات آپ پیش کرتے ہیں وہی حقیقی اسلامی تعلیمات ہیں۔ انشاء اللہ مَیں بھی آپ کی جماعت میں شامل ہوجاؤں گا۔'' (خطاب فرمودہ بر موقعہ جلسہ سالانہ برطانیہ 2016ء، دوسرا روز)

اس سے پہلے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے تین چینل پوری دنیا میں احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام کر رہے تھے۔ ایم ٹی اے انٹرنیشنل افریقہ کے اجرا کے ساتھ اب ان کی تعداد چار ہوگئی ہے۔

(1) mta اَلْاُوْلیٰ جسکے ذریعہ سے یورپ کے علاوہ باقی دُنیا میں تبلیغ کا کام ہو رہا ہے (گویا اہل افریقہ پہلے ایم ٹی اے الاولیٰ کی نشریات سے ہی استفادہ کرتے تھے) (2) mta اَلثَّانِیَہ جس کے ذریعہ یورپ میں تبلیغ کا کام ہو رہا ہے۔ (3) mta3 - اَلْعَرَبِیَّہ جس کے ذریعہ سے عرب ممالک میں تبلیغ کا کام ہو رہا ہے۔ (4) اور اب سال 2016ء میں چوتھا چینل ایم ٹی اے انٹرنیشنل افریقہ کا مبارک اجرا ہوا ہے جس کے ذریعہ خصوصیت کے ساتھ پورے افریقہ میں تبلیغ واشاعت کا کام شروع ہو چکا ہے۔

خلافتِ خامسہ اور تعمیر مساجد

دینِ اسلام میں مسجد کی ایک خاص اہمیت ہے۔ یہ خدا کا گھر کہلاتا ہے جہاں دن میں کم از کم پانچ مرتبہ خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کی جاتی ہے۔ مساجد جہاں افرادِ جماعت کی تعلیم و

تربیت کا ایک اہم ذریعہ ہیں وہاں غیروں میں تبلیغ اور قبولِ حق کا بھی ذریعہ بنتی ہیں۔ حضور انور یورپ کے شہر شہر اور قریہ قریہ میں خدا کا گھر بنانا چاہتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دورہ بلجیئم 2009ء کے حوالہ سے خطبہ جمعہ ۲۱/اگست ۲۰۰۹ء میں ارشاد فرمایا کہ :

''میں نے وہاں کی جماعت کو یہ ہدایت دی ہے کہ برسلز شہر میں مسجد کے لئے جگہ تلاش کریں تا کہ ہم بلجیم میں جلد ہی مسجد تعمیر کر سکیں۔ انشاء اللہ۔ اور امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ جلد وہاں مسجد کی تعمیر کی صورتِ حال پیدا بھی ہو جائے گی۔ حضور پُر نور نے فرمایا : اللہ تعالیٰ میری اس خواہش کو بھی پورا فرمائے کہ جو پہلی Phase ہے اس میں ہم یورپ کے ہر ملک میں جہاں مسجدیں نہیں ہیں آئندہ پانچ چھ سالوں میں کم از کم ایک مسجد بنالیں۔ پھر انشاء اللہ جب ایک مسجد بن جائے گی تو ان میں اضافہ بھی ہوتا چلا جائے گا۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱/اگست ۲۰۰۹ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبہ جمعہ 27/اپریل 2012ء میں فرماتے ہیں :

''یورپ میں مختلف ممالک میں گزشتہ سات آٹھ سال میں 44 مساجد کا اضافہ ہوا ہے۔ 2003ء میں جب مسجد بیت الفتوح کا افتتاح ہوا ہے تو اس سے پہلے با قاعدہ مسجد صرف ایک مسجد 'مسجد فضل' تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت یو کے کو 14 نئی مساجد بنانے کی توفیق ملی ہے۔''

(خطبہ جمعہ 27/اپریل 2012ء، الفضل انٹرنیشنل 8 مئی 2012ء)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پوری دنیا میں ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں مساجد کا اضافہ ہو رہا ہے۔ صرف خلافتِ خامسہ کے بابرکت دَور میں ۲۰۰۳ء سے لیکر اب تک 3000 سے

زائد مساجد کا اضافہ ہو چکا ہے۔

جماعتِ احمدیہ کی مساجد کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے حضور پُرنُور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں :۔

''ہماری مساجد اُس نُور کو اپنے دلوں میں قائم کرنے اور اُسے دُنیا میں پھیلانے کے لئے ہی تعمیر ہوتی ہیں جو خدا تعالیٰ کا نُور ہے۔ چاہے جو بھی اس کی پہچان کے لئے اس کا نام رکھ دیا جائے لیکن اس کا مقصد یہی ہے کہ جو نُور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے ذریعہ سے ہم پر اُتارا اور پھر اس کا حقیقی پرتو اِس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بنایا، یہ نُور ہر سو پھیلتا جائے۔ یہی ہماری مساجد کا مقصد ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ دسمبر ۲۰۰۹ء)

حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ کے کچھ نہایت اہم خطابات

☆ 22/اکتوبر 2008ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے برٹش پارلیمنٹ کے ہاؤس آف کامنز میں خطاب فرمایا۔

☆ 30/مئی 2012ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بمقام کوبلنز ملٹری ہیڈ کوارٹر جرمنی میں خطاب فرمایا۔

☆ 27/جون 2012ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کیپیٹل ہل واشنگٹن ڈی سی میں خطاب فرمایا۔

☆ 4/دسمبر 2012ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے برسلز بلجیم میں یورپین پارلیمنٹ کے اراکین اور دیگر دانشوروں کے سامنے خطاب فرمایا جس میں 30 ممالک کے اراکین شامل تھے۔

☆ 6/اکتوبر 2015ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہالینڈ کی نیشنل پارلیمنٹ میں خطاب فرمایا۔

☆ 17/اکتوبر 2016ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کینیڈا کی پارلیمنٹ ''پارلیمنٹ ہِل'' میں خطاب فرمایا۔

پیس کانفرنسز

جماعت احمدیہ برطانیہ کی جانب سے طاہر ہال بیت الفتوح لندن میں امن کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔ ان امن کانفرنسز میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مرد وخواتین اور مختلف ممبران پارلیمنٹ، لندن شہر کے میئر، حکومتی وزراء، مختلف ممالک کے سفراء اور معاشرہ کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے مہمان جماعت احمدیہ کی دعوت پر تشریف لاتے ہیں اور قیام امن کے لئے جماعت احمدیہ کی مساعی پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ ان کانفرنسز کا مرکزی نقطہ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطاب ہوتا ہے جس میں آپ اسلامی تعلیم اور عالمی حالات کے تجزیہ کی روشنی میں امن عالم کے قیام کے لیے مفید مشورے دیتے ہیں۔

پہلی امن کانفرنس 9/مئی 2004ء کو مسجد بیت الفتوح لندن میں منعقد ہوئی۔ اس کے بعد سے ہر سال باقاعدگی سے کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔

احمدیہ امن ایوارڈ

گزشتہ چند سالوں سے امنِ عامہ اور خدمت انسانیت کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے اس میدان میں کام کرنے والے موزوں ترین شخصیت یا ادارے کو جماعت احمدیہ کی جانب سے ''احمدیہ امن ایوارڈ'' دیا جا رہا ہے۔ دس ہزار پاؤنڈ کی رقم پر مشتمل یہ ایوارڈ سیدنا حضور انور

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز امن کانفرنس کے موقعہ پر بنفس نفیس اپنے دست مبارک سے عطا فرماتے ہیں۔

مختلف اہم شخصیات کے نام خطوط

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دورِ خلافت کی ایک بہت اہم بات یہ ہے کہ آپ گذشتہ کئی سال سے مسلسل امن عالم کے قیام کی کوشش فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اُوپر حضور ایدہ اللہ کے جن اہم خطابات کا ذکر کیا گیا ہے وہ تمام خطابات عالمی قیامِ امن کے بارہ میں ہیں۔ اس کے علاوہ لندن میں ہر سال ہونے والے امن کانفرنس میں آپ امن عالم کے قیام کے بارہ میں خطاب فرما چکے ہیں۔ اسی طرح دُنیا کے مختلف ممالک میں اپنے دَوروں کے دوران بھی آپ دُنیا کو مسلسل اس طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ اسی سال 9/اکتوبر 2016ء کو کینیڈا میں ہونے والے جلسہ سالانہ کا اختتامی خطاب عالمی قیامِ امن کے بارہ میں تھا۔ آپ نے اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل شخصیات کو خطوط بھی لکھے۔

(1) پرائم منسٹر اسرائیل مسٹر بینجامن نتن یاہو
(2) صدر اسلامی جمہوریہ ایران محمد احمدی نژاد
(3) صدر یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ مسٹر براک اوبامہ
(4) کینیڈا کے پرائم منسٹر مسٹر سٹیفن ہارپر
(5) سعودی عرب کے بادشاہ مسٹر عبداللہ بن عبدالعزیز السعود
(6) چائنا کے پرائم منسٹر مسٹر این جیاباؤ
(7) برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر ڈیوڈ کیمرون
(8) جرمنی کی چانسلر محترمہ اینجلا مارکل
(9) پریذیڈنٹ آف فرینچ ریپبلک

(10) ملکہ برطانیہ ایلزبتھ II

(11) ایران کے مذہبی راہنما مسٹر آیت اللہ خمینی

حضورانورایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے عالمی دورہ جات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسندِ خلافت کا بارِ گراں سنبھالنے کے بعد بہت ہی غیر معمولی انداز میں اور بڑی ہی سُرعت اور تیز قدمی کے ساتھ بیرونی مما لک کا سفر اختیار فرمایا اور مسلسل فرماتے چلے جارہے ہیں۔

حضور جہاں بھی جاتے ہیں انفرادی ملاقات کا موقع عطا کرتے ہیں۔اجتماعی ملاقات کا موقع عطا کرتے ہیں۔فیملی ملاقات کا موقع عطا کرتے ہیں۔اور ہر ایک کو خلافت کا شیدائی اور فدائی بنادیتے ہیں۔ ہر ایک کی دُنیا بدل کر رکھ دیتے ہیں۔رُوحانی تبدیلی کے لئے ایک نیا جوش اور اُمنگ پیدا کر دیتے ہیں۔جماعتی کاموں میں ایک خاص ولولہ اور تیزی پیدا کر دیتے ہیں۔ برکاتِ خلافتِ خامسہ میں سے یہ ایک خاص برکت ہے جس سے دُنیائے احمدیت اپنی جھولی بھر رہی ہے۔

علاوہ ازیں حضور جس ملک میں بھی جاتے ہیں پورے ملک میں اس کا ایک خاص اثر مرتب ہوتا ہے۔حکومت کے سرکردہ افراد اور سربراہانِ مملکت سے ملاقات ہوتی ہے۔حضور انہیں اسلام کی امن بخش تعلیم سے آگاہ کرتے ہیں جس کا ایک نیک اثر ان پر ہوتا ہے۔ جماعتی کاموں میں جو روکاوٹیں ہوتی ہیں وہ دُور ہوجاتی ہیں۔غیر بھی حضور کی زیارت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔بہتیرے بیعت بھی کرتے ہیں اور جماعت میں شامل ہوجاتے ہیں۔

حضورانورایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے دورِ خلافت میں مندرجہ ذیل ملکوں کا دورہ کیا۔آپ نے ان میں سے بہت سے مما لک کا کئی مرتبہ دورہ فرمایا ہے:۔

(1) جرمنی (2) ہالینڈ (3) فرانس (4) غانا (5) بورکینا فاسو (6) بینن (7) نائیجیریا (8) کینیڈا (9) جرمنی (10) سوئزرلینڈ (11) بلجیم (12) سپین (13) نیروبی (14) کینیا (15) تنزانیہ (16) یوگینڈا (17) ڈنمارک (18) سویڈن (19) ناروے (20) ماریشس (21) بھارت (22) سنگاپور (23) آسٹریلیا (24) فجی (25) نیوزی لینڈ (26) جاپان (27) یوایس اے (28) اٹلی۔

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی

سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے 5 سال بعد خلافت احمدیہ کے قیام پر 100 سال مکمل ہونے پر خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی منائی گئی جس میں بہت سے علمی و روحانی پروگرام ہوئے اور حضور نے 27 مئی 2008ء کو لندن میں خطاب فرمایا جو بیک وقت قادیان ربوہ اور لندن سے نشر ہوا۔ اس موقع پر آپ نے خلافت احمدیہ کی اہمیت و برکات کا ذکر کرنے کے بعد خلافت کے عظیم الشان مقام و مرتبہ پر روشنی ڈالی اور ساری دنیا کے افراد کو اس سے وابستہ ہونے کی طرف توجہ دلائی۔ اس موقعہ پر حضور نے ایک عہد بھی دہرایا جو ساری دُنیا کے احمدیوں نے آپ کی معیت میں کھڑے ہو کر دہرایا۔ اللہ تعالیٰ حضور انور کو صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور ہر آن آپ کی صحت و عمر میں برکت دے اور آپ کے بابرکت دور خلافت میں اسلام احمدیت کو عظیم فتوحات عطا فرمائے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

چھٹا باب

نظام جماعت احمدیہ

یاد رکھنا چاہیئے کہ سارے نظام کا محور اور مقتدرِ اعلیٰ خلیفۂ وقت کی ذات ہے۔ عالمگیر جماعت کی شاخیں دیہاتوں اور شہروں سے نکل کر ضلعوں، صوبوں اور ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں جو سب تسبیح کے دانوں کی طرح ایک مضبوط اور مربوط دھاگے میں منسلک ہیں۔ جس جگہ بھی تین یا اس سے زائد افراد جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتے ہوں وہاں باقاعدہ جماعت قائم کردی جاتی ہے اور حسب حالات بذریعہ نامزدگی یا بذریعہ انتخاب وہاں ایک صدر مقرر کردیا جاتا ہے۔ بڑی جماعتوں میں امارت کا نظام قائم ہے۔ اس لحاظ سے ہر مقامی جماعت کا صدر یا امیر اعلیٰ عہدیدار ہوتا ہے پھر ہر ضلع یا صوبہ کی جماعتوں کا ایک امیر مقرر ہوتا ہے پھر اس سے اوپر تمام ملک کا ایک نیشنل امیر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جماعتی نظام کے مختلف شعبے قائم ہیں اور اس کے نگران سیکریٹری کہلاتے ہیں مثلاً سیکریٹری مال۔ سیکریٹری تعلیم۔ سیکریٹری جائیداد۔ سیکریٹری ضیافت وغیرہ۔ یہ تمام عہدیدار بذریعہ انتخاب یا بعض حالتوں میں بذریعہ نامزدگی مقرر ہونے پر محض رضاکارانہ طور پر اخلاص اور قربانی کے ساتھ جماعت کی خدمات بجالانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔

ان مقامی، ضلعی، صوبائی اور ملکی عہدیداروں کے علاوہ خلیفۂ وقت کی نگرانی میں مندرجہ ذیل اہم ادارے کام کرتے ہیں:۔

مجلس شوریٰ یا مجلس مشاورت

یہ دوطرح کی ہوتی ہے ایک تو انٹرنیشنل شوریٰ ہے جو خلیفہء وقت کی موجودگی میں منعقد ہوتی ہے جس میں تمام عالمگیر جماعتوں کے نمائندے شامل ہوتے ہیں۔ دوسرے ملکی شوریٰ ہوتی ہے جس میں اُس ملک کی مجلس عاملہ کے علاوہ تمام جماعتوں کے امراء وصدر صاحبان اور جماعتوں کے منتخب نمائندے شریک ہوکر اہم جماعتی مشورے کرتے اور اپنی تجاویز خلیفہء وقت کی خدمت میں راہنمائی اور منظوری کیلئے پیش کرتے ہیں۔

اس ضمن میں یہ بات یادر کھنے والی ہے کہ مُلکی شوریٰ ہو یا انٹرنیشنل شوریٰ ہو اس کے نمائندوں کا یہ فرض ہوتا ہے کہ تمام تجاویز غور اور مشورہ کرنے کے بعد اپنی تجاویز خلیفہء وقت کی خدمت میں پیش کردیں۔ آخری فیصلہ خلیفہء وقت کا ہوتا ہے۔خواہ وہ شوریٰ کی سفارشات کو پورے طور پر منظور فرمالیں یا ترمیم کے ساتھ منظوری عطا فرمائیں یا ان سفارشات کو کلیتہً نامنظور کرکے اس کے نقصانات وغیرہ کے بارے میں راہنمائی فرماتے ہوئے نئی ہدایات جاری فرمائیں۔ جو بھی فیصلہ خلیفہء وقت کی طرف سے صادر ہو، جماعت اس کو پورے انشراح صدر کے ساتھ تسلیم کرتی ہے کیونکہ جماعت اس عقیدہ اور یقین پر قائم ہے کہ خلیفۂ وقت دُعا اور غور وفکر کے بعد اللہ کی راہنمائی سے فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور جماعت بارہا مشاہدہ کرچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ خلیفہء وقت کے فیصلوں میں برکت بخشتا ہے۔

صدر انجمن احمدیہ

یہ جماعت کا سب سے بڑا اور اہم ادارہ ہے جو بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی ہی میں قائم فرمایا تھا۔ جماعت کے لازمی چندہ جات کا انتظام والتزام اور تمام تربیتی۔تعلیمی۔تبلیغی اور رفاہی کاموں کی نگرانی اس انجمن کے سپرد ہے۔تمام مقامی، ضلعی اور

صوبائی امارت کے نظام اس انجمن کی نگرانی میں چلتے ہیں۔ اس انجمن کے تحت کئی دفاتر اور نظارتیں ہیں۔ ہر نظارت کا اعلیٰ عہدیدار ''ناظر'' کہلاتا ہے۔ مثلاً ناظر تعلیم۔ ناظر دعوۃ و تبلیغ۔ ناظر نشر و اشاعت۔ ناظر بیت المال آمد و خرچ۔ ناظر امور عامہ وغیرہ اور پوری انجمن کا نگران ناظر اعلیٰ کہلاتا ہے۔

تحریک جدید انجمن احمدیہ

جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے ۱۹۳۴ء میں بیرونی ممالک میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی غرض سے ایک نئی تحریک جاری فرمائی تھی۔ اس تحریک کے چندہ سے جمع ہونے والے اموال اور واقفین زندگی وغیرہ کے انتظام اور بیرونی ممالک کے تبلیغی نظام کی نگرانی کیلئے انجمن تحریک جدید قائم کی گئی۔

اس ادارے کے تحت بھی مختلف شعبے قائم ہیں ہر شعبے کے انچارج کو ''وکیل'' کہا جاتا ہے۔ مثلاً وکیل التعلیم۔ وکیل التبشیر۔ وکیل المال وغیرہ اور اس انجمن کے نگران اعلیٰ کو ''وکیل الاعلیٰ'' کہا جاتا ہے۔

انجمن احمدیہ وقف جدید

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ہی اندرونِ ملک کی دیہاتی جماعتوں کی تعلیم و تربیت کی غرض سے ۱۹۵۷ء میں وقف جدید کے نام سے ایک تحریک فرمائی تھی۔ اس تحریک سے جمع ہونے والے چندہ کے انتظام اور تعلیم و تربیت کیلئے مقرر کئے گئے معلّمین کی نگرانی وغیرہ کیلئے ایک علیحدہ انجمن ''وقف جدید انجمن احمدیہ'' کے نام سے قائم فرمائی گئی۔

اس انجمن کے تحت مختلف شعبے قائم ہیں اور ہر شعبہ کے انچارج کو ''ناظم'' کہا جاتا ہے۔

جماعتِ احمدیہ اور مالی قربانی

☆ - القرآن :- اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (سورۃ توبہ:۱۱۱)

ترجمہ:- اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو (اس وعدہ کے ساتھ) خرید لیا ہے کہ ان کو جنّت ملے گی۔

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○ (سورۃ البقرہ :۳)

ترجمہ:- وہ (متقی) نماز کو قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

الحدیث:- آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

''اگر میرے پاس اُحد پہاڑ جتنا سونا ہوتا تو تین دن سے زیادہ اپنے پاس نہ رکھتا''۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ حدیث نمبر ۱۳۱۵)

حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے مالی قربانی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے پر آنحضورؐ کے پوچھنے پر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میں اللہ اور اُس کا رسولؐ گھر چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت سعد بن مالکؓ نے پُرزور اصرار کر کے ۱/۳ حصّہ کی قربانی کی اجازت چاہی۔

(بخاری کتاب الوصایا۔ باب الوصیت بالثلث جلد اوّل صفحہ ۳۸۳)

حضرت ابوطلحہؓ نے آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کے نزول پر ''بیروحا'' باغ وقف کر دیا۔

(بخاری کتاب التفسیر باب لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ)

اس زمانہ میں جماعتِ احمدیہّ صحابہؓ کی اقتداء پر مالی قربانی کررہی ہے۔مبارک ہو جماعتِ احمدیہّ کوجن میں یہ مبارک نظام جاری ہے اور نظام خلافت کے تحت جماعت احمدیہ میں ایک بیت المال کا نظام جاری ہے جس میں اشاعت اور فلاح و بہبود کے لئے رقوم اکٹھی ہوتی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے :-

چندہ عام:-

الٰہی جماعتوں کی طرح جماعت احمدیہ میں بھی مالی قربانی کا نظام جاری ہے۔بانئ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے اپنے دور میں ہی مالی قربانی کی تحریک کی جس کو چندہ عام کا نام دیا گیا۔اس کی شرح اس وقت چندہ دینے والے کی صوابدید پر تھی مگر بعد میں سیّدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے اسکی شرح 1/16 مقرّر فرمائی۔جو ہر کمانے والے پر واجب ہے۔

چندہ وصیّت:-

۱۹۰۵ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے وفات کے قریب آنے کی خبر دی تو آپ نے ایک رسالہ ''الوصیّت'' تحریر فرمایا۔جس میں آپ نے بہشتی مقبرہ (قبرستان) کے لئے اپنا قطع زمین وقف فرمایا۔اورمزید ضروریات کے لئے کچھ رقم کا مطالبہ بھی کیا۔اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ اسی رسالہ میں فرماتے ہیں:-

''اس لئے مَیں نے اپنی ملکیّت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جسکی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی اور میں دُعا کرتا ہوں کہ خُدا اس میں برکت دے اور اس کو بہشتی مقبرہ بنادے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خواب گاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرلیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہوگئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلی۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا آمین یارب العالمین۔

پھر میں دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا! اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یارب العالمین۔

پھر تیسری دفعہ دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر! اے خُدائے غفور و رحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچّا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلّی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پُورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبّت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یاربّ العالمین۔

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۶)

اللہ تعالیٰ نے الہاماً اس مقبرہ کے بارہ میں فرمایا:۔

اُنْزِلَ فِيْهَا كُلُّ رَحْمَةٍ یعنی ہر قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے۔‘‘

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۱۸)

اور اس میں دفن ہونے والے کے لئے شرائط کا ذکر کرتے ہُوئے فرماتے ہیں:۔

’’تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو سچّا اور صاف مسلمان ہو۔‘‘

(رسالہ الوصیت۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۲۰)

پھر فرماتے ہیں:۔

’’یاد رہے کہ صرف یہ کافی نہ ہوگا کہ جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کا دسواں حصّہ دیا جاوے بلکہ ضروری ہوگا کہ ایسا وصیّت کرنے والا جہاں تک اس کے لئے ممکن ہے

پابند احکام اسلام اور تقویٰ اور طہارت کے امور میں کوشش کرنے والا ہو اور مسلمان خدا کو ایک جاننے والا اور اس کے رسول پر سچا ایمان لانے والا ہو اور نیز حقوق عباد غصب کرنے والا نہ ہو۔'' (رسالہ الوصیت۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۲۴)

ان شرائط مندرجہ میں ایک شرط یہ ہے کہ وہ ۱۰/۱ سے ۳/۱ تک اپنی آمدنی اور جائیداد سے احمدیت کے لئے ادا کرے۔ جسے چندہ وصیت کہتے ہیں۔اور چندہ ادا کرنے والے مرد کو موصی اور عورت کو موصیہ کہا جاتا ہے جو شخص یہ چندہ ادا کرے اس پر چندہ عام لازم نہیں۔

چندہ جلسہ سالانہ

حضرت مسیح موعودؑ نے ۱۸۹۱ء میں خدا تعالیٰ سے اذن پا کر جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھی۔اب یہ جلسہ سالانہ تقریباً ۷۰ سے زائد ممالک میں ہر سال منعقد ہوتا ہے۔اس کے لئے چندہ کی اپیل خود حضرت مسیح موعودؑ نے فرمائی۔جو اب تک جاری ہے۔جس کی شرح پورے سال میں صرف ایک ماہ کی آمد کا دسواں ادا کرنا ہے۔

چندہ تحریکِ جدید

۱۹۳۴ء میں اس کی بنیاد سیّدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے رکھی تھی اس کے ذریعہ تمام دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کے نام کو بلند کرنا مقصود ہے۔آج جماعتِ احمدیہ اسی مبارک تحریک کے تحت 209 ملکوں میں پھیل چکی ہے۔ ہر احمدی کا اس تحریک میں چندہ ادا کرنا ضروری ہے جو کم سے کم ۲۴ روپے سالانہ ہے۔معیاری چندہ کے لئے تنخواہ کا پانچواں حصہ سال میں ادا کرنا ہوتا ہے۔ چندہ دہندگان کے اعتبار سے اس تحریک کو چار دفاتر میں تقسیم کیا گیا ہے۔دفتر چہارم کا آغاز حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۸۵ء میں فرمایا اس میں خصوصی چندہ دینے والوں کو معاونین خصوصی کہا جاتا ہے۔ جو درج ذیل ہے:۔

معاونین خصوصی صف اوّل۔/۱۰۰۰ روپے۔معاونین خصوصی صف دوم۔/۵۰۰ روپے۔

چندہ وقفِ جدید:۔

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۵۷ء میں اندرون ملک عوام کو عیسائی یلغار سے بچانے اور دیہاتی جماعتوں کی تعلیم و تربیت کیلئے اس تحریک کا اعلان فرمایا۔ ۱۹۸۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جو اس مبارک تحریک کے پہلے ممبر مقرر ہوئے تھے نے اس تحریک کو ساری دُنیا کیلئے وسیع کر دیا۔اس تحریک کا ایک اہم شعبہ دفتر اطفال ہے جس میں جماعتِ احمدیّہ کے بچے اور بچیاں چندہ ادا کرتے ہیں جو کم از کم ۱۲ روپے سالانہ ہے اور یکصد روپیہ خصوصی چندہ ادا کرنے والا بچہ ننھا مجاہد کہلاتا ہے جبکہ ۱۵ سال سے بڑے افراد کم سے کم شرح ۲۴ روپے ادا کرتے ہیں۔ اور ۱۰۰۰/۔ اور ۵۰۰/۔ ادا کرنے والے مجاہد صف اوّل اور مجاہد صف دوم کہلاتے ہیں۔

زکوٰۃ:۔

زکوٰۃ بھی انفاق فی سبیل اللہ کی ایک قسم ہے جو ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو زکوٰۃ کے نصاب کے تحت آتا ہے۔اس کی اہمیّت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن قرار دیا ہے۔

چندہ عام الگ ہے اور زکوٰۃ الگ :۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

''تیسری چیز چندہ ہے جو دین کے جہاد کے لئے ہوتا ہے۔ یہ جہاد خواہ تلوار سے ہو یا قلم اور کتب سے۔ یہ بھی ضروری ہے کیونکہ زکوٰۃ اور صدقہ تو غرباء کو دیا جاتا ہے اس سے کتابیں نہیں چھاپی جا سکتیں اور نہ مبلغّوں کو دیا جا سکتا ہے۔''

(ملائکۃ اللہ صفحہ ۶۲ تقریر جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۲۰ء)

زکوٰۃ کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر نقدی اور زیور ہے اور اس کا

چالیسواں حصّہ ادا کرنا ہوتا ہے اور ایک سال تک پڑی رقم پر ادائیگی فرض ہے۔اس زیور پر بھی اس کا نصاب لاگو ہوگا جو ایک سال تک پہنا نہ جائے یا زکوٰۃ کے ڈر سے ایک دفعہ پہنے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کو جو آپؐ کی خدمت میں کڑوں کے ساتھ حاضر ہوئیں۔ وعید کرتے ہُوئے فرمایا۔''اگر زکوٰۃ ادا نہ کی تو خدا قیامت کے دن اس کے مقابل پر آگ کے کڑے پہنائے گا۔'' (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ما ھو وزکوٰۃ الحلی)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے۔''

(کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۵)

ذیلی تنظیمیں

سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تربیتی نقطہ نظر سے احباب وخواتین جماعت کومختلف ذیلی تنظیموں میں تقسیم فرمایا۔ان تنظیموں کے بارہ میں یہ بات نوٹ فرمانے کے قابل ہے کہ یہ خالصۃً مذہبی تنظیمیں ہیں جن کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔یہ تنظیمیں مختلف ادوار سے متعلقہ احباب وخواتین کی تعلیم وتربیت کی ذمہ دار ہیں اوران کی اخلاقی ،دینی، روحانی ،ذہنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرتی رہتی ہیں۔جماعتِ احمدیہ کے ہر فرد کا اپنی عمر کے اعتبار سے ان تنظیموں سے منسلک رہنا ضروری ہے۔

لجنہ اِماءِ اللہ

یہ احمدی مستورات کی روحانی تنظیم ہے۔اس کا قیام ۱۹۲۲ء میں عمل میں لایا گیا۔ پندرہ سال سے اُوپر کی عمر کی ہر احمدی خاتون اس کی ممبر ہے۔آٹھ سے پندرہ سال کی احمدی لڑکیاں ناصرات الاحمدیہّ کی ممبر ہوں گی جو لجنہ اماء اللہ تنظیم ہی کی ایک شاخ ہے۔ جہاں تین ممبرات

موجود ہیں وہاں یہ تنظیم قائم کی جاتی ہے۔اپنی اپنی جگہوں پر ممبرات مختلف دینی روحانی شعبوں مثلاً خدمتِ خلق، اصلاح وارشاد،تعلیم وتربیت کےتحت کام کرتی ہیں ۔

اس تنظیم کا اپنا چندہ ’’ چندہ ممبری‘‘ کہلاتا ہے جو آمد پر ایک فیصد کے حساب سے ادا کرنا ہوتا ہےجن کی کوئی با قاعدہ آمدنہ ہووہ اپنی توفیق کے مطابق ادا کرسکتی ہیں ۔جبکہ ناصرات کم از کم ایک روپیہ ماہوار چندہ ادا کرتی ہیں ۔

مجلسِ انصاراللہ

یہ احمدی بزرگوں کی تنظیم ہے۔۴۰ سال سےاُوپرتمام مردحضرات اس تنظیم کےممبرہیں ۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس کی بنیادرکھی۔اس تنظیم کےممبرانصار کہلاتے ہیں۔اس تنظیم کو دوحصّوں میں تقسیم کیا گیاہے۔۴۰ سال سے ۵۲ سال تک کے انصار صف دوم اور ۵۲ سال سےاُوپرکے انصار صف اوّل میں شامل ہیں ۔

اس میں بھی مالی نظام جاری ہے۔اورہر ناصر ہر سَوروپیہ پر ایک روپیہ چندہ ادا کرتا ہے۔

مجلس خدام الاحمدیّہ

یہ احمدی نوجوانوں کی روحانی تنظیم ہےجس کا قیام ۱۹۳۸ء کے اوائل میں عمل میں لایا گیا۔اس تنظیم میں پندرہ سے چالیس سال تک کی عمرکے ہرمبائع کا شامل ہونالازمی ہے۔اس تنظیم کا ہر رکن خادم کہلاتا ہے۔ اس تنظیم کا ماٹو یہ ہے۔’’قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کےبغیرنہیں ہوسکتی۔‘‘

مجلس اطفال الاحمدیّہ

مجلس خدام الاحمدیّہ کی زیرِنگرانی سات سے پندرہ سال تک کی عمرکےاحمدی بچوں کی ایک الگ تنظیم مجلس اطفال الاحمدیّہ کے نام سے قائم ہے۔جس کا ہر رکن طفل کہلاتا ہے۔

نوجوانوں کی ذہنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے لئے ان کے بھی کئی ایک شعبے ہیں۔ جن میں تعلیم وتربیت، اصلاح وارشاد، خدمت خلق، وقارعمل وغیرہ شامل ہیں۔

ہر خادم جو برسرِ روزگار ہے سو روپیہ پر ایک روپیہ چندہ ادا کرتا ہے۔ جبکہ طلباء سے ایک روپیہ ماہوار چندہ مجلس وصول کیا جاتا ہے۔

مجلس اطفال الاحمدیہّ اپنا چندہ الگ جمع کرتی ہے جس کی شرح ایک روپیہ ماہوار ہے۔

آداب مساجد

مساجد اللہ تعالیٰ سے دُعائیں اور مناجات کرنے کی جگہیں ہیں اور خدا تعالیٰ کے انوار اور برکات کی تجلّی گاہ ہیں۔ یہ مومنوں کو ایک مرکز پر متحد کرنے کا بھی ذریعہ ہیں اس لئے ان کا بہت ادب واحترام کرنا چاہئے اور ان کے تقدس واحترام کے منافی کوئی کام نہیں کرنا چاہئیے۔ چند آداب ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں:-

* مسجد میں صاف کپڑے پہن کر آنا چاہئیے۔ خوشبو لگا کر آنا پسندیدہ امر ہے۔
* مسجد کو صاف ستھرا رکھنا چاہئیے۔ صفیں پاک وصاف ہوں۔ خوشبو جلانا بھی مستحسن ہے۔
* مسجد میں کوئی ایسی چیز کھا کر نہیں آنا چاہئیے جس سے بو آتی ہو جیسے پیاز، مولی، لہسن وغیرہ۔

(مسلم کتاب الصلوٰۃ باب نہی اکل الثوم)

* مسجد میں شور شرابا نہیں کرنا چاہئیے۔ دینی امور کے علاوہ دنیوی امور سے پرہیز کرنا چاہئیے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التحلق یوم الجمعۃ)
* مسجد میں داخل ہوتے اور باہر نکلتے مسنون دعا پڑھنی چاہئیے جو یہ ہے:-

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور باہر نکلتے وقت رَحْمَتِكَ کی جگہ فَضْلِكَ کہنا چاہئیے۔

* مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اندر رکھے اور باہر نکلتے وقت بایاں پاؤں باہر نکالے۔

* مسجد اللہ کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے ان میں اللہ کا نام لینے اور اسکی عبادت بجالانے سے کسی کو نہیں روکنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا کرنے والا بہت بڑا ظالم ہے۔(سورۃ البقرہ آیت:۱۱۵)

* مسجد میں اگر نکاح کے موقعہ پر یا کسی اور موقعہ پر شیرینی تقسیم ہو تو اس پر جھپٹنا درست نہیں۔ بڑی متانت اور شائستگی کا مظاہرہ کرتے ہُوئے اور مسجد کے آداب اور وقار کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔

آدابِ مجالس

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجالس کے آداب جو بیان فرمائے وہ اتنے مکمل اور بہترین ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے مجالس جنّت کے باغوں کا نمونہ بن سکتی ہیں۔سورۃ المجادلہ کے دوسرے رکوع میں تفصیل سے یہ آداب درج ہیں:۔

۱۔مجالسِ میں کھل کر بیٹھنا چاہیئے مگر جب سمٹ جانے کو کہا جائے تو سمِٹ جانا چاہیئے۔

۲۔جب کسی مجلس سے اُٹھ کر چلے جانے کو کہا جائے تو فوراً چلا جائے کیونکہ اصل چیز تو اطاعت و فرمانبرداری ہے۔اسلام کے معنی بھی فرمانبرداری کے ہی ہیں۔

۳۔مجلس میں آتے اور جاتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہنا چاہیئے۔مجلس سے جانے کے لئے صاحب صدر سے اجازت لینا چاہیئے

۴۔مجلس میں کسی شخص کو اٹھا کر اس کی جگہ خود بیٹھنا ناپسندیدہ بات ہے۔ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔

۵۔مجلس میں کسی آدمی سے علیحدگی میں سرگوشیاں نہیں کرنی چاہئیں۔ یہ شیطانی کام ہے۔

۶۔مجلس میں غیبت،چغل خوری نہ کی جائے۔کسی بھائی کے عیوب نہیں بتانے چاہئیں۔

۷۔مجالس میں تسبیح وتحمید کے ساتھ ساتھ کثرت سے استغفار اور دروُد پڑھنا چاہیئے۔

۸۔مجلس میں اگر کوئی چیز تقسیم ہو تو ہمیشہ دائیں ہاتھ سے لیں۔
۹۔مجالس میں بے ہودہ باتیں کرنا، ہوٹنگ کرنا درست نہیں۔
۱۰۔مجالس میں جمائی لینا، ڈکار مارنا، بد بُو چھوڑنا ناپسندیدہ امور ہیں۔
۱۱۔اگر مجلس میں اسلام کے خلاف بات ہو تو غیرت اسلامی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں سے اُٹھ کر آجانا چاہیئے۔
۱۲۔مجلس میں بیٹھے احباب کے کندھے پھلانگ کر آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔

آداب گفتگو

مقولہ مشہور ہے "پہلے تولو پھر بولو" کیونکہ زبان وہ آلہ ہے جو انسان کی دلی حالت اور اس کے خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ یہ وہ عضو ہے جس کے ذریعہ انسان جنّت و دوزخ کی راہ استوار کرتا ہے۔ یہ وہ مفتاح ہے جس کے ذریعہ انسان نجات کا دروازہ اپنے اُوپر کھولتا ہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ہر صبح انسان کے تمام اعضاء زبان کی گوشمالی کرتے ہیں کہ دیکھ ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے ہیں اور تو اگر ٹیڑھی ہُوئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہیں۔

عام زندگی میں خصوصی طور پر دعوت الی اللہ کیلئے گفتگو کے اسلامی آداب کا جاننا ضروری ہے یہ نہ ہو کہ وہ دعوتِ الی اللہ بھی کر رہا ہو اور ساتھ اسکی دل شکنی کا باعث بھی بن رہا ہو اور کہتے ہیں کہ زبان سے لگا ہوا زخم مندمل کم ہی ہوا کرتا ہے۔گفتگو کے چند آداب حسب ذیل ہیں:۔

* سچی اور صاف بات کرے۔ بات میں پیچ نہ ہو۔
* عام فہم بات کرے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو عام فہم اور واضح ہوا کرتی تھی اور بات کو تین دفعہ دہرایا کرتے تھے۔

* گفتگو پاکیزہ ہو۔حدیث میں آتا ہے پاکیزہ کلمہ بھی صدقہ ہےاورآگ سے بچاؤ کا ذریعہ بھی۔
* گفتگو میں مبالغہ سے کام نہ لے۔بے ہودہ اور فحش کلامی نہ کرے۔
* گفتگو میں غیبت جیسی گھناؤنی برائی سے بچا جائے۔
* غصّے اور جوش میں آ کر جلد جلد بات نہیں کرنی چاہیئے ۔تحمل سے گفتگو کرے۔بے جا غصّہ میں کہی ہوئی بات اپنا اثر کھو بیٹھتی ہے۔
* سُنی سنائی بات کو آگے پھیلانا درست نہیں۔افواہیں پھیلانے سے معاشرہ کی سالمیّت اور امن کو نقصان پہنچتا ہے۔
* جھوٹی گواہی دینا اور بات بات پر قسم کھانا درست نہیں۔
* گفتگو کے دوران اسلامی شعار کو اپنانا چاہیئے۔ جزاکم اللہ ۔انشاءاللہ ۔ماشاءاللہ ۔ الحمداللہ۔وغیرہ
* بات بھلی ہوتو کہہ دے ورنہ خاموش رہے۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے جبڑوں اور ٹانگوں کے شر سے بچایا وہ جنّت میں داخل ہوا۔

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچپائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائیگا
وہ ایک زبان ہے عضو نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیث سیّدنا سیّد الوریٰ

اطاعتِ والدین اوراس کے آداب

والدین کی اطاعت پر خدا تعالیٰ نے بار بار تاکیدی احکامات دیئے ہیں اور احادیثِ نبویہّ

میں بھی متعدد جگہوں پر والدین کے حقوق اوران کی تکریم کے آداب ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَوَصَّیۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَیۡهِ اِحۡسَانًا کہ ہم نے انسان کواپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلۡجَنَّةُ تَحۡتَ اَقۡدَامِ الۡاُمَّهَاتِ کہ جنّت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

حضرت رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دو اشخاص کو اپنے بعد سلام بھیجا جن میں سے ایک امام مہدی اور دوسرے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت اویس کو سلام بھجوانے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت اویس صرف ضعیف والدہ کی خدمت کرنے کی وجہ سے یمن کو چھوڑ کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ حضورؐ فرمایا کرتے کہ مجھے یمن کی طرف سے خوشبو آتی ہے۔

آداب لین دین

القرآن:۔

* وَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ اِذَا كِلۡتُمۡ وَزِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِيۡمِ ؕ ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ۔ (سورۃ بنی اسرائیل:۳۶)

یعنی جب تم کسی کو ماپ کر دینے لگو تو ماپ پورا دیا کرو۔ اور جب تول کرو تو بھی سیدھے ترازو کے ساتھ تول کر دیا کرو یہ بات سب سے بہتر اور انجام کے لحاظ سے سب سے اچھی ہے۔

* وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ○ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ○ (سورۃ التطفیف:۲۔۴)

سودا سلف میں وزن کم کر کے دینے والوں کے لئے عذاب ہی عذاب ہے جو تول کر لیتے ہیں تو خوب پُورا لیتے ہیں اور جب دوسروں کو تول کر دیتے ہیں تو پھر

وزن میں کمی کر دیتے ہیں۔

الحدیث:۔

* حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا:۔اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ کہ سچے امین تاجر کونبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کی رفاقت نصیب ہوگی۔(ترمذی جلد اوّل کتاب البُیوع صفحہ ۱۴۵ فاروقی کتب خانہ ملتان)
* حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ناپ تول کرنے والوں کو فرمایا۔

اِنَّکُمْ قَدْ وُلِّیْتُمْ اَمْرَیْنِ ھَلَکَتْ فِیْہِ الْاُمَمُ السَّابِقَۃُ قَبْلَکُمْ۔

تمہارے سُپرد جو یہ دو معاملات ہُوئے ہیں ان کے سبب پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔

(ترمذی جلد اوّل کتاب البیوع صفحہ ۱۴۶۔الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور)

اسی طرح ماپ تول میں کمی کر کے خیانت کے مرتکب ہونیوالوں کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے......جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے اور قمار بازی سے بدنظری سے اور خیانت سے اور رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔'' (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۸۔۱۹)

''تم میں سے ہر ایک اس بات کو خوب یاد رکھے کہ قرضوں کے ادا کرنے میں

سُستی نہیں کرنی چاہیئے اور ہر قسم کی خیانت اور بے ایمانی سے دُور بھاگنا چاہیئے۔''

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۳۱۳)

کسب حلال

ہر انسان میں خدا تعالیٰ نے بعض صلاحیتیں ودیعت کر رکھی ہیں جو بروئے کار لاکر اپنی زندگی میں ترقیات کے سامان پیدا کرسکتا ہے اور کامیابیوں اور کامرانیوں کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔مگر بدقسمتی سے بعض لوگ ان خداداد صلاحیتوں اور استعدادوں سے کام نہ لیتے ہُوئے اپنے لئے ہمیشہ کیلئے ناکامیوں اور نامرادیوں کے سامان پیدا کر لیتے ہیں اور پھر ساری عمر کف افسوس ملتے ہُوئے مایوسی اور نااُمیدی کا شکار رہتے ہیں۔

ایک مقولہ ہے کہ ایک بے کار اور فارغ انسان کا دماغ شیطان کی دوکان ہوتا ہے۔اس لحاظ سے انسان اگر جفاکشی۔محنت۔ہمّت۔اور اولو العزمی جیسی صفات کا مالک ہوتو وہ معاشرے میں انتہائی صحت مند فرد بن سکتا ہے اور معاشرے کی صحت کا ضامن بن جاتا ہے۔

اپنے معاشرے میں انبیاء کا وجود ایک نمونہ ہوتا ہے اور انبیاء نے اپنے ہاتھ سے کام کرکے دنیا کے لوگوں کو بتادیا کہ ہاتھ سے کام کرنا بڑی عظمت کا حامل ہے۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ہر نبی نے بعثت سے قبل بکریاں چرائیں ہیں۔صحابہؓ نے عرض کیا۔کیا آپؐ نے بھی؟ آپؐ نے فرمایا۔ہاں کچھ قیراط لے کر میں بھی مکّہ والوں کی بکریاں چَرایا کرتا تھا۔ (بخاری کتاب الاجارات باب رعی الغنم علی قراریط)

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے بعض خطبات میں وقتاً فوقتاً اپنے ہاتھ سے محنت کرنے پر زور دیا ہے اور اس طرح نکمّے رہنے کی زندگی کو ناپسند فرمایا۔آپ فرماتے ہیں:۔

’’نکمے پن کی عادت پیدا ہوجائے یا جھوٹ کی عادت پیدا ہوجائے تو یقیناً آج نہیں تو کل وہ قوم تباہ ہوجائے گی۔‘‘

(مشعل راہ صفحہ ۱۳ خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل ۱۹۳۸ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

نیز فرمایا:۔

’’نکمے بیٹھنے والے دُنیا میں غلامی کے جراثیم پھیلاتے ہیں۔‘‘

’’ہر شخص یہ عہد کرے کہ وہ مانگ کر نہیں کھائے گا۔‘‘

(مشعلِ راہ صفحہ ۱۴۴۔ خطبہ جمعہ ۲۴ر فروری ۱۹۳۹ء از حضرت مصلح موعودؓ)

تحریک جدید کے مطالبات میں سے ایک مطالبہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا ہے۔

☆......☆......☆

اخلاق فاضلہ

سچائی:۔

اخلاقیات میں سب سے اوّل چیز سچائی سے پیار اور جھوٹ سے نفرت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار سچ بولنے اور جھوٹ سے پرہیز کرنے کے بارے میں تاکیدی فرمان جاری فرمائے اور خود اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ مَیں سچ سے پیار کرتا ہوں اور اسی وجہ سے آپؐ ’’الصدوق‘‘ کہلائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے پوچھا کہ کیوں نہ مَیں تم کو بڑے بڑے گناہوں کے بارے میں بتاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسُول اللہ! ان بڑے گناہوں میں سب سے زیادہ زور حضورؐ نے جھوٹ سے بچنے پر دیا۔ فرمایا اَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهٗ

سَکَتَ (بخاری کتاب الادب) خبر دار جھوٹی بات کہنے سے بچو اور جھوٹی گواہی دینے سے۔ پھر اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش آپ مزید نہ فرمائیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ کو لازم پکڑو کیونکہ سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنّت کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور انسان سچ بولتا ہے اور سچائی ہی کی تلاش میں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ خُدا کے حضور صدیق لکھا جاتا ہے اور تم جھوٹ سے بچو۔ حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ برائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور برائی جہنم کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ خدا کے حضور کذاب لکھا جاتا ہے۔
(مسلم کتاب البر والصلۃ باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضلہٖ)

اطاعت

قومی اور جماعتی ترقی کے راستوں میں سے ایک راستہ احمدی کے اندر اطاعت اور فرمانبرداری کے جذبہ کا پایا جانا ہے۔ جب تک اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ افراد کے اندر پوری طرح نہ پایا جائے اس وقت تک جماعتی کام کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

> ”جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جو شخص میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا میری اطاعت کرتا ہے اور جو میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کرتا ہے وہ میری نافرمانی کرتا ہے۔“
>
> (مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامراء فی غیر معصیۃ)

پھر ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

''سنو اور اطاعت کو اپنا شعار بناؤ۔ خواہ ایک حبشی غلام جس کا سر منّکے کی مانند ہو کو ہی کیوں نہ تمہارا امیر مقرر کر دیا جائے۔ یعنی جو بھی امیر ہو اس کی اطاعت کرو۔''
(بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ)

حقیقی اطاعت یہی ہے کہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (کہ ادھر آواز آئی اور ادھر سانچے میں ڈھلنے کے لئے کمر کس لی) کو حرزِ جان بنایا جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

''اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچّے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نُور اور رُوح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچّی اطاعت ہو۔ اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی۔ اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحّدوں کے قلب میں بھی بُت بن سکتی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھے اُن میں ایک کشش اور قوت تھی جو بے اختیار دلوں کو کھینچ لیتی تھی۔ اور پھر آپؐ کی جماعت نے اطاعت الرسول کا وہ نمونہ دکھایا اور ان کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو کوئی ان کو دیکھتا وہ بے اختیار ہو کر ان کی طرف چلا آتا تھا۔'' (الحکم نمبر ۵ سنہ ۱۹۰۱ء)

وسعت حوصلہ اور نرم زبان

سردار انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر عرصے میں توحید کے پیغام کو جس طرح دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا اور آپؐ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنے لگے اس کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں لیا ہے کہ اگر آپؐ تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے اردگرد سے

بھاگ جاتے۔ پس حوصلے اور پیار سے بات کرنا حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شیوہ رہا اور اپنے صحابہؓ کو بھی اس کی تلقین کرتے رہے۔ ایک دفعہ ایک یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنے آیا اور سختی سے پیش آیا جس پر حضرت عمرؓ نے اس کو ڈانٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

''عمر تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے اس کو نرمی سے سمجھاؤ۔''

(صحیح بخاری اُردو جلد اوّل پارہ نمبر ۹ کتاب الوکالت حدیث نمبر ۲۱۲۸)

آج اسی تعلیم کو حضرت مسیح موعودؑ نے زندہ کیا اور فرمایا:۔

گالیاں سُن کے دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کِبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اِسی طرح فرمایا:۔

تِیر تاثیرِ محبّت کا خطا جاتا نہیں
تِیر اندازو نہ ہونا سُست اس میں زینہار
دیکھ لو میل و محبّت میں عجب تاثیر ہے
اک دل کرتا ہے جھک کر دوسرے دل کو شکار

اخلاق سیّئہ

غیبت :۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کے مضمون کو سورۃ الحجرات میں بیان فرمایا ہے:۔

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوْهُ ط

(سورۃ الحجرات آیت: ۱۳)

کیا تم میں سے کوئی اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا (اگر تمہاری طرف یہ بات منسوب کی جائے تو) تم اس کو ناپسند کرو گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے پیٹھ پیچھے بات کرنے کو اس قدر ناپسند فرمایا ہے کہ گویا اپنے بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفرِ معراج کا ذکر کرتے ہُوئے ایک واقعہ یہ بھی بیان فرمایا کہ مَیں معراج کے دَوران ایک ایسی قوم کے پاس سے گذرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ مَیں نے پوچھا اے جبریلؑ! یہ کون ہیں تو انہوں نے بتایا کہ یہ لوگوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھایا کرتے تھے اور ان کی عزّت آبرو سے کھیلتے تھے۔ یعنی ان کی غیبت کرتے اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔''

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی الغیبۃ)

بغض اور حسد:۔

قومی ترقی کے لئے باہمی محبّت ضروری ہے۔ اس کا فقدان قومی زوال کا باعث ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ ''باہم بغض اور حسد نہ کرو اور ایک دوسرے کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے۔'' (ابوداؤد کتاب الادب باب فی الحسد)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی الحسد)

حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ ایندھن کو۔

پس ہمیں پیارے آقاؐ کا یہ فقرہ مدّ نظر رکھنا چاہیئے کو اللہ کے بندے بھائی بھائی بن

جاؤ۔اور مومنوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ **اَلْمُؤْمِنُ لَیْسَ بِحَقُوْدٍ** کہ مومن تو کسی سے حسد اور کینہ نہیں رکھتا۔

تکبر :-

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جن خاص صفات سے متّصف قرار دیا ہے ان میں سے اہم ترین عجز اور انکسار ہے جو کہ تکبّر کا متضاد ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔**وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا**۔(سورۃ الفرقان: ۶۴) رحمان خُدا کے سچّے بندے وہ ہوتے ہیں جو زمین پر آرام سے چلتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔تکبّر کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔تکبّر یہ ہے کہ انسان حق کا انکار کرے لوگوں کو ذلیل سمجھے اور ان سے بُری طرح پیش آئے۔ (مسلم کتاب الایمان۔تحریم الکبر و بیانہٖ)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
اے کرمِ خاک چھوڑ دے کِبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرت ربّ غیّور کو

☆......☆......☆

ساتواں باب

چند ضروری نظمیں

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اِک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اُس کی ثنا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی مَیں ہوا ہوں
وہ ہے مَیں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مِرا یہی ہے

نصرت الٰہی

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اِک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ راہ کو اُڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہوکر دُشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہوکر وہ پانی اُن پہ اِک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے
بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے
بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اُس پہ آساں ہے
ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو! نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل وجاں اُس پہ قرباں ہے

قرآنِ شریف کی خوبیاں

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی ! تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیّا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں
مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

شانِ اسلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسلؐ
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

اولاد کے لئے دردمندانہ دُعائیں

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دِل دیکھ کر یہ اِحساں تیری ثنا میں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں!
یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پر تیری رحمت
دے رُشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا
دِن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اس کے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر
کرفضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اہلِ وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ وبار ہوویں اِک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

خدایا! تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تونے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تو نے بار ہا دی
فسُبحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اِک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی
فَسُبحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

ہمارا خدا

(از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ)

میری رات دن بس یہی اِک دُعا ہے
کہ اِس عالمِ کون کا اِک خدا ہے
اسی نے ہے پیدا کیا اِس جہاں کو
ستاروں کو سورج کو اور آسماں کو
وہ ہے ایک اس کا نہیں کوئی ہمسر
وہ مالک ہے سب کا وہ حاکم ہے سب پر
ہر اِک شے کو روزی وہ دیتا ہے ہردم
خزانے کبھی اس کے ہوتے نہیں کم

وہ زندہ ہے اور زندگی بخشتا ہے
وہ قائم ہے ہر ایک کا آسرا ہے
کوئی شے نظر سے نہیں اُس سے مخفی
بڑی سے بڑی ہو کہ چھوٹی سے چھوٹی
دلوں کی چھپی بات بھی جانتا ہے
بُروں اور نیکوں کو پہچانتا ہے
وہ دیتا ہے بندوں کو اپنے ہدایت
دکھاتا ہے ہاتھوں پہ اُن کی کرامت
ہے فریاد مظلوم کی سننے والا
صداقت کا کرتا ہے وہ بول بالا
گناہوں کو بخشش سے ہے ڈھانپ دیتا
غریبوں کو رحمت سے ہے تھام لیتا
یہی رات دن اب تو میری صدا ہے
یہ میرا خدا ہے یہ میرا خدا ہے

اللہ میاں کا خط

(منظوم کلام ڈاکٹر حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ)

قرآن سب سے اچھا قرآن سب سے پیارا
قرآن دل کی قوت قرآن ہے سہارا

اللہ میاں کا خط ہے جو میرے نام آیا
اُستانی جی پڑھاؤ جلدی مجھے سیپارہ
پہلے تو ناظرے سے آنکھیں کروں گی روشن
پھر ترجمہ سکھانا جب پڑھ چکوں میں سارا
مطلب نہ آئے جب تک کیونکر عمل ہے ممکن
بے ترجمے کے ہر گز اپنا نہیں گزارا
یارب تو رحم کر کے ہم کو سکھا دے قرآں
ہر دُکھ کی یہ دَوا ہو ہر درد کا ہو چارا
دل میں ہو میرے ایماں سینے میں نور قرآں
بن جاؤں پھر تو سچ مچ میں آسماں کا تارا

☆......☆......☆

احمدی بچی کی دُعا

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ)

نوٹ:- یہ نہایت اچھی اور پیاری نظم حضرت ڈاکٹر صاحبؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت سیّدہ اُمِّ متین مریم صدیقہ صاحبہ سلمہا اللہ تعالیٰ (حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ وصدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ) کے لئے اُن کے بچپن کے زمانہ میں لکھی تھی۔

الٰہی مجھے سیدھا رستہ دِکھا دے
مری زندگی پاک و طیب بنا دے
مجھے دین و دُنیا کی خوبی عطا کر
ہر اِک درد اور دُکھ سے مجھ کو شفا دے

زباں پر مِری جھوٹ آئے نہ ہرگز
کچھ ایسا سبق راستی کا پڑھا دے
گناہوں سے نفرت بدی سے عداوت
ہمیشہ رہیں دل میں اچھے ارادے
ہر اِک کی کروں خدمت اور خیر خواہی
جو دیکھے وہ خوش ہو کے مجھ کو دُعا دے
بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پہ شفقت
سراسر محبت کی پتلی بنادے
بنوں نیک اور دوسروں کو بناؤں
مجھے دین کا علم اتنا سکھادے
خوشی تیری ہوجائے مقصود اپنا
کچھ ایسی لگن دل میں اپنی لگادے
غنا دے سخا دے حیا دے وفا دے
ہُدیٰ دے تُقیٰ دے لقا دے رِضا دے
مِرا نام ابّا نے رکھا ہے مریم
خدایا تو صدیقہ مجھ کو بنادے

......☆......☆......☆......

آٹھواں باب

یادرکھنے کی باتیں

س۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام کیا ہے اور اس کے کیا معنیٰ ہیں؟

ج۔ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے۔یعنی وہ ذات جو تمام خوبیوں کی جامع اور تمام نقائص سے پاک ہے۔

س۔ ارکانِ ایمان کتنے ہیں ان کے نام بتائیے؟

ج۔ ارکانِ ایمان چھ ہیں۔(۱)اللہ پر ایمان لانا (۲)اس کے فرشتوں پر ایمان لانا (۳)اس کی کتابوں پر ایمان لانا (۴)اس کے رسولوں پر ایمان لانا (۵)یوم آخرت پر ایمان لانا (۶)اور تقدیر خیر وشر پر ایمان لانا۔

س۔ قرآن کریم کی کتنی سورتیں، رکوع، آیات اور الفاظ ہیں؟

ج۔ قرآن کریم میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ ۵۴۰ رکوع ہیں۔ ۶۶۶۶ آیات اور ۷۷۹۳۴ الفاظ ہیں۔

س۔ قرآن کریم کی کس سورت سے پہلے بسم اللہ نہیں آتی؟

ج۔ سورۃ التوبہ کیونکہ یہ سورۃ انفال کا ہی حصّہ ہے۔

س۔ قرآن کریم میں کس صحابی کا نام آیا ہے؟

ج۔ حضرت زیدؓ۔

س۔ قرآن کریم کتنے عرصہ میں نازل ہوا؟

ج۔ تقریباً ۲۳ سال

س۔ قرآن کریم کے کسی گزشتہ مفسّر کا نام

ج۔ علاّمہ فخر الدین رازیؒ

س۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کب اور کہاں پیدا ہُوئے۔

ج۔ ۱۲/ربیع الاوّل بمطابق ۲۴/اپریل ۵۷۱ء مکّہ مکرمہ میں۔

س۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب اور کنیت کیا تھی؟

ج۔ آپؐ کا لقب صادق و امین اور کنیت ابوالقاسم تھی۔

س۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شادی کِس عمر میں اور کس سے ہوئی

ج۔ ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے ہُوئی۔

س۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ۵ ازواج مطہرات کے نام لکھیں۔

ج۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ۔حضرت سودۃؓ بنت زمعہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ ۔حضرت حفصہؓ اور حضرت میمونہؓ۔

س۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کے نام؟

ج۔ حضرت زینبؓ ،حضرت رقیہؓ ،حضرت امّ کلثومؓ ،حضرت فاطمۃ الزہراؓ ۔

س۔ آپؐ کے صاحبزادوں کے نام۔

ج۔ حضرت قاسم ،حضرت طاہر ،حضرت طیّب ،حضرت ابراہیم۔

س۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شعر لکھیں؟

ج۔ أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِب ❖ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب

س۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کب ہوا؟ کس عمر میں ہوا؟ اور آپؐ کا روضہ مبارک کہاں ہے؟

ج۔ آپؐ کا وصال ۲۶/مئی ۶۳۲ء کو بعمر ۶۳ سال مدینہ منوّرہ میں ہوا۔اور وہیں آپؐ کا

روضۂ مبارک ہے۔

س۔ شیخین سے کون مراد ہیں۔؟

ج۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ

س۔ حضرت ابوبکرؓ کا اسم گرامی؟

ج۔ حضرت عبداللہ بن ابی قحافہ۔

س۔ ذوالنّورین سے کون مراد ہیں؟ اور کیوں؟

ج۔ ذوالنورین سے مراد حضرت عثمان غنیؓ ہیں۔ یعنی دو نوروں والا۔ اس وجہ سے کہ آپ کے عقد میں یکے بعد دیگرے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔

س۔ دربارِ نبوی کے مشہور شاعر کا نام۔

ج۔ حضرت حسّان بن ثابتؓ۔

س۔ تابعین سے کون مراد ہیں۔ دو مشہور تابعین کے نام؟

ج۔ وہ لوگ جو صحابہؓ کی صحبت سے فیضیاب ہُوئے۔ حضرت حسن بصریؒ اور حضرت اویس قرنیؒ۔

س۔ کسی مشہور مسلمان شاعرہ کا نام؟

ج۔ حضرت خنساءؓ۔

س۔ فقہ آئمہ اربعہ کے نام؟

ج۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ۔ حضرت امام شافعیؒ۔ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ۔

س۔ خلفاء راشدین کے زمانہ خلافت کی تعیین کریں؟

ج۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ۱۱ ہجری تا ۱۳ ہجری

حضرت عمرؓ	۱۳ہجری	تا	۲۳ہجری
حضرت عثمانؓ	۲۳ہجری	تا	۳۵ہجری
حضرت علیؓ	۳۵ہجری	تا	۴۰ہجری

س۔ فاتح مصر وایران وسپین اور سندھ کے نام لکھئے؟

ج۔ فاتح مصر عمرو بن العاص۔ فاتح ایران سعد بن ابی وقاص۔ فاتح سپین طارق بن زیاد اور سندھ کے محمد بن قاسم۔

س۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود کون ہیں۔ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

ج۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی۔ ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ (۱۳؍فروری ۱۸۳۵ء) بروز جمعۃ المبارک قادیان میں پیدا ہُوئے۔

س۔ کب اور کس الہام کی بنیاد پر آپ نے ماموریت کا دعویٰ فرمایا؟

ج۔ مارچ ۱۸۸۲ء کو الہام ہوا۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

س۔ آپ نے پہلی بیعت کب اور کہاں لی۔ پہلی بیعت کرنے والے کون تھے؟

ج۔ ۲۳؍مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان پر بیعت لی گئی۔ حضرت مولانا حکیم نورالدینؓ نے سب سے پہلے بیعت کی۔

س۔ حضرت مسیح موعود کی کل کتنی تصنیفات ہیں؟ پہلی اور آخری تصنیف کا نام مع سن لکھئے؟

ج۔ کل ۸۵ تصنیفات ہیں۔ پہلی ''براہین احمدیہ'' حصہ اوّل و دوم ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئی۔ اور آخری ''پیغامِ صلح'' ۱۹۰۸ء میں۔

س۔ جماعتِ احمدیہ کا نام جماعتِ احمدیہ کب رکھا گیا؟

ج۔ مارچ ۱۹۰۱ء میں مردم شماری کے موقع پر۔

س۔ جماعتِ احمدیّہ کا پہلا جلسہ کب ہوا اور اس میں کتنے احباب شریک ہوئے؟

ج۔ ۱۸۹۱ء میں ۷۵ احباب نے شرکت کی۔

س۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یوم وصال کیا ہے؟

ج۔ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضور نے لاہور میں وفات پائی اور ۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے بہشتی مقبرہ قادیان میں نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں تدفین ہُوئی۔

س۔ جماعتِ احمدیّہ کے پہلے خلیفہ کون تھے؟ کب پیدا ہُوئے اور کب مسند خلافت پر متمکن ہُوئے؟

ج۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحبؓ بھیروی ۱۲۵۶ھ یعنی ۱۸۴۱ء میں پیدا ہُوئے۔ ۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو خلیفہ بنے۔

س۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی اطاعت کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے کیا فرمایا؟

ج۔ ''میرے ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جیسے نبض کی حرکت تنفّس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔''

س۔ روزنامہ الفضل کب جاری ہوا اور اس کے پہلے ایڈیٹر کون تھے؟

ج۔ روزنامہ الفضل ۱۹ رجون ۱۹۱۳ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ کی ادارت میں جاری ہوا۔

س۔ بیرون ہند جماعتِ احمدیّہ کا پہلا تبلیغی مرکز کب، کہاں اور کس کے ذریعہ قائم ہوا؟

ج۔ ۲۸ رجون ۱۹۱۴ء کو لندن میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کے ذریعہ قائم ہوا۔

س۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا وصال کب ہوا؟

ج۔ ۱۳ رمارچ ۱۹۱۴ء کو۔

س۔ خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا انتخاب کب ہوا اور کون خلیفہ بنے؟

ج۔ ۱۴؍مارچ ۱۹۱۴ء کو سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ خلیفۃ المسیح الثانی منتخب ہوئے۔ مسجد نور قادیان میں خلافت ثانیہ کا انتخاب عمل میں آیا۔

س۔ بیرون ممالک سب سے پہلی تعمیر ہونے والی مسجد کونسی ہے؟

ج۔ مسجد فضل لندن۔ ۱۹۲۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بنیاد رکھی اور ۱۹۲۶ء میں تکمیل پذیر ہوئی۔

س۔ پیشگوئی مصلح موعود کب کی گئی اور اس کے مصداق ہونے کا دعویٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کب کیا؟

ج۔ ۱۸۸۶ء میں پیشگوئی مصلح موعود کی گئی اور اس کا مصداق ہونے کا دعویٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سن ۱۹۴۴ء میں کیا۔

س۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا وصال کب ہوا؟

ج۔ ۷۔۸؍نومبر ۱۹۶۵ء کی درمیانی شب کو جو سوموار کی رات تھی۔

س۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا انتخاب کب ہوا اور کون خلیفہ بنے؟

ج۔ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو سیّدنا حضرت حافظ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؒ خلیفہ منتخب ہُوئے اور انتخاب کے معاً بعد پہلی بیعت مسجد مُبارک ربوہ میں ہوئی۔

س۔ کس ملک کے سربراہ سب سے پہلے احمدی ہوئے اور کس پیشگوئی کا مظہر بنے؟

ج۔ مغربی افریقہ کے ملک گیمبیا کے گورنر جنرل الحاج سر ایف ایم سنگھاٹے (جو ۱۹۶۳ء میں احمدی ہوئے اور ۱۹۶۵ء میں گورنر جنرل بنے) نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے حصول برکت کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کے کپڑے کی درخواست کی۔ اس طرح ''بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے'' کی پیشگوئی کے پہلے مظہر بنے۔

س۔ یورپ کی وہ کون سی مسجد ہے جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے دَورہ کے دَوران فرمایا؟

ج۔ بیت نصرت جہاں (کوپن ہیگن۔ڈنمارک) کا ۲۱/جولائی ۱۹۶۷ء کو افتتاح فرمایا۔

س۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی وفات کب ہُوئی؟

ج۔ ۸ اور ۹/جون ۱۹۸۲ء کی درمیانی شب۔

س۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب کب ہوا۔اور کون خلیفہ بنے؟

ج۔۱۰/جون ۱۹۸۲ء کو ۵ بجے سہ پہر حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ خلیفہ منتخب ہُوئے۔

س۔حضرت مرزا طاہر احمدؒ کب پیدا ہُوئے؟

ج۔ ۱۸/دسمبر ۱۹۲۸ء کو۔

س۔مسجد بشارت سپین کا افتتاح کب ہوا؟

ج۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کو

س۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی پانچ تحریکات بیان کریں۔

ج۔ (۱) بیوت الحمد تحریک۔۱۹۸۲ء (۲) دعوتِ الی اللہ۔۱۹۸۳ء (۳) سیّدنا بلال فنڈ کی تحریک۔۱۹۸۶ء (۴) برائیوں کے خلاف عالمی جہاد کا اعلان۔۱۹۸۶ء (۵) تحریک وقفِ نَو (پیدا ہونے والے بچوں کو وقف کریں)۔۱۹۸۷ء

س۔ سیٹلائٹ کے ذریعہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کا پہلا خطاب کب نشر کیا گیا؟

ج۔ ۳۱/جولائی ۱۹۹۲ء

س۔ MTA کا آغاز کب ہوا؟

ج۔ ۷/جنوری ۱۹۹۴ء کو ہوا۔

س۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال کب ہوا؟

ج۔ 19/اپریل ۲۰۰۳ء کو

س۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا انتخاب کب ہوا اور کون خلیفہ بنے؟

ج۔ 22/اپریل 2003ء کو بعد نماز مغرب وعشاء حضرت صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلیفہ منتخب ہوئے۔

س۔ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کب پیدا ہوئے؟

ج۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۰ء کو۔

س۔ MTA افریقہ کا مبارک اجراء کب ہوا۔

ج۔ یکم اگست ۲۰۱۶ء کو۔

س۔ خلافت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کب منائی گئی؟

ج۔ ۲۷/مئی ۲۰۰۸ء کو۔

س۔ پہلی امن کانفرنس کب منعقد کوئی؟

ج۔ ۹/مئی ۲۰۰۴ء کو لندن میں۔

س۔ مسجد بیت الفتوح لندن کا افتتاح کب ہوا؟

ج۔ ۲۰۰۳ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔